کام پڑتا ہے ۔لیکن امت کے بہت سے ضروری مسائل ایسے بھی ہیں جن کا فقہاء کے علاوہ دوسرے اکابر سے بھی تعلق ہوتا ہے ۔جیسے اولوالامر صاحب حکومت ،محدثین ،قارئین ،واعظین ،اورمختلف طبقات کے زہادوغیرہم بکثرت حضرات ہیں کیونکہ ہر شخص جس فن سے تعلق رکھتا ہے اس فن کے امام ہی سے نفع حاصل کرسکتا ہے دوسرے سے نہیں۔

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں اس سلسلے کی سب سے پہلی کڑی حضرت عمرابن عبد العزیز قدس سرہ کی ذات گرامی ہے۔حضرت عمرابن عبدالعزیز قدسہ سرہ سے لیکراعلی حضرت فاضل بریلوی قدسہ سرہ تک یکے بعد دیگرے بلند پایہ حضرات نے اپنے اپنے وقت میں تجدیدواحیاءدین فرماتے رہے۔

اب اختصار کے ساتھ ان چندنفوس قدسیہ کے اسمائے گرامی یہاں درج کئے جارہے ہیں جنھوں نے اسلام کی اعلی تعلیمات اوراس کے پاکیزہ اخلاق وتہذیب کوعملی شکل میں پیش کر کے اوراپنے خون جگر سے اسلام کی آبیاری کر کے رفتہ رفتہ پورے ہندو پاک کوسرسبز وشاداب بناڈالا ۔

حضرت داتا گنج بخش ہجویری(ولادت ۴۰۰ھ / ۱۰۰۹ء - وفات ۴۶۵ھ / ۱۰۷۲ء
حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ولادت ۵۳۷ھ/ ۱۱۴۲ء - وفات ۶۳۳ھ / ۱۲۳۶ء
حضرت شیخ بہاءالدین زکریاملتانی(ولادت ۵۶۶ھ / ۱۱۷۰ء - وفات ۶۶۶ھ/ ۱۲۶۷ء)
حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر(ولادت ۵۵۷ھ / ۱۱۷۹ء - وفات ۶۶۴ھ / ۱۲۶۵ء
حضرت خواجہ قطب الدین بختیارکاکی (ولادت ۵۸۱ھ/ ۱۱۸۵ء- وفات ۶۳۴ھ/ ۱۲۳۶ء)
حضرت مخدوم علاءالدین صابرکلیری (ولادت ۵۹۲ھ / ۱۱۹۶ء -وفات ۶۹۰ھ/ ۱۲۹۱ء)
حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء(ولادت ۶۳۶ھ/ ۱۲۳۸ء-وفات ۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵
حضرت شرف الدین احمدیحیٰ منیری (ولادت ۶۶۱ھ - وفات ۷۸۲ھ)
حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت(ولادت ۷۰۷ھ / ۱۳۰۸ء - وفات ۷۸۵ھ / ۱۳۸۳ء)
حضرت امیرکبیرسیدعلی ہمدانی (ولادت ۷۱۴ھ - وفات ۷۸۶ھ)
حضرت مخدوم سیداشرف جہانگیرسمنانی (ولادت ۷۰۷ھ/ ۱۳۰۸ء- وفات ۸۰۸ھ / ۱۴۰۸ء
حضرت شیخ سلیم چشتی (ولادت ۸۸۴ھ / ۱۴۷۹ء - وفات ۹۷۹ھ / ۱۵۷۱ء)
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ولادت ۹۵۸ھ/ ۱۵۵۲ء-وفات ۱۰۵۲ھ/ ۱۶۴۲ء)

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ولادت ۹۷۱ھ / ۱۵۶۴ء۔وفات ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء)
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ولادت ۱۱۱۴ھ ۔وفات ۱۱۷۶ھ) وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین

ان اصحاب علم وفضل و ارباب زہد وتقویٰ کے بعد تیرہویں صدی ہجری میں جن علماء و مشائخ کرام نے کاروانِ عشق وعرفان کی رہنمائی کا شرف حاصل کیا اور سواد اعظم اہلسنت و جماعت کو صراط مستقیم پر گامزن رکھا ان کی اجمالی فہرست کچھ اس طرح ہے۔

حضرت علامہ عبد العلی فرنگی محلی (ولادت ۱۱۴۴ھ ۔ وفات ۱۲۳۵ ھ) حضرت شاہ محمد اجمل الٰہ آبادی (ولادت ۱۱۶۰ھ

۔وفات ۱۲۳۶ھ) حضرت شاہ انوار الحق فرنگی محلی (ولادت ۱۱۶۷ھ ۔وفات ۱۲۳۶ھ) حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (ولادت ۱۱۵۹ھ ۔وفات ۱۲۳۹ھ) حضرت شاہ غلام علی دہلوی (ولادت ۱۱۵۸ھ ۔ وفات ۱۲۴۰ھ) حضرت شاہ ابو سعید مجددی

رامپوری (ولادت ۱۱۵۸ھ ۔ وفات ۱۲۳۶ھ) حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی (ولادت ۱۱۶۰ھ ۔ وفات ۱۲۶۲ھ)

حضرت شاہ ابو الحسن فرد پھلواری (ولادت ۱۱۹۱ھ ۔ وفات ۱۲۶۵ھ) حضرت شاہ احمد سعید مجددی رامپوری (ولادت ۱۲۱۷ھ)

حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی (ولادت ۱۲۱۲ھ ۔ وفات ۱۲۷۸ھ) حضرت علامہ عبد العلیم فرنگی محلی (ولادت ۱۲۰۹ھ وفات

۱۲۸۵ھ) حضرت علامہ فضلِ رسول بدایونی (ولادت ۱۲۱۳ھ ۔وفات ۱۲۸۹ھ) حضرت علامہ شاہ آل رسول مارہروی (ولادت

۱۲۰۹ھ ۔ وفات ۱۲۹۶ھ) وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اور چودھویں صدی ہجری جس میں مختلف ایمان شکن اور گمراہ کن تحریکوں، تنظیموں اور جماعتوں نے جنم لے کر صدیوں کے متوارث عقائد ونظریات کو تہہ و بالا کرنا شروع کیا اور عظمت توحید و ناموس رسالت پر حملے کئے جانے لگے تو یہ علماء حق اور مجاہدین صف شکن سینہ سپر ہو کر سامنے

آ گئے۔اور آج بھی سواد اعظم اہلسنت کا کاروانِ فکر وخیال اپنے انہیں اسلاف کرام کی روحانی قیادت ورہنمائی میں اپنی منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہے۔

حضرت موانا عبدالحیٔ فرنگی محلی (ولادت ۱۲۶۴ھ ۔وفات ۱۳۰۴ھ) حضرت مفتی ارشاد حسین رامپوری (ولادت ۱۲۴۸ھ۔ وفات ۱۳۱۱ھ)

حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی (ولادت ۱۲۰۸ھ۔ وفات ۱۳۱۳ھ) حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری لاہوری (متوفی ۱۳۱۵ھ)

حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی (۱۲۵۳ھ۔وفات ۱۳۱۹ھ) حضرت مولانا ہدایت اللہ رامپوری (متوفی ۱۳۲۶ھ)

حضرت مولانا خیرالدین دہلوی (ولادت ۱۸۳۱ھ ۔ وفات ۱۳۲۶ھ)

حضرت مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (ولادت ۱۲۶۶ھ۔وفات ۱۳۵۵ھ)

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ۔وفات ۱۳۴۰ھ)

حضرت مہر علی گولڑوی (ولادت ۱۲۷۴ھ۔وفات ۱۳۵۶ھ) وغیرہم رضوان رضوان اللہ علیہم اجمعین

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ (سورئہ مجادلہ آیت ۲۲)

یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ نصف صدی سے پیشتر کا ہندوستان جو اپنی مذہبی وسیاسی آویزش میں اپنی مثال آپ ہے۔جہاں مسلمانوں کی ملی غیرت وحمیت بھی شہرۂ آفاق ہے اس نے تحریر و تقریر کے ذریعہ دینی مناقشوں اور مناظروں کا ایک عجیب ہنگامہ خیز دور دیکھا ہے کہ محبوب کردگار ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں اہانت و گستاخی کا ارتکاب کرنے والوں کی باگ ڈور علماء دیوبند ،سہارنپور،تھانہ بھون،انبیٹھ،نانوت،میرٹھ۔وغیرہ کے ہاتھوں میں آئی اور تقدیس شان رسالت علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریک کی قیادت دہلی ولاہور،فرنگی محل لکھنو،خیرآباد و مارہرہ،رامپور و بدایوں کے علماء نے کی۔

انہیں علماء مشائخ ہند کی نمائندگی کرتے ہوئے علماء بریلی شریف اور علماء کچھوچھہ مقدسہ نے اس مقدس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور سارے علمائے اہل سنت و جماعت کے دلوں کی آواز

بن کر ہندوستان کے مذہبی اُفق پر چھا گئے اور ان زبانوں کو لگام دے دی جو گستاخانہ لب ولہجہ کی عادی اور خوگر ہو رہی تھیں اور جن کے دوش بدوش غیر مقلدیت بھی پروان چڑھ رہی تھی۔

عالم اسلام کا کہنا ہے کہ آندھیوں میں چراغ جلانے کا محاورہ ہم نے سنا تھا لیکن حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کی علمی دینی وروحانی خدمات تاریخ میں یہ محاورہ حقیقت کا ایک پیکر محسوس بن گیا ہے۔ بلاشبہ انھوں نے آندھیوں کی زد پر چراغ جلایا ہے۔ زبان وقلم کی تلوار لیکر اٹھے اور عرب وعجم کے تمام ممالک کے گوشے گوشے، قریہ قریہ میں پہنچ کر تقریر وتحریر کے ذریعہ دین متین کی کی نہایت ممتاز وشاندار خدمت انجام دی اور رد بدعات ومناظروں کے ذریعہ مذہب اہلسنت و جماعت کی حقانیت وصداقت کا سکہ بٹھا دیا۔ مومنین کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و توقیر، اجلال واحترام، اکرام ومحبت اور سلف صالحین کی عقیدت والفت اور آداب واخلاص اور شریعت اسلامیہ کے احترام کا جذبہ کچھ اس طرح جگا دیا کہ اہل ایمان کی زندگی کا نقشہ بدل دیا، اور ایک ایک اخلاقی مسئلے پر قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ احناف وحنفی مذہب کی کتابوں سے دلائل و شواہد کا انبار لگا کر سنیت ووہابیت، دیوبندیت کے درمیان کھلا ہوا امتیاز قائم فرما دیا۔

چودھویں صدی کے دور میں حضور محدث اعظم قدس سرہ کی ذات پاک ہم اہل سنت کے پاس خداوند کریم کا ایک عطیہ بے بہا، اسلام کا ایک اعجاز تھی جس کی مثال کہیں اور نہ مل سکے گی۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک درخشاں معجزہ تھا۔ اور غوث الثقلین محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کی ایک کرامت تھی۔ اور غوث العالم مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی ایک ضیاء تھی۔ جس زمین پر رونما ہوا اعداء دین وسنیت کی زبانیں گنگ، نگاہیں خیرہ اور دل ودماغ دبدۂ حق سے مبہوت وعاجز ہو کر رہ گئے۔ اس آفتاب حق وصداقت سے بد دین و بد مذہب لرزتے کانپتے تھے اور آپ کے نام سے تھراتے تھے، دیوبندیوں، نجدیوں کے بڑے بڑے علماء کو آپ کے مقابلے کی تاب نہ تھی۔ جو بد مذہب بے دین آپ کے سامنے آیا ذلیل ہوا۔ یہ حق وصداقت کا آفتاب ہمیشہ غالب رہا۔ حمایت حق وحفاظت مذہب ہی آپ کا کام تھا۔ اوائل عمر ہی سے اشاعت مذہب وتبلیغ دین میں مصروف ہوئے اور ساری عمر خدمت دین میں صرف کر دی۔ اڑتالیس اڑتالیس گھنٹہ مسلسل بیدار رہتے پوری پوری رات تبلیغ دین واشاعت مذہب

میں مصروف رہتے، اکثر عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرماتے۔ وہ جاگتے تھے تو دین وسنیت کا درد لے کر، سوتے تھے تو اسی دردو کرب میں۔ پورا پورا سال تبلیغی دورے اور سفر میں گزرتا تھا۔ حضرت محدث اعظم ہند خود بھی کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ گیارہ مہینے میں سفر کی قصر نماز ادا کرتا ہوں اور ایک ماہ حضر کی ادا کرتا ہوں۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میری زندگی اسی لئے ہے کہ دین پاک مصطفیٰ ﷺ کی خدمت کروں اور بھولے بھٹکے مسافروں کو راہ حق سے آشنا کراؤں۔ دیکھ رہے ہو کہ پیری کی ماندگی بڑھ رہی ہے، سفر کی مشکلات دونی ہیں لیکن دین حق کی خدمت کا وہ جذبہ جو مجھے اپنے آباء واجداد کے ورثہ میں ملا ہے مجھے جوان رکھا ہے ؎

جسم اگر چہ تھک گیا روح کا زور بڑھ گیا
راہ تلاش یار کی ماندگی ماندگی نہیں

بلاشبہہ خدمت دین واعلان حق کا یہی وہ جذبہ تھا جس کے نشہ نے توحید ورسالت کے متوالوں سے گھر بار وعزیز واقارب سب کچھ چھڑا دیا اور دنیا نے دیکھا کہ حق پرستوں کا گروہ عرب سے نکل کر دنیا میں پھیل گیا۔ کیا تم اس کو نہیں پہچانتے جو جیلان میں پیدا ہوا اور گھر بار عزیز واقارب کو چھوڑ کر بغداد چلا آیا۔ کیا تم اس کو نہیں جانتے جو عرب سے چشت آیا اور بڑھتے بڑھتے جس نے سرزمین ہند میں آکر اعلان حق وخدمت دین کا فرض ادا کیا اور اپنی قوت صداقت سے بڑے بڑے نبرد آزماؤں کے زور بازو اور شجاعت کے غرور کو خاک میں ملا دیا جس پر دار الخیر اجمیر شریف کا تقدس قیامت تک گواہ رہے گا۔

درحقیقت خدمت دین اور اعلان حق کا نشہ وہ کیف نہیں ہے جسکو دنیا کی کوئی طاقت اتار سکے۔ یہی وہ جذبہ وسرور تھا جس نے حضور غوث العالم تارک السلطنت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کو ملک سمناں کے آزاد تخت وتاج سے علیحدہ کر کے ہندوستان کے ایک دیہات کچھوچھہ شریف مین لاکر بٹھا دیا اور آج اس بارگاہ بیکس پناہ کی عظمت محتاج بیان نہیں۔

کون ہے ؟ جو اس آرزو میں نہیں جی رہا ہو کہ مدینہ شریف کی مبارک سرزمین میرا مدفن بنے !

کون ہے ؟ جو اس آرزو سے دست بردار ہونے کو تیار ہے کہ دیار حبیب ﷺ میرا

مسکن بنے، خاک طیبہ غذائے بدن بنے۔

ہر کسی کی آرزو یہ ہوتی ہے، ہر عاشق کے سینے میں یہ تمنا مچلتی رہتی ہے کہ مدینہ شریف کی دھرتی آخری آرام گاہ ہو۔مگر قربان جایئے حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کے مقصد حیات سے کامل وفاداری پر کہ جب آپ زیارت حرمین طیبین کے لئے گئے تو کعبہ کے در کے سامنے مانگی تھی یہ دعاء فقط کہ اے رب کریم مجھے ایسی اولاد عطاء فرما جو عرصۂ دراز تک تیرے دین حق اور تیرے بندوں کی خدمت کرتا رہے اور اعلان حق کا فریضہ ادا کرتا رہے۔اور جب آپ اپنے نانا جان مالک کون ومکاں مختار دو عالم ﷺ کی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے تو مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے پیغام حق وصدائے حق کو شرق وغرب میں آبیاری کے لئے اپنی حیات کے آخری لمحات کو نثار کرتے ہوئے گویا ہوئے ؎

مدینے کا کچھ کام کرنا ہے سیدؔ

مدینے سے بس اس لئے جارہا ہوں

چنانچہ مرد مؤمن کی دعاء رنگ لاکر رہی، مخدوم الملت کے آنسو رحم وکرم کی موسلا دھار بارش بن کر رہے یہاں تک کچھوچھہ مقدسہ کے اوج ثریا پر پندرھویں صدی کے خورشید ہدایت نمودار ہوا، آسمان ہدایت پر ایک ستارہ چمکا، بزم علم میں ایک روشن چراغ منور ہوا، چمنستان مجددیت کا ایک پھول کھلا جس نے ایشیاء ویورپ کو چمکایا اور مشرق ومغرب وجنوب وشمال کو اپنی عطر بیزیوں سے مہکایا۔

آیا ! وہ کون آیا ؟ وہی آیا ! جس پر اس قحط الاکابر میں دنیائے سنیت عقیدت کے ہار چڑھاتی ہے۔ ہاں وہ آیا ! سفینۂ سنیت کا ناخدا بن کر آیا جو قلم کا بادشاہ اور زبان کا دھنی بن کر آیا۔ ہاں وہ آیا ہم شبیہہ غوث جیلانی سرکار اعلی حضرت اشرفی قدس سرہ کی کرامت بن کر آیا، جو احقاق حق وتصدیق حق میں صدیق اکبر کا پرتو، باطل کو چھانٹنے میں فاروق اعظم کا مظہر، رحم وکرم میں ذوالنورین کی تصویر، باطل شکنی میں حیدری شمشیر، فقہ ودرایت میں امیر المؤمنین، سلطنت قرآن وحدیث وتفسیر کا مسلم الثبوت وزیر المجتہدین، رئیس المحققین، اسوۃ الواصلین، شیخ الاسلام والمسلمین، مرجع العلماء والفضلاء، اعلم العلماء عند العلماء، مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، عارف باللہ

،فانی فی اللہ، باقی باللہ، عاشق رسول اللہ، آل رسول اللہ امام اہلسنت حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب ادامہ اللہ المنان علی رؤس الانس و الجان بطول حیاتہ کی ولادت با سعادت یکم رجب المرجب ۱۳۵۷ھ مطابق 1938ء شب یکشنبہ میں ہوئی۔

بیٹا کیا چیز ہے اوراس کے پیدا ہونے سے گھر میں عید کی سی چہل پہل کتنی بڑھ جاتی ہے اسکو تم جس سے چاہو دریافت کرلو۔والدین کی مسرت کا اندازہ کوئی منطقی معمانہیں ہے جس کے لئے نصاب نظامی کی تکمیل ضروری ہو۔چنانچہ اس فرزندارجمند کی ولادت باسعادت سے گھر باہر وہی حال ہوا جو ہونا چاہیئے تھااس نونہال کی جبین سعادت پر مدنی ضیاء کو چمکتا دیکھ کراور مدینے کا کام کرنے کی بیقرار تمناوآرزو کا تکملہ مان کر ہی آپ نے مدنی مدینہ والے آقا ومولیٰ ﷺ کے ہمنام سید محمد مدنی رکھا۔

مسعود ومبارک مدنی فرزند کچھوچھہ والے کا طفلی زمانہ۔مدنی، جیلانی، سمنانی انوار وبرکات کے روحانی ونورانی گہوارہ میں بسر ہوا، ہم عصر بچوں سے طبعاً بالکل مختلف تھے نہ کسی کھیل کود سے دلچسپی، نہ کسی لہوولعب میں شرکت، مدنی نونہال کا پورا بچپنا شائستگی، ستھراپن، سنجیدگی اور نفاست پسند سے بھرارہا۔

ماشاءاللہ سے پڑھنے لکھنے کے دن آئے۔یعنی جب آپ کی عمر شریف چارسال چار مہینے اور چاردن کی ہوئی تو خانوادۂ اشرفیہ کے معمول کے مطابق آپ کے جدامجد رئیس الحکماء حضرت علامہ مولانا سید نذر اشرف فاضل کچھوچھوی قدس سرہ نے مٹھائی بطور نیاز منگوا کر فاتحہ غوثیہ پڑھکر آپ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھائے، جوخود بھی درس نظامیہ کے ایک بہت بڑے پائے کے معلم تھے اور مشہور ترین طبیب حاذق بھی تھے جن کی نباضی پر دہلی کے حکماء خراج تحسین ادا کرتے تھے ،حکمت وطبابت کے اس منزل پر تھے کہ آواز سنکر، کپڑا سونگھ کر مرض کی تشخیص فرمادیتے۔آج کا دور ایسے گرامی قدر حکیموں سے محروم ہی نظر آرہاہے۔حکمت کے ساتھ ساتھ اچھے مناظر اور بہترین شاعر اور بلند پایہ کے مصنف بھی تھے۔ذہانت وظرافت، استعداد وصلاحیت ان کی تصنیف وتالیف اور شعروسخن کے ہر ہر جملے سے پھوٹی ہے۔

آپ ساری عمر دنیا کمانے سے بے نیاز رہے جو کچھ ملا غریبوں کی دستگیری میں نذر کردیا۔ ہاں ! اگر کوئی سرمایہ چھوڑا تو اپنے ایسے عظیم فرزند کو چھوڑا جسے اکابرین علماء ومشائخ نے محدث

اعظم ہندوسرمایۂ اہلسنت تسلیم کیا۔

والد ماجد حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ جنھیں فراست مؤمنین کا نمونہ کہا جاسکتا ہے انھوں نے اس مسعود مبارک مدنی فرزند کو کافی دبیز اور لمبا چوڑا رجسٹر اور سیٹھے کی قلم اور روشنائی کا ذخیرہ مہیا کردیا اور تاکید کردی کہ ایک ماہ میں اسے بھر کر اپنی والدہ کے پاس جمع کرنا ہے چنانچہ والدہ ماجدہ شہزادئی عالم ربانی، شوکۃ الاسلام، اقدس حضرت مولانا سید احمد اشرف اشرفی جیلانی، خاتون جنت کا ہمنام وکمل نمونہ، سیدہ فاطمہ کی نورانی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ ابتدائی تعلیم کا آغاز یوں ہوا۔ والدہ ماجدہ بھی لگتا ہے کہ تیار بیٹھی رہتی تھیں کہ کب رجسٹر بھرے اور کب دوسرا پکڑادیا جائے ، نیز ہونہار بیٹا بھی بڑا کمال کا نکلا کہ جو کام دو/ ۲ ماہ کا تھا اسے بیس دن میں ہی پورا کرنے لگا اور کلاس ٹیچر سے دستخط بھی لینے لگا، اس پر مستزاد یہ کہ سفر سے واپسی کے بعد ان تمام رجسٹروں کو امام علم وفن وادب حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ بڑے اشتیاق وانہماک کے ساتھ جانچتا، پرکھتا اور حسن وقبح کے نکتے سمجھاتا۔ اب کوئی بتائے کہ آرزوئے محدث اعظم اور ان کا خواب کو اگر یہ مسعود مبارک مدنی بچہ شرمندۂ تعبیر کررہا ہے تو اس میں حیرت کیا ہے ؟

اعلی تعلیم کے لئے مقدس والد ماجد نے ہم شبیہہ غوث الاعظم جیلانی سرکار اعلی حضرت اشرفی قدس سرہ کا قائم کردہ باغ فردوس یعنی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں داخل فرمایا۔ آپ کے رفقائے درس میں حضرت مولانا نعمان خان (پرنسپل جامعہ روناہی) مولانا احمد مسعود رضا (فرزند مولانا حشمت علی خاں رحمۃ اللہ تعالی علیہ) مولانا غلام حسین، مولانا حنیف، مولانا عبدالشکور (شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور) مولانا نعیم اللہ خاں (شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف) مولانا ابوالخیر، مولانا اسلام خاں مبارکپوری، مولانا محمد احمد بھیروی ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی وغیرہ بخاری شریف تک حضرت شیخ السلام کے ہم سبق دوست رہے۔

آپ کا ایک ہم سبق ساتھی حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی نے ماہنامہ جام نور شمارہ ستمبر ۲۰۱۰ء میں تحریر فرمایا ہے کہ

،،مدنی میاں اپنی جماعت کے طلبہ میں کئی اعتبار سے منفرد تھے، کم گو، کام سے کام رکھتے تھے ،طلبہ کے باہمی مناقشات سے دور رہتے تھے، اکثر کمرے میں دیوار پر اپنے مشاغل کا نظام

الاوقات چسپاں کر رکھا تھا، جس پر وہ سختی سے عامل تھے، اسکا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ دوسرے طلبہ ان اوقات میں تضیع اوقات نہیں کرتے تھے، بلکہ گمان غالب ہے کہ اسی مصیبت سے چھٹکارہ پانے کے لئے یہ حکمت عملی اختیار کی گئی تھی۔

غالباً ۱۹۵۹ء کی بات ہے کہ میرے خوش عقیدہ پڑوسی جناب محمد احمد صاحب کے ایک رشتہ دار تازہ تازہ دارالعلوم دیوبند کی ہوا کھا کر آئے تھے، طبیعت باڑھ پر تھی، یہ جہانا گنج کے رہنے والے تھے رسمی تعارف کے بعد انھوں نے علم غیب کی بحث چھیڑ دی۔ آیات واحادیث سے نفی علم غیب کے دلائل پیش کرنے لگے۔ میں نے جواب دینا شروع کیا۔ محمد احمد صاحب نے کہا اس طرح کی بحث سے تلخی بڑھنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ سوال و جواب تحریری ہونا چاہیئے۔ صاحب خانہ کی اس بات پر ہم دونوں نے اتفاق کیا، میں نے کہا کہ میں چند سوالات حفظ الایمان کے تعلق سے کرتا ہوں، آپ جواب لکھ کر محمد احمد صاحب کے یہاں بھیجوا دیں۔ انہوں نے کہا کہ سوال کی ابتدا میری طرف سے ہوئی ہے۔ اس لئے سوال میں کروں گا۔ میں نے کہا چلئے یوں سہی۔ پھر انھوں نے پانچ چھ سوالات کی فہرست مرتب کر کے مجھ سے کہا کہ اس کا جواب تحریر کر کے محمد احمد صاحب کو دے دیجئے، یہ مجھ تک پہنچا دیں گے۔ میں نے وہ رقعہ مدنی میاں کو دکھایا، انھوں نے سوالات کے مدلل جوابات تحریر کیے۔ میں نے محمد احمد صاحب کے ذریعہ یہ تحریر جہانا گنج بھیجوا دی، دس پندرہ دنوں کے بعد جواب آ گیا، میں نے وہ جواب مدنی میاں کی خدمت میں پیش کیا، اب جواب الجواب کے ساتھ کچھ سوالات قائم کر کے حریف کو دفاعی پالے میں لا کھڑا کیا گیا۔ پھر اُدھر سے کوئی جواب نہ آیا۔ مدنی میاں نے کہا کہ مناظرہ میں دفاعی پوزیشن میں نہیں رہنا چاہیئے۔ اب جو انہیں اپنا دفاع کرنے پر مجبور کر دیا گیا تو وہی ہوا جس کی امید تھا۔

جہاں تک مجھے یاد ہے مدنی میاں نے کسی ایک پروگرام میں بھی حصہ نہیں لیا۔ کبھی شرکت بھی کی تو شدت سعال وغیرہ کا عذر کر کے بیٹھ رہے۔ قاری محمد یحییٰ صاحب کو اس کی خبر ہوئی تو انہیں بڑا دکھ ہوا۔ حضرت محدث اعظم ہند سالانہ جلسہ میں تشریف لائے تو قاری صاحب نے ان سے عرض کیا کہ حضور! ایک بات کہنا چاہتا ہوں اسے شکایت پر محمول نہ فرمائیں۔ محدث اعظم نے فرمایا کہیئے، شکایت بھی ہوگی تو سنی جائے گی۔ قاری صاحب نے عرض کیا کہ

شہزادے مشفق جلسہ میں شرکت نہیں کرتے جس کا مجھے دکھ ہے ۔محدث اعظم نے فرمایا ،،میاں مچھلی کے بچے کو تیرنا نہیں سکھاتے ،،آج جب میں اس جملے کو یاد کرتا ہوں تو محدث اعظم کا یہ قول پیشین گوئی کی صورت میں نظر آتا ہے۔دنیا جانتی ہے کہ اشرفیہ سے فراغت کے بعد مدنی میاں نے اپنی خطابت کالوہا بڑے بڑے سحبان وقت سے منوالیا،،

ڈاکٹر طارق سعید صاحب نے جام نور محدث اعظم ہند نمبر ۲۰۱۱ء میں تحریر فرمایا ہے کہ ،،زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ ہے کہ

شفیقؔ جونپوری اردوشعروادب میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے ،ذی علم شخصیت کے مالک تھے ان کے بھائی نے ایک عظیم الشان کتب خانہ سجا رکھا تھا۔ایک سے ایک نایاب کتب اس ذخیرہ کی زینت تھیں۔مولانا فضل امام جو مولانا فضل حق خیرآبادی کے والد بزرگوار تھے،علم منطق میں طاق تھے ۔ان کی ایک کتاب جو علم منطق اور اس کے مبادیات سے متعلق تھی ۔اسی کتب خانہ میں موجود تھی۔کتب خانہ سے فیض اٹھائے جانے کی دعوت واجازت عام تھی ایک شرط کے ساتھ کہ کتاب کا مطالعہ کتب خانہ میں ہی کیا جائے ۔مطالعہ کے شوقین مدنی میاں کے لئے یہ شرط کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی تھی۔انھوں نے لائبریری میں دو سے ڈھائی گھنٹہ روزانہ بیٹھنے کا فیصلہ کیا اور طے کیا کہ کیوں نہ یہ کتاب نقل کرکے ہمیشہ کے لئے اپنے پاس محفوظ کر لی جائے ۔طویل نشستوں کا سلسلہ تین دن چلا کہ مستقبل کے اس عالم منطق و فلسفہ کو برادر زادہ شفیقؔ نے کتاب ہی حوالے کردی اور کہا کہ اگر مجھے آپ کے اس درجہ اشتیاق کی خبر پہلے ہو جاتی تو آپ کو اتنی زحمت نہ اٹھانی پڑتی۔علم دوست اس پندرہ سالہ طالب علم نے عربی زبان میں لکھی ادق منطق کی کتاب کو یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ جناب یہ کتاب بطور مخطوط میرے پاس محفوظ ہوگئی،،

حضرت شیخ الاسلام کی علوم فنون میں ذوق وانہماک وعلمی گہری دلچسپی اور وسعت مطالعہ اور عمیق نظری کے طلبہ ہی نہیں ،اساتذہ بھی قائل تھے اور۔بسا اوقات علمی مسئلہ میں بلاتکلف ان سے رائے لیا کرتے ۔چنانچہ حضرت مولانا سید شاہ رکن الدین اصدقؔ مصباحی صاحب نے درس و تدریس پر گفتگو فرماتے ہوئے بیان کیا ہے کہ،،مفکر اسلام حضرت علامہ مظفر حسن صاحب ظفر ادیبی

جو بلاشبہ اپنے دور میں مرتبہ کے امام المعقولات تھے اور دور دور تک ان کا طوطی بولتا تھا، وہ شمس بازغہ لے کر مطالعے میں غرق ہیں۔ میں جب قریب سے گزرا تو آہٹ پاکر انھوں نے سر اٹھایا اور پوچھا کون ؟ میں پلٹ کر قریب ہوا اور بولا جی میں ! بولے اچھا سید صاحب ! ذرا مدنی میاں کو بلائیے گا ۔

میں نے مدنی میاں کو جو چھت پر ہم درسوں کے درمیان کسی کتاب کی تکرار میں مشغول تھے جا کر اطلاع دی اور وہ اٹھ کر چلے تو تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں بھی ان کے پیچھے ہولیا کہ آخر کیا بات ہے ؟ علامہ ظفرادیبی صاحب کے یہاں جب مدنی میاں پہنچے تو آپ نے انہیں احترام کے ساتھ بیٹھنے کو کہا۔ ادھر استاذ کے احترام میں جب یہ صرف ایک کنارے ٹک گئے تو اشارہ کر کے کہا میاں ! یہاں آرام سے بیٹھئے ! پھر کتاب ان کی طرف بڑھا کر عبارت پر انگلی رکھتے ہوئے بولے۔ ذرا دیکھئے یہاں مصنف کیا کہنا چاہ رہے ہیں ؟ مدنی میاں کتاب لے کر کچھ دیر تک دیکھتے رہے اور پھر جب اس کی وضاحت کی تو علامہ ظفرادیبیؔ صاحب کے چہرے پر تسکین وشادمانی کا خاص رنگ چھا گیا اور اطمینان بخش انداز میں گردن ہلا کر تائید کرتے ہوئے انھیں رخصت کیا۔ اس واقعہ سے جہاں مدنی میاں کی ٹھوس علمی استعداد اور منطق وفلسفہ کے ادق اور خشک مسائل پر گہری نظر کا پتہ چلتا ہے۔ وہیں اساتذہ کا ان پر کتنا اعتماد تھا اسکا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کی خداداد ذہانت وفطانت اعلی درجہ کا افہام وتفہیم کا ملکہ اور استعداد وصلاحیت دیکھ بھی طلبہ واساتذہ سمجھتے تھے کہ یہ وجود مقدس کسی زمانہ میں قبلۂ ارباب حاجات ہوگا اور اس چراغ سے ایک عالم روشن ہوگا۔

قدرتِ بے نیازی کی ادائیں کون نہیں جانتا کتنے صاحب تاج وتخت گذرے جن کو اولاد نہ ہونے کا غم مرض الموت تک کھاتا رہا اور کتنے غریب ہیں جو پرورش اولاد سے گھبرا گئے ہیں، کوئی ایسا بھی ہے جس کی منہ مانگی مراد پوری ہوئی ہے مگر اس سے راحت حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا اور موت نے تمام لذتوں کا خاتمہ کر دیا۔ کسی غریب کا گھر لٹ جائے۔ کسی بیکس کا آسرا ٹوٹ جائے۔ کسی ضعیف کا چراغ گل ہو جائے یا کسی کے ضعیفی کا سرمایہ لٹ جائے۔ کسی جواں سال کا سہارا ٹوٹ جائے مگر قدرت کی بے نیازی کے تیور میں بل بھی نہیں آتا ۔

حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی صاحب ادامہ اللہ المنان علی رئوس الانس و الجان بطول حیاتہ کیسا اللہ والا کا بچہ تھا کہ ابھی آپ دارلعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ میں زیر تعلیم ہی تھے کہ اچانک آپ کے والد ماجد، مکرم زمان محدث اعظم کے ظل عاطفت کو اللہ تعالی نے ۱۶/رجب المرجب ۱۳۸۱ھ بمطابق ۲۵/دسمبر ۱۹۶۱ء بروز دوشنبہ بوقت/ ۳۰۔۱۲/دن میں صرف آپ کے سر سے ہی نہیں بلکہ پوری دنیائے اہلسنت کے سروں سے اٹھالیا۔ اس آفتاب علم وفضل کے غروب ہونے کی خبر سراپا حزن وملال نے اہلسنت کو بے چین ومضطرب کردیا اور اس حادثہ جانکاہ نے مسلمانان ہندو پاک میں ایک ماتم برپا کردیا ۔ اس، کلام فصاحت ریز محدث، صاحب کے سننے کے لئے کان اور انکی دیدار وزیارت کی متلاشی آنکھیں اور مضطرب قلوب جس قدر آنسو بہائیں اور آہ وبکا کریں کم ہیں ؎

خاروں سے پوچھئے نہ کسی گل سے پوچھئے
صدمہ چمن کے لٹنے کا بلبل سے پوچھئے

خدا جانے وہ کونسی گھڑی تھی ؟ جبکہ اللہ تعالی نے مصیبت کو پیدا کیا تھا۔ بزدل انسان مصیبت کا نام سنکر تھرا جاتا ہے اور مصیبت کے خیال کرنے ہی پر گھٹنوں کا نپتا رہتا ہے اور سچ پوچھو تو مصیبت ہے بھی ایسی بلا جس سے خدا کی پناہ ہے۔ بہار کے دن ہوں، گلزار وچمن لہلہاتے ہوں، گلوں کی مہک اور بلبلوں کی چہک نے باغ عالم خوب بسایا ہو، آباد کیا ہو، سبزہ کو اچھی طرح سجایا ہو غرض سب کچھ ہو مگر کسی مصیبت زدہ سے پوچھو تو اسے شور بے ہنگام نظر آتی ہیں، دنیا کی ساری دلفریبیاں اس کو کاٹے کھاتی ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ مصیبت عاشقوں کی تقدیر میں لکھدی گئی ہے۔ لیکن مجھ سے پوچھو تو اسکو مصیبت کہنا ہی فضول ہے۔ محبوب کے راستہ کا کانٹا، معشوق کی گلی کا ڈھیلا عاشق کی نگاہ میں پیارا ہی ہوتا ہے۔ دیکھنے والے تو اس کو مصیبت ہی کہتے ہیں لیکن عاشق کی نظر میں وہ مصیبت نہیں ہے بلکہ وہ راحت ہے۔

صابر وشاکر مدنی فرزند شیخ الاسلام کچھوچھوی کو دیکھو کہ کیسا مصیبت کا بوجھل پہاڑ ان پر

ٹوٹ پڑا ہے کہ سر سے والد ماجد کا سایہ بھی اٹھ چکا ہے، اور تعلیمی سفر بھی جاری ہے، اور ضروریات کا بوجھ بھی سر پہ لدا ہوا ہے ایسی بے بسی کے عالم میں، ایسی بے کسی کے عالم میں حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی پر کیسی کیا گذری ہوگی۔

ہم نے تو دیکھا ہے ایسے موقعوں پر اچھوں اچھوں کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور بڑے بڑے جوانمردوں کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔مگر واہ رے مختار دوعالم محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہمنام مدنی فرزند کو اپنی یتیمی کا غم نہیں اور بیکسی و بے بسی اور محتاجی کا کچھ اثر نہیں کہ ان کی فطرت تو قدرتی تعلیم کے زیر نگرانی تھی کہ ان کی کامیابی بالکل متوقع تھی اور ان کی بڑی سے بڑی مصیبت و آزمائش و ابتلاء میں بھی ثابت قدم رہنے کا نظارہ دنیا کو بھی کرنا تھا۔لھذا آپ کی نظر قل کل من عند اللہ پر رہی اور عزیمت کی منزل پر قائم رہے۔صبر و شکر کا جبل عظیم بنکر ثابت قدم رہے۔مشاہدہ کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اس صابر و شاکر مدنی فرزند شیخ الاسلام والمسلمین، جانشین محدث اعظم ہند کچھوچھوی کی سرشت میں ہی تقوی وطہارت مضمر ہے، ان کی خمیر جس خاک سے اٹھی ہے وہ خاک پرہیزگاری کے عناصر سے خود آمیز تیار ہوئی ہے، محسوس ہوتا ہے کہ مشیت یزدی کا فیصلہ ہی یہی ہے کہ یہ بندہ شباب کو بیداری کا مژدہ تصور کرے اور آفاق کی منزل سے شباب کو صحیح و سلامت گذارنے کے لئے اسباب تقویٰ و صبر و شکر کو ہی فضیلت دے تا کہ سفر دنیا مستحسن طریقوں سے گذر سکے۔

حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کی وفات شریف وہ عظیم حادثہ ہے جس کا ہوش ربا اثر صرف خانوادۂ اشرفیہ کی قیادت اور روحانی مشن پر ہی نہیں پڑا بلکہ پوری دنیائے اہلسنت متأثر ہوئی کہ پوری سنیت چیخ اٹھی اور پکار پڑے کہ بلا شک وشبہہ حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہ کی ذات گرامی دور حاضر میں قصر سنیت کے لئے ایک ایسا ستون تھی جس کے انہدام سے پوری عمارت سنیت متزلزل ہوگئی۔یقیناً آپ کی وفات حسرت آیات دنیائے سنیت و دین وملت کا عظیم نقصان ہے جس کی تلافی مستقبل قریب میں غیر ممکن نظر آتی ہے، آپ کے سانحہ ارتحال سے دنیائے سنیت میں ایک زبردست خلا واقع ہوگیا اور سنیوں کی مجلسیں سونی ہوگئیں، آپ کی وفات شریف سے دنیائے سنیت میں جو خلا پیدا ہوگیا ہے اس کا پر ہونا بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے۔آپ کی رحلت صرف

خانوادۂ اشرفیہ ہی کے لئے باعث رنج وملال نہیں بلکہ پوری دنیائے سنیت کے لئے یہ ایک حادثہ فاجعہ وصدمۂ عظیمہ ہے جسکو برسہا برس تک امت مسلمہ فراموش نہ کرسکے گی۔

آہ! اب سے تقریباً اسی برس پہلے افق کچھوچھہ مقدسہ پر جو آفتاب علم وحکمت طلوع ہوا تھا وہ ۲۵ ؍دسمبر ۱۹۶۱ء کو گہنا گیا اور ہمیشہ کے لئے ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ افسوس دنیائے سنیت کے تاجدار نے موت کی چادر اوڑھ لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میرے سرکار ! ایک مشتاق نظامی ہی نہیں لاکھوں معتقدین، مریدین، متوسلین تمھارے غم میں اشکبار ہیں اور پوری دنیائے سنیت تمھاری رحلت پر سوگوار ہے۔

میرے خطیب ! یوپی، سی پی، بنگال، اڑیسہ، بمبئی، مدراس، آندھرا، گجرات، کرناٹک، مہاراشٹرا، راجستھان، غرضیکہ ہندو پاک، عرب وعجم میں تمھارے اٹھ جانے سے صف ماتم بچھ گئی اور تمھارے کروروں جاں نثار، فداکار بلک بلک کر، تڑپ تڑپ کر تمھارے غم میں رو رہے ہیں۔

اے میرے سرکار ! یہ خون جگر کے چند قطرے ہیں جو تمھارے بارگاہ میں نذرانہ عقیدت کے طور پر حاضر ہیں، اب مجھ میں لکھنے کی ہمت نہیں، ابھی جی بھر کر مجھے رو لینے دو پھر یہی ادادرہ پاسبان جسکو آپ نے ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھا اور اپنی زبان وقلم سے نوازا ہوا تمھاری بارگاہ میں،، محدث اعظم نمبر،، کا خراج عقیدت پیش کرے گا۔

اے ہم سے بہت دور جانے والے ! اب تم ہی پردۂ غیب سے تسکین قلب کا سامان فراہم کردے۔ ورنہ کلیجہ پھٹ جائے گا اور آنسوں کا سیل رواں لے ڈوبے گا۔

غرض کہ زمین ہندو پاک وعرب وعجم ماتم گسار تھی، چرخ کہن نوحہ گر تھا، قدسی صفات فرشتے رحمت باری کے منتظر تھے اہلسنت کا کلیجہ زخموں سے چور تھا، حق پرستوں کی آنکھ ساون بھادو کی جھڑی تھی، عقیدت مندوں کا سینہ نالاں تھا، رسول پاک کے فدائی ماہی بے آب تھے، حرمت نبوت پر جان دینے والے کراہ رہے تھے، عظمت ولایت پے مرمٹنے والے سسک رہے تھے کہ مرد مؤمن کی آہ وزاری رنگ لاکر رہی، اہلسنت کے آنسو رحم وکرم کی موسلا دھار بارش بن کر رہے کہ۔ چودھویں صدی ہجری کا آفتاب غروب ہوا اور پندرھویں صدی ہجری کا ہلال خیر وبرکت و رشد وہدایت افق مغرب پر نمودار ہوا، جاننے والوں نے ربی وربك الله سے اس کا خیر مقدم کیا اور

دعا مانگی۔ اللھم انا نسئلك خیر ھٰذہ السنة۔ اللھم انا نعوذبك من شر ھٰذہ السنة

چنانچہ شب دیجور کے پردے چاک ہوئے، پو پھٹی، گگر نمودار ہوئی، مدنی کرن ضیاء پاش ہوئی اور یکم محرم الحرام ۱۴۰۱ھ (پندرہویں صدی) کا آفتاب عالم تاب کا طلوع ہوا اور پوری تابانی کے ساتھ افق مشرق پر چمکا۔ تاج افتاء سے مزین، علم وفضل وکمال کے معراج شہرت پر نمایاں، علمائے وقت کا مشار الیہ، فضلائے زمانہ کا مرجع، رئیس المحققین، سند المتکلمین، شہزادۂ محدث اعظم ہند حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سید محمد مدنی اشرفی جیلانی نے الولد سر لابیہ کا مجسمہ، ہم شبیہ غوث اعظم جیلانی، اعلےٰ حضرت اشرفی کی صدا، عالم ربانی، شوکۃ الاسلام مولانا سید احمد اشرف اشرفی کی ادا بن کر اور اپنے پیرومرشد اہل سنت کے تاجدار، ہم شبیہ غوث الثقلین کا مختار، غوث زماں، شیخ المشائخ حضور سرکار کلاں کے روحانی وخاندانی فیوض وبرکات سے سنور کر خدمت دین حق اور تجدید واحیاء دین وملت کے لئے کمر ہمت باندھ کر سنان قلم وشمشیر لسان کے ساتھ میدان علم وعمل میں کردار وگفتار کی ایک نئی توانائی کے ساتھ اعدائے دین وسنیت کو للکارتا ہوا ابھرا۔ کچھوچھہ مقدسہ کا یہ مدنی سحاب رحمت اٹھا اور اٹھتا ہی چلا گیا۔ پھیلا اور پھیلتا ہی چلا گیا۔ برسا اور برستا ہی چلا گیا۔ دین ودیانت اور علم ودانش کی کھیتیاں سرسبز وشاداب ہوگئیں۔ نہ صرف ہندو پاک میں بلکہ ایشیاء و یورپ کے تمام مغربی ممالک میں لاتعداد شہروں، بیشمار قریوں میں بھی پہونچکر مجدد مأۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی نے ہدایت ونیابت کا فریضہ انجام دیا۔ ایمان افروز اور انقلاب آفریں خطابات دئے۔ ہر فرقہ فاسد وباطل اور ان کے ہر فقرۂ کاسد وعاطل کا قرآن و حدیث واصول معقول ومنقول سے وہ رد بلیغ فرمایا اور ایسے ایسے قوی دلائل قاہرہ وبراہین قاطعہ سے ان کے پرانچے اڑایا کہ اعدئے دین کے گھروں میں ماتم بچھ گئی۔ اور علمائے اہل سنت کے دل ودماغ باغ باغ ہو گئے اور عوام اہل سنت کے ایمان تازہ ہو گئے۔ وہ کنواں نہیں کہ کہ لوگ وہاں جا کر پیاس بجھائیں بلکہ وہ بادل ہیں جو ہر جگہ خود ہی جا کر برس پڑے، اپنوں پر برسے، غیروں پر برسے، پہاڑوں پر برسے، وادیوں پر برسے، صحراؤں پر برسے، شہروں پر برسے، ایوانوں پر برسے، جھوپڑیوں پر برسے، یہ سلسلہ بس ہو کر نہیں رہ گیا۔ بلکہ دن بدن رشد وہدایت اور ابطال باطل واحقاق حق کے سوتے پھوٹتے جا رہے ہیں۔

شرح جامع صغیر کے ارشاد کے مطابق ان المجدد انما هو ابغلبة الظن بقرائن احواله والانتفاع بعلمه۔ یعنی مجدد اپنی مجددیت کے دعوی نہیں کرتا بلکہ اس کے قرائن احوال اور اس کے علم انتفاع پر غلبۂ ظن سے پہچانا جاتا ہے ۔ یہ رازئی زماں ،سیوطی دوراں ، واقف معارف وحقائق، کاشف معانی ودقائق، جامع معقول ومنقول، حاوی اصول وفروع، مرجع العلماء والفضلاء، رئیس المحققین، سید المتکلمین، شیخ الاسلام والمسلمین کے قرائن وانتفاع بعلمہ الحال سے بتا رہا ہے کہ جانشین محدث اعظم ہند حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب ادامۃ اللہ المنان علی رؤس الانس و الجان بطول حیاتہ پندرھویں صدی ہجری کے تاج مجددیت سے سرفراز ہوئے ہیں ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ می تافت ستارہ بلندی

آج سے پاؤ صدی پیشتر جب کہ دنیائے اسلام پر دہریت، اشتراکیت، مودودیت، صلح کلیت کی بلاؤں کے طوفان ہر چہار جانب سے آرہے تھے۔ ایسے نازک ماحول اور قحط الرجالی دور میں ہماری آنکھیں اگر کسی شمع بزم ہدایت محمدی پر نظر پڑتی ہے تو ہمارا دل نہایت عجز وانکسار سے قاطع شرک و بدعت، حامی دین وملت، مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، تقدس مآب شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب ادامہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کی ذات وجاہت اور علمی حسن لیاقت اور اخلاقی علوء مرتبت کے روبرو سر تسلیم خم کرنے کی ہدایت فرماتا ہے۔ و ذالك فضل الله يئو تيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔

حضرت شیخ الاسلام کی زندگی کا خلاصہ یا نچوڑ احقاق حق و ابطال باطل اور رد بدعات و منکرات ومودودیت ہے ۔ زندگی سے مراد آپ کی تصنیف وتالیف، تحریر وتقریر اور کردار وگفتار و رفتار کے روایات جو ہم تک پہنچی ہیں کہ حضرت مجدد وقت شیخ الاسلام کچھوچھوی کے کا تجدید واحیائے دین میں نمایاں پہلو رد وابطال عقائد باطلہ کو حاصل ہے۔

حدیث شریف میں مجدد کا فرض ارشاد ہوا۔ يجدد لها دينها ۔ اور اس حدیث شریف کی شرح مناوی میں ہے يبين السنة من البدعة ويذل اهلها ۔ اور سراج منیر نے علقمی سے تجدید کا معنیٰ یہ بتایا ہے کہ ۔ احياء ما اندرس من العمل بالكتاب والسنة والامر

بمقتضاھا تجدید کا معنی اور مطلب ظاہر ہے کہ مجدد کی وسیع نظر دیکھ رہی ہو کہ مبتدعین وضالین کی ریشہ دوانیاں دین متین کے کس پہلو کو کرید رہی ہیں اور کس بدعت وضلالت کی ترویج واشاعت ہو رہی ہے اور کتاب وسنت کے کن اعمال صالحہ کا اندراس ہو رہا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کے منصب تجدید کو سمجھنے کے لئے جہاں اُس دور کے مذہبی اور سیاسی ماحول کا سمجھنا ضروری ہے۔ وہاں اُن فکری اور اخلاقی محرکات کا پیش نظر رکھنا بھی لازمی ہے جو حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کی علمی، دینی خدمات اور ان کی تصنیفات اور ان کی عظیم خطابات کے پیچھے ہیں۔ چنانچہ مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، جانشین محدث اعظم ہند حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب ادامۃ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کی عاقبت بیں وسیع نظر نے دیکھا کہ قادنیت اور مودودیت واشتراکیت کی جڑیں پھیلانے کی ناپاک جدوجہد کی جارہی ہے، قادنیت اور مودودیت واشتراکیت کی جال بچھائی جارہی ہے۔ ان کی ناپاک تحریک مسلمان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے قدم بڑھا رہی ہے۔ اسلام اور مذہب کا نام لیکر وہابیت، نیچریت، قادیانیت، مودودیت کی ایمان سوز تحریک کو پھیلا کر مسلمانوں کے حقیقی اسلام ہی ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایسے فرعونی وطاغوتی طاقتوں کے مقابلہ کشور علم وحکمت کے تاجدار، میدان خطابت کے شہسوار، پرتو محدث اعظم ہند، ضیائے عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف اشرفی، کرامت ہم شبیہہ غوث اعظم جیلانی اعلی حضرت اشرفی، عطائے غوث العالم مخدوم اشرف سمنانی حضرت علامہ شیخ الاسلام کچھوچھوی نے جس وقت سیف قلم وشمسیر لسان لے کر اعدائے دین کو للکارتا ہوا رزمگاہ حق وباطل میں اترا اور نام نہاد تحریکات کے چہروں کو ایسا بے نقاب کیا اور گمراہوں کو راہ مستقیم دکھائی کہ اپنے تو اپنے غیروں نے بھی گھٹنے ٹیک دیئے اور آپ کے علم وفضل وآگہی کے آگے جبین عقیدت جھکا دی اور آپ کے عقیدت کیشوں میں شامل ہو گئے۔

تجدید نام ہی ہے انسان کی اس صفت راسخہ کا جس کی قوت بڑی سے بڑی طاقت پر قابو یافتہ ہو کر حق وباطل کے درمیان خط امتیاز کھینچتا ہے، یہی وہ جوہر ہے جو حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کی تصنیف وتالیف اور تحریر وتقریر میں نمایاں حیثیت سے اجاگر ہے۔ یہ خدا کی ایک بخشی ہوئی طاقت ہے جو احیاء وتجدید دین وسنت کی خاطر کسی برگزیدہ بندہ کو دی جاتی ہے۔ **ذالک فضل اللہ**

یئوتیہ من یشاء۔انھیں برگزیدہ شخصیتوں میں امام اہل سنت، علامۃ الدہر، اقدس حضرت، عظیم البرکت، شیخ الاسلام والمسلمین سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی صاحب ادامہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کا نام نامی بھی ہے۔

چنانچہ آپ نے جماعت اسلامی (مودودیت) کے بانی ومحرک ابوالاعلیٰ مودودی کے ایمان سوز تحریک وتحریف کی گرفت کرتے ہوئے قرآن واحادیث اور تفاسیر واقوال ائمہ اسلام کے دلائل وبراہین بھرپور، لاجواب طرز استدلال کے ساتھ خداداد قوت واستعداد وصلاحیت سے مودودیت کو مفلوج وبے بس کر کے رکھ دیا، مودودیت کی مردودیت کو اجاگر کر کے بے نقاب کیا اور اسلام کو نکھار کر لوگوں کے سامنے پیش کر دیا جسے تجدید واحیاء دین کہتے ہیں۔

چنانچہ مجدد مائۃ حاضرہ حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی نے مودودیت کی رد بلیغ میں متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہے۔

(۱) فریضہ دعوت وتبلیغ : یہ کتاب ۳۶ ر صفحات پر مشتمل ہے۔طبع اول ۱۹۶۶ء ۔ ناشر دارالتصنیف والتالیف مبارکپور اعظم گڑھ یوپی۔

اس کتاب کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے جماعت اسلامی (مودودی) کے ایک فرد نے مجدد وقت حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی قبلہ سے تین ر ۳ سوالات کیئے جن کا خلاصہ یہ تھا کہ صحابہ وتابعین اور تبع تابعین جیسی مقدس اسلامی شخصیتیں یا تو روح اسلام سے خالی تھیں یا اسلامی مزاج سے آشنا نہیں۔لھذا رسول کے لائے ہوئے دین کو لوگوں نے اپنے ذہن ودماغ اور عقیدہ وعمل سے باہر نکال دیا اور ایک نئے اسلام کے ماننے والے بن کر رہ گئے۔انھوں نے ایک ایسے اسلام کو چن لیا جس کو اپنانے سے لادینی کی راہ اختیار کرنا بہتر تھا۔

حضرت مجدد مائۃ حاضرہ شیخ الاسلام کچھوچھوی نے فریضہ دعوت وتبلیغ سے متعلق اسلامی نظریہ کو واضح فرمایا کہ جو جس درجہ اور جس مقام کا عالم شریعت ہوگا اس کو اسی قسم کی دعوت وتبلیغ اور ہدایت واصلاح کا حق پہنچتا ہے جو اسی کے مقام کے لائق ہے اور اگر اس سے زیادہ بوجھ ڈالا گیا تو یہ تکلیف مالا یطاق ہوگا۔

(۲) اسلام کا تصور الٰہ اور مودودی صاحب: یہ کتاب ۲۰۰ ر صفحات پر مشتمل ہے۔طبع اول ۱۹۶۷ء ناشر محدث اعظم اکیڈمی کچھوچھہ مقدسہ۔اس کتاب کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ

مودودی اوران کی جماعت اسلامی کے نظریات پر یعنی ابوالاعلی مودودی صاحب کی کتاب ’’قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں‘‘ میں الٰہ، رب، عبادت، دین کی جو ایمان سوز تشریح وتوضیح اور تحقیق کی تھی۔

حضرت مجدد مائۃ حاضرہ شیخ الاسلام کچھوچھوی نے اسلام کی پہلی بنیادی اصطلاح ،،الٰہ،، کی قرآن واحادیث ومفسرین اوراقوال ائمہ اسلام کی روشنی میں تشریح وتوضیح اور تحقیق فرما کر مودودیت کی بیخ کنی فرمادی ہے۔ یہ کتاب ایک دیباچہ اور پانچ عناوین اورایک خاتمہ پر مشتمل ہے(۱) الٰہ کی لغوی تحقیق (۲) مودودی صاحب کی تشریحات کا تحقیقی تجزیہ (۳) اہل جاہلیت کا تصور الٰہ (۴) الوہیت کے باب میں املاک امر (۵) مودودی صاحب کے خیالات کا اجمالی جائزہ۔

(۳) اسلام کا نظریۂ عبادت اور مودودی صاحب: یہ کتاب ۲۲۴ رصفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول ۱۹۶۸ء ناشر محدث اعظم اکیڈمی کچھوچھہ مقدسہ۔ اس کتاب کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ مودودی صاحب کی کتاب ،، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں،، میں سے دوسری بنیادی اصطلاح نظریۂ عبادت سے متعلق قرآن واحادیث ومفسرین اور اقوال ائمہ اسلام کی روشنی میں تشریح وتوضیح اور تحقیق فرما کر مودودیت کی بیخ کنی فرمائی ہے۔

یہ کتاب مندرجہ ذیل عناوین پر مشتمل ہے(۱) عبادت کی لفظی تحقیق (۲) مودودی صاحب کی علمی خیانتیں (۳) مودودی صاحب کے دوسرے علمی جواہر پارے (۴) مودودی صاحب کی ایک غیر ضروری کوشش (۵) لفظ عبد کی تحقیق (۶) مودودی صاحب کی تشریحات کا تحقیقی جائزہ (۷) مودودی صاحب کا نظریۂ عبادت (۸) مودودی صاحب کی پریشان خیالیاں (۹) مودودی صاحب کے نزدیک ایمان کیا ہے (۱۰) عبادت کے متعلق مودودی صاحب کے مزید خیالات (۱۱) امت مسلمہ کے عوام پر برہمی اور بہتانات (۱۲) خواص امت پر بھی بیجا برافروختگی (۱۳) مسئلہ خلافت وحکومت (۱۴) لفظ عبادت کا استعمال قرآن میں (۱۵) عبادت بمعنیٰ اطاعت (۱۶) عبادت بمعنی پرستش (۱۷) عبادت بمعنی بندگی واطاعت وپرستش (۱۸) اسلام کا نظریۂ عبادت۔

(۴) دین اوراقامت دین: یہ کتاب ۳۰۴ رصفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول ۱۹۶۸ء ناشر محدث اعظم اکیڈمی کچھوچھہ مقدسہ اس کتاب کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ مودودی صاحب کی کتاب ،،قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ،، میں سے تیسری بنیادی اصطلاح ،،دین ،، سے متعلق

مودودی صاحب کے افکار ونظریات کا حضرت مجدد مائۃ حاضرہ شیخ الاسلام نے محققانہ اور ناقدانہ تعاقب فرمایا ہے کہ دین اور اقامت دین کے مفہوم کو سمجھنے میں مودودی صاحب کے قلم نے جہاں جہاں ٹھوکریں کھائی ہیں ان مقامات کو واضح اور روشن کر کے لوگوں کے لئے قلم وقدم کی لغزش سے محفوظ رہنے کا ذریعہ اور سامان ہدایت مہیا فرما دیا ہے۔

یہ کتاب بھی مندرجہ ذیل عناوین اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے (۱) دین کی لغوی تحقیق (۲) دین اور جزاء میں نازک سا فرق (۳) لفظ مذہب کی تحقیق (۴) لفظ ملت کی تحقیق (۵) مودودی صاحب کا ارشاد (۶) قرآن فہمی کے لئے چار ضروری امور (۷) انصاف پسند مفسر کا فرض (۸) موجودہ دور کا المیہ (۹) کیا قرآن کی ترجمانی ممکن ہے (۱۰) قرآن میں لفظ دین کا استعمال (۱۱) مودودی صاحب کی تشریحات کا تحقیقی جائزہ (۱۲) اقامت دین (۱۳) ایک غلط فہمی کا ازالہ (۱۴) ایک سطحی اور خطرناک روش (۱۵) مودودی صاحب کی فکری کجی (۱۶) ایک مغالطہ اور اس کی اصل وجہ (۱۷) قرآن مجید کو آنکھ کھول کر پڑھیئے (۱۸) مودودی صاحب اپنے آئینہ میں

(۵) دین کامل : یہ کتاب ۳۲ رصفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول ۱۹۶۶ء ناشر دار التصنیف والتالیف مبارکپور اعظم گڑھ یوپی۔

مجدد مائۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، اقدس حضرت، سراپا برکت شیخ الاسلام کچھوچھوی نے اس کتاب میں قرآنی آیات واحادیث کریمہ کی روشنی میں یہ ثابت فرمایا ہے کہ دین اسلام کے علاوہ سارے مذاہب خصوصاً یہودیت اور عیسائیت افراط وتفریط کا شکار ہونے کی وجہ سے کامل نہیں ہیں اور صرف مذہب اسلام ہی ہے جو افراط وتفریط سے پاک صاف ہے، اور پوری انسانیت کے درد کا درماں ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ہر قاری اس نتیجہ پر بآسانی پہنچ جاتا ہے کہ یہودیت اور عیسائیت عصر حاضر میں ناقابل عمل دین ہے اور مذہب اسلام ہی کامل ومکمل دین ہے جسکی پیروی ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔

(۶) نظریۂ ختم نبوت اور تحذیر الناس : یہ کتاب ۴۵ رصفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول ۱۹۷۴ء ناشر المیزان پبلی کیشنز۔

یہ کتاب قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس میں مذکور ختم نبوت سے متعلق نظریہ کی تردید و

تنقید پر مشتمل ہے۔حضرت مجدد دین وملت شیخ الاسلام کچھوچھوی نے اس کتاب میں قرآنی آیات و احادیث کریمہ اور تفاسیر معتبرہ کی روشنی میں دلائل وبراہین سے بھر پور۔سنجیدہ،اورٹھوس ولا جواب طرز استدلال سے چار چاند لگا دیا ہے اور منکرین ختم نبوت اور من گھڑت تاویل وتفسیر وتشریح کرنے والوں کے تابوت پر آخری کیل ٹھوک دی ہے۔

(۷)مسلم پرسنل لا یا اسلامک لا ؟ : یہ کتاب ۷۸ رصفحات پر مشتمل ہے۔طبع اول ۱۹۸۵ء ناشر المیزان پبلی کیشنز۔

مجدد دین وملت،امام اہل سنت، اعلی حضرت فی زماننا ،اعلم العلماء عند العلماء ،رئیس المحققین، شیخ الاسلام والمسلمین سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی صاحب قبلہ کی یہ کتاب دستاویزی اہمیت کے حامل ہے۔

اس کتاب میں حضرت مجدد دین وملت شیخ الاسلام کچھوچھوی نے شاہ بانو کیس سے متعلق مسلم پرسنل لا کی اصطلاح کو غلط قرار دیا ہے اور یہ واضح فرما دیا ہے کہ مسلمانوں کے پاس جو قانون ہے وہ ان کا ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا اتارا ہوا قانون ہے اور اس میں کسی قسم کی مداخلت شریعت میں مداخلت کے مترادف ہے۔حضرت شیخ الاسلام نے طلاق ونان ونفقہ اور اسلامی عائلی قوانین سے متعلق تمام ضروری مواد نہایت عمدہ اور خوبصورت انداز نگارش میں جمع فرما کر حکومت ہند کو تنبیہ فرمائی ہے کہ اسلامی قوانین پر بیجا مداخلت ہرگز نہ کریں۔

(۸)امام احمد رضا اور اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ: یہ کتاب ۷۸ رصفحات پر مشتمل ہے۔طبع اول ۱۹۸۲ء ناشر المیزان پبلی کیشنز۔ مجدد دین وملت،حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کی یہ کتاب دراصل دارالعلوم دیوبند کے سربراہ اور شعبۂ علوم قرآن کے مدرس مولوی محفوظ الرحمن قاسمی کے چھ ۶ر قسطوں پر مشتمل مضمون کا تحلیل وتجزیہ ہے جو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند میں شائع ہوا تھا۔اس کے ذریعہ ترجمہ کنز الایمان کو تفاسیر معتبرہ اور منشاء خداوندی کے خلاف قرار دیا گیا تھا۔

مجدد دین متین ،رئیس المحققین ،عمدۃ المفسرین ،سید المتکلمین ،شیخ الاسلام والمسلمین،علماء وقت کا مشار الیہ،فضلائے زماں کا مرجع ،رازی زماں،غزالی دوراں علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب ادامہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کے آہوئے قلم سے نکلا ہوا یہ نافہ مشک

باراورعطر بیز ہے۔علوم شرعیہ میں حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کی تبحر علمی اور ہمہ گیری کا ترجمان ہے۔

مجدد اسلام حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی دامت برکاتہ نے اپنی اس کتاب میں امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ پر لگائے گئے تمام الزامات کا علمی اسلوب میں عالی شان تحقیقی جوابات دیا ہے اور ترجمہ کنز الایمان کی اہمیت ومعتبریت کو واضح تر فرما دیا ہے۔جس سے امام احمد رضا کی عبقریت بھی واضح ہوتی ہے اوخود علوم قرآن میں حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کا درک واستحضار کا بھی پتہ چلتا ہے۔

(۹) مقالات شیخ الاسلام: طبع اول ۲۰۰۴ء ناشر گلوبل اسلامک مشن نیویارک امریکہ۔

یہ کتاب دراصل حضرت مجدد اسلام، شیخ الاسلام کچھوچھوی کے چند مطبوعہ مقالات کا ایک مجموعہ ہے (۱) شرح التحقیق البارع فی حقوق الشارع یعنی مختار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی اختیارات (۲) اشتراکی سوالات کے اسلامی جوابات (۳) تحریم اور فلسفہ تحریم (۴) ایک تعلیم یافتہ خاتون کے تین سوالات اوران کے جوابات۔

بلاشبہہ حضرت مجدد دین وملت شیخ الاسلام کچھوچھوی صاحب قبلہ اپنے دور میں حدیث دانی کے اعلی مقام ومنصب میں وحید العصر اور منفرد ہیں آپ کی حدیث دانی کا عالم یہ ہے کہ جب آپ حدیث بیان کرنے پر آتے ہیں تو بلاشبہہ آپ محدث اعظم ہند کا جانشین فی الحدیث والفقہ نظر آتے ہیں اور جماعت محدثین کی یاد قائم فرمادیتے ہیں۔آپ جب کبھی فن حدیث کو اپنا موضوع سخن بناتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک آنکھ بخاری کے صفحات پر ہے تو دوسری مسلم شریف کے اوراق پر ہے۔متون احادیث سے فراغت کے بعد اس کے شروح وحواشی کی طرف متوجہ ہوکر محدثانہ ،فقیہانہ، عالمانہ وناقدانہ انداز خطابت میں جواہر پارے لٹاتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ابھی امام بخاری وامام مسلم کی مجلس سے چلے آرہیں۔آپ کی محدثانہ شان وشوکت اور منصب ومقام کا صحیح اندازہ آپ کے مطبوعہ متعدد تصانیف سے ہوتا ہے کہ علم حدیث میں بھی آپ کو محیر العقول ملکہ حاصل ہے۔چنانچہ قارئین کی خدمت میں شرح احادیث کی چند مطبوعات کا اجمالی تعارف پیش کرتا ہوں جو چھپ کر مقبول عام ہوچکی ہے اور آج بھی اہل علم کے کتب خانوں میں موجود ہے۔

(۱۰) تعلیم دین وتصدیق جبریل: یہ کتاب ۱۱۰ر صفحات پر مشتمل ہے۔طبع اول ۲۰۰۴ء ناشر گلوبل اسلامک مشن نیویارک امریکہ۔

یہ کتاب حدیث جبریل کے نام سے مشہور ومعروف ہے جس کی محدثانہ وفقیہانہ توضیح وتشریح فرمائی ہے کہ علمی جواہر پارے پوری کتاب میں بکھرے پڑے ہیں جس کے مطالعہ سے تعلیم دین کے انوار وبرکات سے قلوب منور ومتجلی ہوجاتے ہیں۔

(۱۱) انما الاعمال بالنیات : یہ کتاب ۸۳ر صفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول ۲۰۰۴ء ناشر گلوبل اسلامک مشن نیویارک امریکہ۔

یہ کتاب مشہور ومعروف حدیث نیت کی محدثانہ، محققانہ توضیح وتشریح پر مشتمل ہے۔ حدیث نیت میں پوشیدہ اسرار ورموز، دقائق وحقائق، معانی ومعارف کونہایت عمدہ اسلوب میں بیان فرمایا ہے ۔جس کو پڑھنے والا حضرت شیخ الاسلام کی علمی گہرائی اور خداداد صلاحیتوں کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔

(۱۲) محبت رسول روح ایمان : یہ کتاب ۴۸ر صفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول ۲۰۰۷ء ناشر گلوبل اسلامک مشن نیویارک امریکہ۔

اس کتاب میں حضرت شیخ الاسلام نے حدیث شریف لا یئو من احد کم الخ کی محدثانہ، محققانہ توضیح وتشریح فرمائی ہے کہ جس کے مطالعہ سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اضافہ اور آداب وعظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکمل آگاہی ہوجاتی ہے اور قلب وسینہ عشق رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھوم جاتا ہے

(۱۳) الاربعین الاشرفی : یہ کتاب ۴۰۹ر صفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول ۲۰۰۵ء ناشر گلوبل اسلانک مشن نیویارک امریکہ۔

چالیس احادیث کی اہمیت وفضیلت سے متعلق بہت سی احادیث وارد ہیں اور اسی لئے متقدمین ومتأخرین علماء نے اربعین کے نام سے احادیث کا مجموعہ تیار کیا ہے اسی لئے حضرت شیخ الاسلام نے بھی چالیس احادیث کوجمع فرما کر اس کا اردو میں ترجمہ ومحدثانہ وفقیہانہ تشریح وتوضیح فرمائی ہے۔ پوری کتاب علمی نکات وفنی جواہر پاروں سے پر ہے۔

(۱۴) تجلیات سخن : یہ کتاب ۲۵۴ر صفحات پر مشتمل ہے اس کے دو حصے ہیں۔ طبع اول ۲۰۰۴ء ناشر سید محمد خالد انور ایڈوکیٹ لکھنو۔ اس میں دورائے نہیں کہ مجدد دین وملت حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ اگر ایک طرف دین متین و شریعت کے مقتدر امام اور اہل سنت وجماعت کے پیشوا ہیں تو دوسری طرف تصوف وطریقت کے

بلند پایہ و مایہ ناز مقتدا بھی ہیں۔آپ کی عظیم وجلیل شخصیت پر دنیائے اسلام وسنیت کو بجا طور پر فخر و ناز ہے مجدد دین وملت حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی قرآن وحدیث وتفاسیر کے علوم ومعارف پر مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ ایک کہنہ مشق اور عاشق رسول نعت گو بھی ہیں۔آپ کے نعتیہ کلام کا ایک ایک شعر عشق رسول کے گہرے درد وسوز میں ڈوبا ہوا ہے جو ارباب نظر واہل دل کی مضطرب روح کا سکون وقرار ہے۔

(۱۴) سید التفاسیر معروف بہ تفسیر اشرفی: بکمل چھ ۶ جلدوں میں تیس پاروں کی تفسیر۔ناشر شیخ الاسلام ٹرسٹ احمد آباد۔

مجدد دین متین، رئیس المحققین، عمدۃ المفسرین، سید المتکلمین، شیخ الاسلام والمسلمین، علماء وقت کا مشار الیہ، فضلائے زماں کا مرجع، رازی زماں، غزالی دوراں علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب ادامہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کا تحریری شاہکار اور کلام الٰہی کی تفسیری اثاثہ میں ایک شاندار اضافہ۔

ایک مجدد کے لئے اسلام میں جن علوم ظاہریہ کا تقاضا کرتا ہے وہ یوں ہے کہ علوم قرآنیہ پر وہ پوری نظر رکھتا ہو جس میں ایک طرف وہ منشاء دین سے اچھی طرح واقف ہو تو دوسری طرف تفسیر با لرائے سے محفوظ رہے، ارشادات رسول اللہ ﷺ وصحابہ کرام، ائمہ دین علمائے مجتہدین کے اقوال پر تفقہ کے ساتھ کامل نگاہ رکھے، اصول احادیث، علم اسماء الرجال سمیت علوم احادیث میں پوری پوری دستگاہ رکھتا ہو اور احادیث کا مفہوم سمجھنے سمجھانے کے لئے ائمہ کلام اور ائمہ فقہاء کے اقوال پر گہری نظر رکھے اور اصول کلام واصول فقہ میں ماہر ہو قرآن واحادیث میں ناسخ ومنسوخ اچھی طرح جاننے والا ہو اور ان علوم میں کمال کے لئے علم نحو وصرف، علم لغت وعلم بیان ومعانی اور محاورات عرب میں مہارت تامہ ضروری ہے۔

بلاشبہ پندرھویں صدی ہجری کے اس مایۂ ناز فاطمی کا چمن کا پھول، مدنی فرزند جانشین محدث اعظم ہند حضرت شیخ الاسلام سید محمد مدنی اشرفی جیلانی ادامہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کے سینے میں قرآن فہمی کی خداداد صلاحیت ودیعت ہوئی ہے۔علوم قرآن، تاویل آیات وتفسیرات سلف میں رسوخ وتبحر، استحضار وتفکر اور مفاہیم قرآن کی تعبیر وتفسیر میں محیر العقول قوت

راسخہ رکھتے ہیں، تفاسیر معتبرہ راجحہ پر بھی آپ کی گہری نظر ہے، آپ کو علم تفسیر کے تمام فروعات پر بھی ملکہ حاصل ہے۔ سلاست بیان کا تو کیا پوچھنا زبان کے تو دھنی ہیں اور انداز بیان کچھ ایسا ہے کہ تفسیر پڑھنے والے پر ایسی محویت طاری ہوجاتی ہے اور اس کو اس کے اندر اس قدر چاشنی ملتی ہے کہ وہ شروع کرنے کے بعد ختم کرنا گویا بھول جاتا ہے، ہر جملہ آنے والے جملے کا اتنا منتظر بنا دیتا ہے کہ اس کے پڑھے بے غیر تسکین ہی نہیں ہوتی۔ قرآن کے لفظی ترجموں کو تفسیر کی عبارتوں میں اس طرح سے ضم فرمادیا ہے کہ پڑھنے والا احساس نہ کرسکے اور تفسیر کے ساتھ ساتھ ترجموں کی تلاوت ہو جائے اور قرآن کا صحیح مطلب سلیس اور واضح طور سامنے آجائے۔ قرون اولیٰ سے لیکر آج تک تخریب پسند حضرات کے ذہنوں کی اختراعی اعتراضات تفسیر پڑھتے ہی ہوا ہوجاتے ہیں، آیات قرآنیہ کی تعبیر وتفسیر سے احکام شرعیہ کا استنباط اور مسائل ضروریہ وفرعیہ کا استخراج بھی ہوتا ہوا نظر آتا ہے اور مذہب حنفیہ کی قوت واضح ہوجاتی ہے اور ان معترضوں کی قلعی بھی کھل جاتی ہے جو یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ علماء احناف زیادہ تر قیاس سے مسائل کا استخراج کرتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے قرآن جس طرح ایک صائم النہار اور قائم اللیل کے لئے دلیل ومشعل راہ ہے اسی طرح ایک زمیندار وتاجر کے لئے بھی سامان ہدایت ہے۔ سلاطین سے لے کر فقراء تک کا نظام حیات اس میں مکمل موجود ہے اور موجودات کی کوئی خشک وترشئی اس کے احاطۂ بیان سے خارج نہیں ہے۔ ما فرطنا فی الکتاب من شئی ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین اور نزلنا علیك الکتاب تبیاناً لکل شئی۔ جن کی نگاہیں وسیع تھیں وہ فرمادیا کرتے تھے کہ فقہ نہیں مگر تفصیل وتبویب مسائل قرآن۔ پس مرجع کل ومنبع شرع صرف اور صرف قرآن کریم ہے یہاں تک کہ بعض مفکرین اسلام نے علم ہیئت، علم ہندسہ، علم نحو، علم طب اور دیگر علوم عربیہ کا استخراج قرآن کریم سے فرمایا ہے ان تمام علوم قرآنیہ میں علم تفسیر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے لھذا اس کو سید العلوم کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ حضرت شیخ الاسلام نے اسی نسبت سے اور نیز اس نسبت سے بھی کہ حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ نے خود قرآن کریم کی تفسیر شروع فرمایا تھا کہ ابھی آپ نے فقط تین پارے ہی کی تفسیر لکھی تھی کہ اچانک اللہ کو پیارے ہوگئے اسی طرز پر اسی انداز کے اسی کا مکمل نمونہ اسی کا آئینہ اسی لب ولہجہ میں ایسا لگتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام قبلہ حضور محدث اعظم ہند

کے ہاتھ میں چوں قلم در دست کاتب ہیں۔اور نیز اس نسبت سے بھی کہ حضور محدث اعظم ہند کا تخلص سیدؔ تھا اور نیز اس نسبت سے بھی کہ ہم شبیہہ غوث اعظم جیلانی ، پروردہ ونظر کردۂ سہ محبوباں ،حضور محدث اعظم ہند کے مربی ومرشد اور نانا جان سید شاہ علی حسین قدس سرہ کا تخلص اشرفیؔ تھا اس تفسیر عالیشان کا نام سید التفاسیر معروف بہ تفسیر اشرفی سے موسوم فرمایا ہے۔

آپ کی تفسیر اشرفی پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مجدد اسلام حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی نے علمائے متقدمین ومتأخرین کی تفاسیر کے جواہر پاروں اور ان کے لب لباب کو خطابت وسلاست کا جامہ پہنا کر نذر قرطاس کر دیا ہے۔روایت ودرایت کا ایسا حسین امتزاج کہ جہاں ایک طرف سعدی کی زبان کی شیرینی تو دوسری جانب امام رازی وغزالی کے حسن تدبیر کے جلوے اور مذہب حنفیت کی قوت کے قدرتی نظارے اسی سید التفاسیر معروف بہ تفسیر اشرفی کے مخصوصات سے ہیں۔

حضرت رئیس المحققین شیخ الاسلام والمسلمین کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس و الجان بطول حیاتہ نے شروع سے آخر تک اس بات کا خیال رکھا ہے کہ اس سے پڑھے بے پڑھے سب یکساں طور پر فائدہ حاصل کر سکیں حتیٰ کہ ناخواندہ حضرات کو پڑھ کر صرف سنا دیا جائے تو وہ بھی اس کو پورے طور سمجھ سکتے ہیں یہ ایک ایسی انفرادی خصوصیت ہے جو اس تفسیر اشرفی کو اردو کے سابق تفاسیر پر ممتاز کر دیتی ہے۔

جس طرح مجدد دین وملت اعلی حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے شاگرد رشید حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کا ترجمہ قرآن کریم ،،معارف القرآن،، دیکھ کر فرمایا تھا کہ شہزادے اردو میں قرآن لکھ رہے ہو۔ائے کاش اگر آج امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ موجود ہوتے اور حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کی اس تفسیر ،،سید التفاسیر معروف بہ تفسیر اشرفی ،،کو دیکھ لیتے تو بلا شبہہ آپ ضرور فرماتے کہ،،شہزادے آپ اردو میں جلالین لکھ رہے ہو،، ؎

مدت کے بعد ہوتے ہے پیدا کہیں وہ لوگ
مٹے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

ایک مجدد کو صحت مند عقائد،تقوی آمیز عمل اور علوم شرعیہ کے ساتھ بصیرت اسلامیہ وتفقہ فی

الدین بکمال عطا کیا جاتا ہے جو تجدید واحیاء دین کی جان ہے اور یہ وہ نور ہے جس کی روشنی میں اسلامی دائرہ میں رہکر محیر العقول کارنامے انجام دیتا ہے جس سے دوسرے اذہان خالی ہوتے ہیں۔

الحمدللہ دنیا نے دیکھ لیا کہ رب کریم ورحیم نے حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کی آرزو وتمناء کو پوری فرما دیا اور دنیائے اہلسنت پر بے پایاں احسان وکرم فرمایا کہ پندرھویں صدی ہجری کا تاج مجددیت سے شہزادۂ محدث اعظم ہند حضرت شیخ الاسلام مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کو ۴۲ رسال کی عمر مبارک میں سرفراز فرمایا جس کا وعدہ مختار دوعالم محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان مبارک پر کیا گیا تھا۔جس نے اپنی حیرت انگیز انقلاب سے امت مسلمہ کی اصلاح کی خاطر ہر جگہ پہنچ کر بادل بن کر جھوم جھوم کر برسے اور تاریکیوں کو دور کر دیا، اور اسلام وسنیت پر چھاپہ مارٹولیوں، انسانیت کے غارتگروں کو گھیر گھیر کر وہ ضربیں لگائیں کہ وہ دم توڑنے پر مجبور ہو گئے۔امت مسلمہ کا رشتہ محبت اس کے محبوب رسول ﷺ کے ساتھ اسطرح استوار کر دیا کہ اس وساطت سے عبد ومعبود کے تعلق میں رخنہ اندزی ختم ہو جائے اور ہر مسئلہ کو صبح روشن کی طرح ایسا عیاں کر دیا کہ حیرانی و پریشانی کافور ہوگئی۔عالمین اسلام کو ایمانی وروحانی، علمی وعملی سکون واطمینان نصیب ہوا ؎

تمھیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
امام اہل سنت نائب غوث الوری تم ہو

حضرت شیخ الاسلام جب منبر خطابت پر جلوہ گر ہوتے ہیں تو شہنشاہ بغداد کی بھیک برستی ہے ،خواجۂ خواجگاں سرکار اجمیر شریف کا صدقہ نچھاور ہوتے ہیں۔اعدائے دین کی طرف روئے سخن پھیر دے اور ترکش سنبھال لے تو باطل کا دل دہل جاتا ہے،صف اعداء کو درہم برہم کر دیتے ہیں، ایک ایک کا سینہ چھید دیتے ہیں۔وہ بولے تو باعظمت معلوم ہوتا ہے اور جب چپ ہوجائے تو وقار و طمانیت قدم چومتی ہے۔

آپ کی خطابت میں علمی نکات ومعارف کے پہلو بہ پہلو خیالات کی پاکیزگی، افکار کی بلندی، علمی مصطلحات کی آسان تفہیم کے ساتھ اسلوب بیان کی فراوانی، برجستگی وچاشنی اور احقاق حق و ابطال باطل کے جوہر کی فراوانی رہا کرتی ہے اور خطابت کی شان وہ کہ اقلیم خطابت کے تاجدار حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کا طرز تخاطب کا مکمل نمونہ، وہی اسلوب بیاں، وہی زور استدلال، وہی

تفہیمات احادیث کریمہ، وہی رموز واسرار تفاسیر اور جزئیات فقہیہ کے شواہد کا ذخیرہ۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کی زبان ہے اور مضمون حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کا ہے۔

حضرت علامہ مولانا شاہد رضا اشرفی صاحب نے حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کی تبلیغی خدمات یورپ وامریکا کے حوالے سے تفصیلات پیش کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

جانشین مخدوم الملت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ، شیخ الاسلام، برہان المتکلمین، دنیائے خطابت کے شہر یار حضرت رہبر شریعت، ہادئی طریقت، علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کا نام مشرق ومغرب میں اہل اسلام کے حلقہ میں معروف ومشہور ہے۔آپ نے برصغیر کے سرحدوں سے نکل کر مغرب ممالک میں بھی تبلیغ دین کا ناقابل فراموش کارنامہ انجام دیا ہے۔میری معلومات کے مطابق مغربی دنیا میں آپ کی تبلیغی مساعی کا آغاز ۱۹۷۴ء میں آپ کے دورۂ برطانیہ سے ہوتا ہے۔

حضرت علامہ شاہد رضا اشرفی صاحب نے حضور شیخ الاسلام کے غیر ممالک دینی تبلیغی اسفار و دوروں کو تین پہلوؤں سے ایک جائزہ پیش کیا ہے کہ۔(۱) حضور شیخ الاسلام کا طرز تبلیغ و ہدایت (۲) حضور شیخ الاسلام کے دینی تبلیغی دوروں کی انفرادیت (۳) حضور شیخ الاسلام کے دینی تبلیغی دوروں کے اثرات۔

حضور شیخ الاسلام کا طرز تبلیغ وہدایت: آپ کی تبلیغی سرگرمیوں اور اشاعت اسلام کے حوالے سے آپ کی کاوشوں کا مرکزی محور عوامی جلسوں سے آپ کا خطاب اور دینی اجتماعات میں آپ کی تقاریر ہیں۔ان تقاریر میں آپ زیادہ تر اہل سنت وجماعت کے اعتقادیات اور معمولات پر گفتگو فرمائے ہیں۔آپ کے طرز خطابت کی یہ خصوصیت ہے کہ عوام وخواص یکساں طور پر مستفید ومستفیض ہوتے ہیں۔تقریر کو تدریس اور تدریس کو تقریر بنانے کا فن عصر حاضر میں کے مبلغین میں آپ نے ہی متعارف کرایا ہے۔عقائد پر گفتگو کے دوران علم کلام کے بعض علمی مسائل کو عوامی ذہن میں اتار دینے کا فن آپ کو بخوبی آتا ہے۔اس باب میں تفہیم وتسہیل کے مختلف مراحل سے گزرنے کے لئے آپ بیحد دلچسپ مثالیں پیش کرتے ہیں اسطرح کہ بعض مثالوں کے آپ خود ہی موجد ہیں۔

آپ کا پیرایۂ بیان آسان بھی ہے اور دلنشیں بھی۔آپ کے وعظ کا سامعین کے دل ودماغ پر

بیحد گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔لاکھوں ذہنوں کو آپ کے خطاب دل نواز نے دینی وروحانی انقلاب سے دو چار کیا ہے۔آپ کے طرز تبلیغ و ہدایت کی یہ خصوصیت ہے کہ بہت بڑی تعداد میں لوگوں کو آپ ،،قائل،، کے ساتھ ساتھ،،مائل،،بھی فرمالیتے ہیں،،از دل خیز دو بر دل ریزد،، کا،،جلوہ،،آپ کے جلسوں میں بڑی آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے۔

اپنی تقریروں میں بسا اوقات آپ مذہب حق اہل سنت وجماعت کے حریفوں اور اکابرین اہل سنت وجماعت کے رقیبوں کا بڑے شدومد کے ساتھ تعاقب کرتے ہیں اور سامعین وحاضرین پر اپنے اکابرین کی حقانیت وصداقت کو مدلل انداز سے ثابت کردیتے ہیں۔

آپ کے طرز تبلیغ وہدایت ایک بڑی خوبی،،طنز ومزاح،،کے وہ لطیف اور تیکھے اشارے ہیں جن سے آپ اپنی تقریر کو سامعین کے لئے پرکشش بناتے ہین اور جاذبیت کے پیرایہ کو زعفران زار بنا کر دل ونگاہ کو اپنی گفتگو کا اسیر بنا لیتے ہیں۔لیکن کمال یہ کہ آپ کی شائستگی کے معیار پر کبھی کوئی آنچ بھی نہیں آنے دیتے ہیں۔علمی ولسانی لطائف سے محفلوں کو تفریح طبع فراہم کرنا اور ساتھ ساتھ مقاصد ومطالب کے حدود کا مکمل خیال رکھنا حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی ادامہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کے عوامی خطابات ایک منفرد اور فقید المثال وصف وکمال ہے۔

حضور شیخ الاسلام کے دینی تبلیغی خطابات اور دوروں کی انفرادیت:

برطانیہ ودیگر ممالک میں حضرت شیخ الاسلام کے دینی تبلیغی خطابات اور مجالس سے ہزاروں افراد کو رب قدیر نے ہدایت عطا فرمائی ہے۔فکر ونظر اور گفتار وکردار وسلوک کے اصلاح وتزکیہ کا ایک تحریکی نظام آپ کی بدولت اس خطہ میں آباد مسلمانوں کو میسر آیا ہے۔

مغربی ممالک میں سیکولر نظام تعلیم اور نسبتاً زیادہ لچکدار معاشرہ رہنے کے باعث ذہنوں میں اٹھنے والے بہت سے اہم یا غیر اہم سوالات کے جوابات کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ نے مغربی معاشرہ کی اس ضرورت کو ایک مدبر اور دور اندیش مبلغ اسلام کی حیثیت سے تسلیم کرکے اپنی دینی تبلیغی دوروں میں اپنے نیازمندوں کے گھروں پر سوال وجواب کی ان بے حد مفید مجالس کے قیام کو ضروری قرار دیا اور ابتدائی پندرہ سالوں میں عوامی خطابات کے ساتھ ساتھ ان مجالس میں بڑی

پابندی سے حصہ لے کر ہزاروں مشکوک ذہنوں کا تزکیہ فرمایا اور بیشمار پیاسوں کو عقائد اہل سنت و معمولات اہل سنت واعمال صالحہ کی ارشاد ہدایت کے جام سے سیراب کیا۔لیسٹر Leicester برطانیہ میں اپنے بارہ/۱۲ سال قیام کے دوران میں نے خود ان مجالس کے انعقاد میں حصہ لیا ہے ۔جہاں عموماً کسی عقیدت مند کے گھر پر نماز عشاء کے بعد کھانے کا اہتمام ہوتا، بڑی تعداد میں لوگوں کو دعوت دی جاتی۔علماء ائمہ مساجد، تاجر پیشہ حضرات، ڈاکٹرز، وکلا، اساتذہ بزرگ ونوجوان جمع ہوتے اور کھانے کے بعد دو سے تین گھنٹوں کی طویل نشست ہوتی، جس میں مختلف نوعیت کے سوالات پوچھے جاتے اور حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ علم وعرفان کی مسند ارشاد وافتاء سے اشرفی فیوض وبرکات تقسیم فرماتے۔تسلسل کے ساتھ منعقد ہونے والی ان کارنر میٹنگ نے برطانیہ بھر میں اہل سنت و جماعت کو بے حد فائدہ پہنچایا ۔انہیں اپنی مذہبی شناخت میسر آئی۔عوامی جلسوں اور ان میں علمائے اہل سنت کی تقاریر کی اہمیت و ضرورت اپنی جگہ پر مسلم ہے۔لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کی ان مجالس نے برطانیہ ودیگر مغربی ممالک میں ایک باشعور سنی معاشرہ کی تشکیل میں ایک تاریخی اور منفرد کردار ادا کیا ہے۔

مجدد اسلام حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کی علمی مجالس برطانیہ کے بہت سے شہروں مثلاً۔لندن London برمنگھم Birmingham مانچسٹر Manchester بولٹن Bolton بلیک برن Blackburn پریسٹن Preston لنکا شائر Lancashire بریڈ فورڈ Bradford ڈیوز بری Dewsbruy وغیرہ میں منعقد ہوتی رہی ہیں جہاں بعض اوقات سیکڑوں میل کی دوری سے بھی اصحاب ذوق شرکت کے لئے آتے رہے ہیں۔

سنی دینی رہنمائی، روحانی فیوض وبرکات اور مذہبی ارشاد وہدایت کا یہ اشرفی حلقہ مجدد اسلام حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ نے شمالی امریکہ میں نیویارک Newyork نیوجرسی Newjersey شکاگو Chicago اور ہیوسٹن Houston میں کناڈا کے مشہور شہر ٹورانٹو Toronto ہالینڈ کے شہروں، ایمسٹرڈیم میں بلجیم کی راجدھانی برسلز Brussels اور فرانس کے دارالحکومت پیرس Paris میں بھی اپنے دینی تبلیغی دوروں کے دوران

اسی شان سے فکر ونظر، گفتار ورفتار، کردار وسلوک کے اصلاح وتزکیہ کا تحریکی نظام کو قائم رکھا جس کے نتیجہ میں ہزاروں افراد کو دیار غیر میں بھی عقیدہ ومسلک اہل سنت وجماعت کی سلامتی حاصل ہوئی ہے نیز انہیں اخلاقی وروحانی اعتبار سے صراط مستقیم پر چلنے کا حوصلہ ملا ہے۔

مجدد اسلام حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی ادامہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ منبر ارشاد وہدایت سے تقریر کر رہے ہوں یا مسند عرفان وسلوک وطریقت سے نجی مجالس میں محو گفتگو ہوں انہوں نے ہمیشہ تحقیق واعتبار کے معیار کو مدنظر رکھا ہے۔ دلائل وحوالوں سے عاری اور تحقیق وتدقیق سے خالی نہ آپ کا خطاب ہوتا ہے نہ ہی آپ کی گفتگو۔ آپ کی محفلوں کے شرکا اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اپنے نقطۂ نظر کو بیان کرنے کے لئے آپ الفاظ سے کھیلنے کے بجائے قرآنی آیات کی تلاوت اور حدیثوں کے مختصر وطویل متن کو روانی سے اپنی گفتگو کا حصہ بناتے ہیں ۔مفسرین ومحدثین کی کتابوں کی عربی عبارات اور پھران کا سلیس ترجمہ بے تکلفی سے اپنے خطاب کا جز بنا کر اہل علم کو تسکین فراہم کرتے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے مغربی ممالک میں بھی اپنے سامعین وشائقین کا ایک مخصوص حلقہ بنایا ہے۔

اس میں علماء ومشائخ، بیرسٹر، وکلا وپروفیسرز وڈاکٹرز، طلبہ واساتذہ، عوام وخواص سبھی شامل ہیں۔ مجدد اسلام حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی نے اپنی تبلیغی کاوشوں سے مغربی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اکابرین اہل سنت وجماعت سے روشناس کرانے کا ایک منفرد کارنامہ انجام دیا ہے۔

مغربی ممالک میں مجدد اسلام حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی کے تبلیغی دوروں کا جائزہ لینے والوں نے ایک اور بات واضح طور نوٹ کی ہے کہ آپ کا تعلق مبلغین کے اس حلقہ سے ہے جن کے یہاں قول وعمل اور کردار وگفتار کی انتہائی محکم مطابقت پائی جاتی ہے۔ مغرب میں آباد مسلمانوں کو عقائد وایمان کے تحفظ کے ساتھ ساتھ کردار وتہذیب کے بچاؤ کی بھی سخت فکر لاحق ہے، وہ ایسے رہنماؤں کے متلاشی ہیں جو اسلام کی تبلیغ اپنے علمی جاہ وجلال کے ساتھ اپنے کردار وعمل سے بھی کرسکیں ۔مغرب کی وادیوں میں عشق مصطفیٰ کی تبلیغ کرنے والوں میں اس لحاظ سے حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کو بڑی پذیرائی ملی ہے کہ وہ شکل وصورت، لباس وپوشاک، وضع وقطع، نشست وبرخاست، پاک بازی، پاک دامنی، راست گوئی ونرم خوئی، شفقت ومحبت کا ایک جاذب نظر مرقع ہیں

۔صوم وصلوۃ کے پابند ہیں،اسلاف کی یادگار ہیں۔آپ کی محفل میں شریک ہونے والے حضرات آپ کی زیارت و ملاقات سے بھی بہت کچھ حاصل کر لیتے ہیں۔صوفیہ کے یہاں غالباًاسی کو ،،فیضان صحبت،،کا نام دیا گیا ہے۔ڈاکٹر اقبال کے الفاظ میں حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کے یہاں،،فیضان نظر،،بھی ہے اور،،مکتب کی کرامت،،بھی۔

آپ کے دینی تبلیغی دورے کے حوالے سے ایک بات یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عموماً حضور شیخ الاسلام کے پروگراموں میں شریک ہونے والوں کا اور آپ سے ملاقات کرنیوالوں کا یہ متفقہ تبصرہ ہے کہ آپ اپنی ذات اور اپنی دینی وروحانی شخصیت میں ایک منظم ومرتب حیثیت کے حامل ہیں ۔آپ کا طریقۂ کار آپ کی فکر اور آپ کا نصب العین کسی بھی طرح کے تضاد کا شکار نہیں ہے۔

آپ کی تمام تقریروں کا،آپ کی مجالس کی گفتگو کا،آپ کی دعوتی تحریک کا مقصد ومحور تغیر و تبدل سے بالا ہے۔آپ جہاں جاتے ہیں وہاں آپ کا پیغام اور آپ کی دعوت کا منشاء ایک ہی ہوتا ہے۔اسی کے ساتھ آپ اپنے نظام الاوقات کے پابند ہیں۔جلسوں اور دعوتوں میں آپ کی تشریف آوری سے تقریباً گھڑیاں ملائی جاسکتی ہیں۔آپ کو کسی پروگرام میں منتظمین نے خطاب کرنے کا وقت اگر ۵ بجے کا دیا ہے تو آپ ۵۵۔۴ پر وہاں موجود ہوجاتے ہیں،اگر آپ کو تقریر کا وقت ایک گھنٹہ بیس منٹ دیا گیا تو اپنی پوری گفتگو آپ ایک گھنٹہ انیس منٹ میں مکمل فرمالیں گے۔ وقت اور نظام الاوقات کی یہ پابندی آپ اپنی تبلیغی زندگی کے پہلے روز سے ہی کررہے ہیں ؎

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے

مغربی ممالک میں شیخ الاسلام کی دینی تبلیغی دوروں کے اثرات:

حضرت شیخ الاسلام گزشتہ ۴۰ سالوں سے مغربی ممالک کے دورے کررہے ہیں۔اس طویل عرصہ میں انھوں نے مغربی ممالک میں آباد برصغیر سے تعلق رکھنے والے تارکین وطن پر بڑے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔اردو بولنے اور سمجھنے والی مسلم آبادی کا وہ حصہ جن کا علم و روحانی رشتہ صوفیہ برصغیر سے جڑا ہوا ہے حضرت مجدد وقت شیخ الاسلام کے دینی تبلیغی کاوشوں کا براہ

راست محور ہے بالواسطہ نو مسلم انگریزوں تک بھی آپ کا پیغام ایک محدود سطح پر پہنچتا رہا ہے۔آپ کے نوجوان تعلیم یافتہ ایشیائی نیازمندوں کا ایک گروہ آپ کی تقاریر کا خلاصہ انگریزی میں منتقل کر کے اسلام میں دلچسپی رکھنے والے انگریزوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا رہا ہے اس وقت سنیت جو نکھرا ہوا تصور اس خطہ میں آباد ایشیائی مسلمانوں کی آبادی میں موجود ہے اس میں حضرت مجدد وقت شیخ الاسلام کی دینی وروحانی قیادت کا حصہ ہے۔الحمدللہ آج برطانیہ میں اہل سنت و جماعت کے سیکڑوں علماء ومشائخ ،ائمہ وحفاظ ،مقررین ومبلغین اور مصنفین واساتذہ دینی خدمات دے رہے ہیں۔آج دین وسنیت کے گلشن میں یہاں جو بہار آئی ہے اس میں مجدد مائۃ حاضرہ،مؤید ملت طاہرہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی ادامہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کا خون جگر شامل ہے۔

بارگاہ خداوندی میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے اور آپ کا سایہ تمام اہل سنت وجماعت پر دراز فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور شیخ الاسلام **سید شاہ محمد مدنی** اشرفی الجیلانی مدظلہ النورانی ،:

عالم اسلام کی ایک یگانۂ روزگار شخصیت

ڈاکٹر عبدالحمید اکبر

صدر شعبۂ اردو و فارسی گلبرگہ یونیورسٹی گلبرگہ

حضرت سید شاہ محمد مدنی اشرفی الجیلانی عمت فیوضہم کی ولادت شبِ یکشنبہ مؤرخہ یکم رجب المرجب ۱۳۵۷ھ کچھوچھہ شریف جیسی روحانی علمی اور تہذیبی ماحول میں ہوئی۔ آپ کا بچپن نہایت شائستہ، شگفتہ، سنجیدہ، شفافیت اور نفاست سے پُر تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطنِ مالوف کچھوچھۂ مقدسہ ہی میں مکتبِ جامعہ اشرفیہ میں ہوئی۔ جہاں مولوی امام علی، حافظ درگاہی، مولوی نبی حسن خاں، والدِ بزرگوار حضور محدثِ اعظمِ ہند کے علاوہ اپنی مادرِ مشفقہ ولیۂ کاملہ کی خصوصی توجہ اور ٹھوس تعلیم و تربیت نے آپ کے تعلیمی سفر کو معیار و اعتبار بخشنے میں مہمیز کا کام کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے والد بزرگوار حضور محدثِ اعظمِ ہند نے آپ کو الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں حضور حافظِ ملت جلالۃ العلم علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی کی نگرانی میں ۱۰ رشوال المکرم ۱۳۷۱ھ میں دے دیا۔ اُس وقت حضور شیخ الاسلام کی عمر بابرکت چودہ سال تین ماہ دس دن کی تھی۔

آپ کے اساتذۂ کرام میں بانیٔ اشرفیہ اور حضور محدثِ اعظمِ ہند کے علاوہ دیگر مقتدر علماء مثلاً صدر الصدور علامہ غلام جیلانی اعظمی، شمس العلماء مصنف قانونِ شریعت قاضی شمس الدین جون پوری، فضیلت العلم علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی، جامع معقولات حضرت علامہ حافظ عبدالروف بلیاوی، بحر العلوم علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی، ادیبِ شہیر مفکر اسلام حضرت علامہ مظفر حسن ادیبی، اشرف العلماء حضرت مولانا سید حامد اشرف، رئیس القراء حضرت مولانا قاری یحیٰ اعظمی اور سعدیٔ زماں حضرت مولانا سید شمس الحق اعظمی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

طالبِ علمی کے دوران حضور شیخ الاسلام کا یہ وصفِ خاص رہا کہ مطالعہ کے بغیر کوئی درس نہیں لیتے اور تکرار کے بغیر دوسرا سبق نہیں لیتے تھے۔ پھر سبق ہو جاتا تو اپنے ہم جماعت ساتھیوں

کو پڑھایا کرتے تا کہ اگر نہ سمجھا ہو تو سمجھ لیں یا سمجھادیں۔ مبارک پور کے اس دس سالہ عرصہ میں تعلیم و تعلم کے سوا آپ نے کسی بھی تحریک و تنظیم میں حصہ نہیں لیا۔ ہر سال اپنی جماعت میں نہایت با صلاحیت اور نمایاں کامیابی کے حقدار ثابت ہوئے۔ اپنے اساتذۂ کرام کا حد درجہ احترام ملحوظ رکھتے کبھی بھی اور کسی بھی طرح کے محاذات قائم نہیں فرمائے اور نہ ہی گروپ بندی میں دلچسپی دکھائی۔ صرف تحصیل علم ہی حضرت کا مقصد و منہج رہا۔ نصابی کتب کے علاوہ دوسری معاونِ علمی وادبی کتب کا مطالعہ آپ کے مزاج کا حصہ رہا۔ حصولِ تعلیم کا ایک سال ابھی باقی رہ گیا تھا کہ شفیق والدِ بزرگوار کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ صبر و استقامت کا پیکر بنے حضور شیخ الاسلام نے سلسلۂ تعلیم جاری رکھا اور امتیازی کامیابی حاصل فرمائی۔ بتایا جاتا ہے کہ آپ تعطیلات کے دوران بھی کھیل و تفریح کے بجائے مختلف غیر درسی علمی وادبی کتابوں کے مطالعہ میں مستغرق رہتے۔ نمازِ عصر و مغرب کے بعد کا وقت بھی اکثر و بیشتر شعر و شاعری میں گذرتا۔ جو بھی کتاب زیرِ درس رہی اُسے مکمل پڑھ لیا۔ اُستاد تو مقررہ باب ہی تک پڑھا دیتے لیکن آپ اپنی استعداد کے مطابق اُس کی تکمیل فرمادیتے۔ میزان سے لیکر بخاری شریف تک ہر جماعت میں ذکی الفہم ساتھیوں کی کمی نہیں تھی لیکن آپ کی فکر و فراست سب پر غالب رہتی۔

سندی تعلیم کی تکمیل کے بعد جلسۂ تقسیم اسناد و دستارِ فضیلت میں سارے اساتذہ اور طلبہ کو تشویش تھی کہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی جنہوں نے کبھی تقریری پروگراموں میں حصہ نہیں لیا تھا اب وہ سند لینے کے بعد کیا بھلا تقریر کرسکیں گے۔ مگر جب مدنی میاں نے تقریر فرمائی اُن کے دلائل و براہین کی ترتیب و تنظیم لفظوں کے انتخاب اور طریقۂ پیش کش اتنا دلکش اور دلچسپ تھا گویا فنِ خطابت کے جواہر و گواہر بکھیر دیئے۔ جلسہ گاہ میں موجود سبھی شیوخ اساتذہ اور طلباء کی حیرانی کے ساتھ شادمانی کا منظر بھی بڑا دیدنی تھا۔ مخدوم الملت حضور محدثِ اعظمِ ہند کے عرسِ چہلم منعقدہ ماہ شوال المکرم ۱۳۸۱ھ مطابق مارچ ۱۹۶۲ء کے موقع پر اکابر علماء و مشائخ کے اجتماعِ کثیر میں حضور شیخ الاسلام کو ان کے والدِ بزرگوار کا جانشین منتخب فرمایا۔ جب کہ آپ کو بیعت و خلافت آپ کے حقیقی ماموں حضرت شیخ المشائخ علامہ الحاج الشاہ سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی سرکارِ کلاں سے حاصل ہے۔ بیعت و ارادت کی یہ روحانی رسم ۲۶؍شوال المکرم ۱۳۸۱ھ میں انجام پذیر ہوئی۔ سید العارفین اعلیحضرت سید شاہ علی حسین اشرفی ہم شبیہ غوثِ اعظم علیہ الرحمہ کے بقول آپ کے مرشد

ولئ کامل تھے۔

حضور شیخ الاسلام کی بے پناہ مقبولیت میں جہاں ان کی گراں قدر علمی تصنیفات شامل ہیں وہیں حضرت کی بے مثال خطابت بھی خاصی اہمیت رکھتی ہے۔حضرت کے خطابات موضوعات کے اعتبار سے زمانے کی ضرورت کو پورا کرتے نظر آتے ہیں۔جب کہ مواد کے لحاظ سے مسلکِ حق ،مذہبِ مہذب اہلِ سنت و جماعت کی حسین تعبیرات وتشریحات کا گویا ایک خوش نما گلدستہ ہوتے ہیں۔اُسلوب اتنا دلکش اور دلنشین ہوتا ہے کہ روزمرہ اور باتوں باتوں میں عقیدہ ومسلک کے کئی ایک مسائل بہ اندازِ شیریں حل ہوتے نظر آتے ہیں۔دلائل اور براہین کتابوں میں علمی انداز سے بیان کئے گئے ہیں لیکن حضرت شیخ الاسلام کی شان خطابت کے قرباں کہ عالم اور عامی سبھی کو یکساں طور پر دینی معلومات کا ایک خزینہ ہاتھ آجاتا ہے۔دورانِ خطابت حضرت شیخ الاسلام خود اپنے اشعار پڑھتے جاتے ہیں اور بہت خوب پڑھتے ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار کو اسی جگہ پیش کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔کبھی کبھی دوسرے شعراء کے شعر بھی برمحل اور ایک خاص کیفیت کے ساتھ پڑھتے ہیں جو حضرت کی زبان سے بہت اچھا لگتا ہے۔مثلاً اصغر گونڈوی کا یہ شعر :ـ

اگر خموش رہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے   جو کچھ کہا تو تیرا حسن ہو گیا محدود

اور کبھی امام اہلسنت اعلحضرت فاضلِ بریلوی کا یہ شعر :ـ

آحکم نافذ ہے تیرا سیف تیری خامہ ترا   دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا ترا

حضرت شیخ الاسلام کی خطابت کی ایک نرالی اور منفرد خصوصیت یہ ہے کہ دورانِ خطابت جب جب بھی کوئی مسئلۂ دینیہ وشرعیہ ثابت فرماتے ہیں ساتھ ہی درودِ شریف اپنے والہانہ انداز میں پڑھتے جاتے ہیں بالفاظِ دیگر کسی ایمانی مسئلہ کا حل فرما کر درود شریف جیسی عبادت اور ذکر میں مسرور نظر آتے ہیں۔اور یہ وصف خاص کسی دوسرے خطیب میں دنیا نے نہیں دیکھا۔آپ کے خطابِ نایاب میں کہیں کہیں مزاح کی چاشنی اور طنز کی کاٹ بھی آپ کے خطاب کا حصہ بنتے دکھائی دیتے ہیں۔چنانچہ اپنی اس منفرد وفقید المثال خطابت کے حوالے ہندوستان ہی نہیں بیرونِ ہند مثلاً لندن، یوروپ امریکہ وساؤتھ آفریقہ وغیرہ کے مختلف ممالک کا تبلیغی وروحانی دورہ فرمایا۔اس طرح عالمِ اسلام میں آپ کی شناخت اہلسنت و جماعت کے ایک دانشور عالم،مفتی

،مفسر،محدث،فقیہ،متکلم،محقق،روحانی پیشوا،مصنف اور شاعر کی حیثیت سے ہوچکی ہے۔

چنانچہ پوری دنیا میں آپ کے مریدین اور معتقدین کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔اور تقریباً ایک ہزار آپ کے ایسے خلفاءِ کرام ہیں جن میں سجادہ گان، علماء،صوفیہ، اساتذہ، مفتیان، مناظرین، محققین، عاملین اور کاملین سبھی شامل ہیں۔جو حضرت شیخ الاسلام سے اس روحانی وابستگی کو اپنی سعادت وعزت سمجھتے ہیں۔بلاشبہ حضرت شیخ الاسلام کی مقبولیت روز افزوں ہے۔حدیثِ شریف کے مفہوم کے مطابق کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو معروف اور مقبول بنانا چاہتا ہے تو پہلے اپنا مقرب بنا کر عالمِ بالا میں فرشتوں کے درمیان اُسے معزز اور مکرم بنا دیتا ہے۔پھر دنیا میں باوقار اور مقبولِ انام بنا دیتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کی تصانیف کی تعداد کوئی دو درجن سے زائد ہے۔تفسیر میں (۱)'' تفسیر اشرفی''،جس کا پہلا ایڈیشن دس جلدوں میں امریکہ سے اور دوسرا ایڈیشن چھ جلدوں میں احمد آباد گجرات سے شائع ہو چکے ہیں۔اس تفسیر کی خصوصیت اختصار اور چودہ سو سالہ تفسیری تسلسل کا اجمال اور عطر ہے۔اس میں عقیدۂ اہلسنت ومسلکِ حنفیہ کی تائیدات وتشریحات شامل ہیں۔

(۲) '' کنز الایمان اور دیگر تراجمِ قرآن کا تقابلی مطالعہ'' میں ترجمہ اور ترجمانی کا فرق واضح کرتے ہوئے اعلحضرت فاضلِ بریلوی کے ترجمہ قرآن کو متقدمین کی تفاسیر کے حوالوں سے منشائے الٰہی کی تکمیل وترجمانی ثابت فرمایا ہے۔

(۳)''الاربعین'،حدیث اور علم حدیث پر آپ کی تفہیمات وتشریحات شامل ہیں۔جو کبھی تفہیم الحدیث کے عنوان سے ماہنامہ المیز ان میں قسط وار شائع ہوتے رہے۔

(۴)''ویڈیو اور ٹی وی کا شرعی استعمال''،جس میں اہلسنت و جماعت کے اجتہادی شان کے حامل دو مقتدر علماءِ کرام کے درمیان علمی مباحث نفسِ مسئلہ میں عوام الناس کی رہنمائی کا باعث معلوم ہوتے ہیں۔

(۵)''مسلم پرسنل لا یا اسلامک لا'' اس کتاب میں شیخ الاسلام اپنا یہ موقف ظاہر کرتے ہیں کہ اسلامی قانون کو مسلمانوں کے شخصی قانون سے تعبیر کرنے کے بجائے اُسے اسلامک لا ہی کہنا زیادہ مناسب اور درست ہوگا۔

مودودی صاحب کی کتاب'' قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں'' (الہ،رب،عبادت اور دین) پر تنقیدی محاکمہ کرتے ہوئے الگ الگ عنوانات سے تین کتابیں تصنیف فرمائیں۔

(۶)''اسلام کا تصورِ الٰہ اور مودودی صاحب'' جس میں شیخ الاسلام نے لفظِ '' الٰہ '' سے متعلق بحث کرتے ہوئے اپنے مدعا کے اثبات میں لغات اور تفاسیر واحادیث کی مستند شہادتوں کا انبار جمع کر دیا ہے۔زبان نہایت شگفتہ اور طرزِ استدلال نئے ذہن کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔

(۷)''اسلام کا نظریۂ عبادت اور مودودی صاحب'' اس میں لفظ عبادت کی تحقیق،عبد کی تحقیق اور مودودی صاحب کے پیش کردہ خیالات اسلام کے حقیقی نظریۂ عبادت سے کس قدر متصادم ہیں جسے شیخ الاسلام نے اس کتاب میں واضح کر دیا ہے۔(۸)''دین اور اقامتِ دین'' اس کتاب میں شیخ الاسلام نے لفظِ ''دین'' پر مودودی صاحب کے خیالات اور ان کی فکری کجی کا علمی محاسبہ کرتے ہوئے مودودی صاحب کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے۔جس کے ذریعہ حضور شیخ الاسلام کی قوتِ استدلال اور تنقیدی بصیرت کا اندازہ قائم ہو جاتا ہے۔(۹)''دعوتِ اسلامی کا تنقیدی جائزہ'' جس میں شیخ الاسلام نے دعوت اسلامی کے مبلغین اور بانیٔ دعوتِ اسلامی مولانا الیاس عطار قادری صاحب کا نہایت منصفانہ جائزہ لیا ہے۔اور بتلایا ہے کہ اس کے مبلغین اپنے اندر درجوں اور علمی فضیلت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے استفادہ کرتے رہیں۔

(۱۰)''اسلام کا نظریۂ ختم نبوت اور تحذیر الناس'' یہ کتاب بھی اپنے موضوع پر نہایت اہمیت کی حامل ہے۔دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب'' تحذیر الناس'' میں ختم نبوت کی ایسی گمراہ کن تعبیر وتشریح کی تھی کہ جس کی بنیاد پر مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوئ نبوت کر دیا تھا۔حضور شیخ الاسلام نے بانیٔ دارالعلوم دیوبند کی اس گمراہ کن تعبیر کا علمی محاسبہ کرتے ہوئے عقیدۂ ختم نبوت کی صحیح تعبیر وتشریح فرمائی ہے۔اس کے علاوہ حضور شیخ الاسلام کی عصری تقاضوں کے مطابق کتابیں سامنے آئیں جن میں ''کتابت نسواں اور عصری تقاضے'' بھی اہم کتاب سمجھی جاتی ہے۔اس کتاب میں کتابت نسواں کے منع میں جو حدیث شریف پیش کی جاتی ہے اس پر شیخ الاسلام کی تشریحات،توضیحات اور توجیہات سے اُن کی حدیث دانی اور اُصولِ حدیث پر گہری نظر کا علم ہوتا ہے۔اس نازک اور اختلافی مسئلہ میں حضرت شیخ الاسلام نے کچھ ایسی تطبیق فر

مائی ہے کہ نہ اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی کا موقف متاثر ہوتا ہے اور نہ ہی عصر حاضر میں کتابت نسواں کا اثبات متاثر ہوتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کی علمی وادبی شخصیت کی تنظیم وترتیب میں علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ اوران کے اُصول کے علاوہ علمِ ادب وفلسفہ منطق ومناظرہ ردّ وابطال اور شعر وسخن وغیرہ یہ سب بہ تمام وکمال شامل ہیں۔ آپ طالبِ علمی کے دور سے ہی شعر وسخن کا پاکیزہ ذوق رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کا شعری سرمایہ مطبوعہ ''تجلیاتِ سخن'' کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ آپ نے فارسی میں مولانا رومی، حافظ شیرازی، شیخ سعدی اور علامہ جامی وغیرہ کا مطالعہ فرمایا ہے۔ اور اُردو میں غالباً خواجہ میر درد، میر تقی میر، مومن، غالب، اقبال اور رضا بریلوی کے علاوہ خانوادۂ اشرفیہ کے شعراء کرام کا کلام بھی باالاستیعاب پڑھا ہے۔ حمد، نعت، منقبت، سلام، سہرا، غزل اور قصیدے لکھے ہیں۔ زبان اور لفظیات نہایت شستہ لکھنوی اور دہلوی اُسلوب کا حسین امتزاج آپ کے کلام کی شناخت ہے۔ تقدیسی موضوعات، صنائع لفظی اور صنائع معنوی کا بہترین اظہار آپ کے کلام کی زینت ہیں۔ جو مختلف مترنم بحور واوزان میں لکھے گئے ہیں۔ ان خصوصیات کی بنا پر آپ کی شاعری کسی بھی یونی ورسٹی میں شعبۂ اُردو کے تحت تحقیق کا موضوع بن سکتی ہے۔ شیخ الاسلام نے نثر میں بھی کمال دکھائے ہیں آپ کا اندازِ تحریر محققانہ ہوتا ہے۔ اور تنقید بھی منفی اور تنقیصی رجحانات سے مبرا ہوتے ہوئے مثبت، شفاف، اصلاحی رویوں کی حامل اور ترغیبی پہلو لئے ہوئے ہوتی ہے۔ عصر حاضر میں اس طرح کا تحریری برتاؤ (Treatment) کم کم ہی ملتا ہے۔

سچ ہے جس شخصیت کو آگے چل کر یگانۂ روزگار (Genious) اور عبقریت وآفاقیت شعار بننا ہوتا ہے اُس کی تعمیر وتشکیل میں ابتداء ہی سے مبدأ فیاض کا ایسا انتظام ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عنایاتِ کریمانہ اور بزرگانِ اسلام کی نظرِ مشفقانہ کا ایک تسلسل قائم ہو جاتا ہے پھر وہ دنیا کی پوری گولائی پر معروف اور مقبول انام ہوتا جاتا ہے۔

☆ ☆ ☆

صوبۂ کرناٹک میں حضور شیخ الاسلام کی دعوتی وتبلیغی خدمات

مولانا سید احمد رضا سرقاضی

صدر ادارۂ خدمت خلق ہبلی

سلسلۂ اشرفیہ اپنے دامن گہر بہار میں رشد وہدایت کے سوتے، محبت وخلوص کے رنگارنگ پھول، امن واماں کے چشمے لئے ہوئے۔سلسلۂ بہشتیہ کی یہ شاخ ہر لحاظ سے تمام سلاسلِ طریقت میں ممتاز ومنفرد ہے۔دعوتی وتبلیغی خدمات کا ایک لامتناہی سلسلہ یہاں نظر آتا ہے۔اس سلسلے کی بانی مبانی حضور مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ نے پوری زندگی دعوت وتبلیغ کے لیے وقف کی۔ممتاز محقق وعالم دین حضرت ڈاکٹر مولانا محمد اشرف جیلانی (کراچی) اپنے پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے میں حضور مخدوم اشرف کی کرناٹک (گلبرگہ) میں آمد پر یوں اپنی تحقیق بیان کرتے ہیں۔

سید اشرف جہانگیر سمنانی آپ (خواجہ بندہ نواز) سے ملاقات کے لیے دومرتبہ گلبرگہ شریف تشریف لائے اور آپ سے مختلف مسائل پر گفتگو کی اور چند اختلافی پر مسائل پر علمی مباحثہ بھی کیا اور آپ سے بہت متاثر ہوئے انہوں نے بڑی عزت واحترام سے آپ کا ذکر کیا ہے

حضرت نظام یمنی علیہ الرحمہ ان دونوں حضرات کی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لطائف اشرفی میں لکھتے ہیں

''حضرت قدوۃ الکبریٰ می فرزند فرمودند کہ چوں شرف ملازمت حضرت میر سید محمد گیسودراز مشرف شدیم آں مقدار حقائق ومعارف کہ از خدمت دی بحصول پیوست از ہیچ مشائخ دیگر نبود، سبحان اللہ چہ جذبہ قومی داشتہ اند مدتی در وفایت دکن بقصبہ گلبرگہ اتفاق نزول افتادہ ومرتبہ درآں دیار گذر رایات علائی شدہ۔

(ترجمہ) حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے جب ہم حضرت سید محمد گیسودراز کی ملازمت سے مشرف ہوئے۔تو حقائق ومعارف کی وہ مقدار جو آپ سے حاصل ہوئی دوسرے مشائخ سے نہیں حاصل ہوئی سبحان اللہ کیا قومی جذبہ رکھتے تھے ایک عرصہ تک دکن میں آپ سے ملاقات رہی اور دومرتبہ اس دیار میں علائی قافلہ پہنچا''(صفحہ 115)

ان دو دوروں میں حضور مخدوم پاک نے گوگی شریف و دیگر شہروں کے بھی دورہ فرمائے، کئی لوگ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی اور مختلف صوفیا کو تاجِ خلافت عطا فرمائے۔ خلفا میں حضرت سید چندا حسینی علیہ الرحمہ گوگی شریف و دیگر اصحاب یہ سعادت میسر آئی۔ ایک جہاں کو سیراب کیا، اسی دریائے تصوف سے فیض یافتگان میں خاندان سکر شریف، خانوادۂ گوگی شریف کے علاوہ کچھ مشہور صوفیا جنہوں نے کرناٹک بھر میں دعوتی و تبلیغی خدمات کے لافانی نقوش مرتب کئے۔

دکن میں حضرت مخدوم اشرف سمنانی قدس سرہ العزیز کے برادرزادے حضرت نور بخشی عرف محمد علیہ الرحمہ کی آمد حضرت نور العین عبدالرزاق علیہ الرحمہ کے ایما پر ہوئی۔

روضۃ الاولیا بیجاپور کے مؤلف رقمطراز ہیں کہ

> آپ (حضرت ابوالبرکات سید شاہ حافظ حسینی بیجاپوری) سید اشرف سمنانی کے برادرزادے ہیں بیجاپور دکن میں ایسے زمانے میں تشریف لائے کہ اسلام کی غربت کی حالت میں تھا ہر طرف ہنود کا تسلط۔ آپ کے ہمراہ چند فقرا تھے، ہنود آپ کی ایذا رسانی کی فکر کرتے تھے مگر عنایت الٰہی شامل حال تھی کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ صحرا میں فروکش تھے۔ زمین کا فرش آسمان کا سقف تھا، ایک روز شدت سے بارش ہونے لگی۔ آپ کے فرودگاہ کے اطراف ایک دائرہ نما خط کھینچ دیا دائرہ کے اطراف میں مینہ برستا تھا اور دائرہ محفوظ تھا، سب فقرا آرام سے رہے کسی کو تکلیف نہ ہوئی۔، ہنود آپ کی یہ کرامت دیکھ کر متعقد ہوئے۔ حسن ارادت سے آپ کو شہر میں جگہ دی۔ آپ نے سکونت اختیار کی اور ہدایت و دعوت اسلام کا چراغ روشن کیا۔ سینکڑوں گمراہوں نے بیعت و توبہ کی اور ہنود بھی اسلام قبول کرنے لگے۔

حضرت نور بخشی علیہ الرحمہ کے آل سے ممتاز صوفیا میں سے کچھ نام یہ ہیں۔ حضرت حمزہ حسینی (بیجاپور) حضرت عبدالرزاق، (بیجاپور) حضرت شاہ قادری (ہلگور) حضرت علاؤالدین شاہ قادری (بنکاپور) وغیرہ۔

مرشد شیخ الاسلام حضور سرکار کلاں مختار اشرف کا دورہ دکن:

جلالۃ العلم والعمل علامہ سید حبیب اللہ قادری رشید پاشاہ علیہ الرحمہ میر مجلس انتظامی جامعہ

نظامیہ وصدر المصحیین دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد کی خصوصی تحریری دعوت پر 1982 میں عرس حضرت شیخ الاسلام علامہ انوار اللہ فاروقی وسالانہ جلسہ تقسیم اسناد جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے موقع پر حیدرآباد دکن میں آمد ہوئی۔ایک ہفتہ سے زائد عرصہ نظامیہ میں قیام فرمارہے۔ظن غالب ہے کہ اس موقع پر حضرت خواجہ بندہ نواز کے آستانۂ عالیہ پر حاضری دی۔اس کے علاوہ حضور سرکارکلاں پونہ ودیگر مقامات کے بھی دورے فرمائے۔

حضور محدث اعظم ہند کے دورہ دکن وہبلی:

جہانِ علم وعمل کا آفتاب، میدان خطابت کا شہسوار حضور محدث اعظم ہند نے بھی کرناٹک کے مختلف علاقوں کے دورہ فرمائے۔ایک روایت کے مطابق بلہاری، ہوسپیٹ، کرنول، ادھونی، وغیرہ علاقوں میں ہرسال تشریف لاتے مریدین کی اصلاح فرماتے۔

الحاج قاضی عبدالصمد اشرفی ہبلی کی اطلاع کے مطابق، شہر ہبلی میں حضور محدث اعظم ہند کی آمد ۱۱ ربیع الاول ۱۳۸۱ مطابق 23 اگست 1961 کو مولانا تقی الدین علیہ الرحمہ کی کوششوں سے ہوئی۔حضور محدث اعظم ہند مولانا تقی الدین علیہ الرحمہ کے ایثار وخدمات کو دیکھ کر برجستہ فرمایا ”مولانا تقی الدین یہ ایسی مشین ہے جو کبھی بند ہونے والی نہیں“

ہبلی واطراف میں یہی پہلا اور آخری سفر رہا۔ ۱۲ ربیع اول ہبلی ٹاؤن ہال میں ادائے مصطفیٰ ومیلاد رسول ﷺ کے موضوع پر شاندار خطاب فرمائے، حاضرین وسامعین عش عش کر اٹھے۔حضرت کا انداز تکلم ایسا تھا کہ مجمع عشق مصطفیٰ ﷺ میں سرشار نظر آرہا تھا۔ ۱۳ ربیع الاول پنجار گلی میں قاضی اسد اللہ مرحوم کی کوششوں سے کرایہ کے مکان میں دارالعلوم غوثیہ کا افتتاح فرمائے۔ ماقبل پنجار گلی ہی میں دارالعلوم دستگیریہ کے نام سے یہ ادارہ قائم تھا اور کچھ وجوہات کے بنا پر نذر زمانہ ہوگیا تھا۔ پنجار گلی میں جناب مٹگیار صاحب کے مکان میں قیام پذیر رہے۔حضور محدث اعظم نماز جمعہ کی امامت جامع مسجد پنجار گلی میں فرمائی۔ بہ سبب علالت ۱۴ ربیع الاول کو واپسی ہوئی۔حضور محدث اعظم کی واپسی کا سماں ایک روح پرور ودرد گیں تھا۔مریدین ومعتقدین میں آہ وزاری تھے۔اپنے مرشد کی مختصر سی صحبت ہی ان کے ایمان وعقیدے، دین ودنیا کی کامیابی

کے لئے کافی تھی۔۔اس موقع پر کئی افراد نے حضور محدث اعظم کے دست حق پرست پر بیعت کر کے داخل سلسلۂ اشرفیہ ہوئے۔معلوم مریدان محدث اعظم ہبلی واطراف کے اسماء یہ ہیں

مرحومین : مرحوم اسد اللہ قاضی ۔احمد قاضی،حافظ قاضی، یعقوب قاضی،منشی عبدالرحمٰن ،عبدالقادر پٹویگار(ہانگل)،عبدالقادر خطیب،سید عبدالرحمٰن باندار خلیفہ شیخ الاسلام،پیر محمد نداف، ندیم اللہ،عبدالکریم لکونڈی قادریہ مسجد،عبدالرزق قاضی،عطار صاحب،بابن صاحب قاضی ہسور،ہبلی۔

باحیات:عبدالعزیز بوجگر(گنتگل)الحاج عبدالصمد قاضی(خلیفہ حضور شیخ الاسلام) بنکارپور حاجی صاحب(دھارواڑ)صاحبان۔

حضور شیخ الاسلام کا دورۂ کرناٹک:

سرکار قدوۃ الکبری کے نور نظر،حضرت سرکار کلاں کے چہیتے مرید وخلیفہ،حضور محدث اعظم ہند کے سچے جانشین حضور شیخ الاسلام کی شخصیت عالمی سطح پر عبقری شخصیت ہے۔عرصۂ دراز پر محیط آپ کی دعوتی وتبلیغی خدمات اور دین اسلام کی اشاعت کے حوالے سے عموماً عالمی پیمانے پر خصوصاً ریاست کرناٹک کے حوالے سے ان کی کوششیں ناقابل فراموش وانمٹ تصور کی جاسکتی ہیں انہوں نے دعوت وتبلیغ کو اپنا مقصدِ حیات بنایا اور اس مقصد کے حصول کے لیے اپنی ساری حیات صرف کردی وہ مجاہد صفت داعی ومبلغ اسلام وسنیت ہیں۔حضور شیخ الاسلام عظیم داعی ومبلغ اور خطیب ومفکر ومدبر ہیں جن کے خطابت کی گھن گھرج نے ایک عالم کو متاثر کیا ہے ان کی دعوتی وتبلیغی خدمات کے نقوش ایشیا سمیت تقریباً تمام براعظموں میں پائے جاتے ہیں جن کے کردار وعمل اور خلوص واخلاق نے بے شمار بے دینوں کو دیندار،غیر مسلموں کو مسلمان ،بدعملوں کو سنت رسول ﷺ کا عامل بنایا جن کے تفکر وتدبر نے قوم مسلم کو جہاں گیری وجہاں بانی کا سلیقہ بخشا۔صرف داعی ہی نے نہیں بلکہ داعی گر بھی ہیں ۔جدید ومادی دور میں دعوت وتبلیغ کے مسدود راہوں کو اپنے فتاوی وملفوظات کے ذریعے حیاتِ نو عطا فرمائے۔دور اندیشی کہیں فراست مومنہ کی ادا تھی کہ پیشتر جو خطوط دعوت دین متعین فرمائے ان خطوط کی ہمہ گیریت وگہرایت کا اندازہ حاسدین کو آج محسوس ہو رہا ہے۔

حضور شیخ الاسلام بیک وقت ایک کامیاب داعی اسلام بھی ہیں عالم باعمل صوفی باصفا بھی ہیں

مفکر بھی ہیں مدبر بھی ہیں رہبر بھی ہیں رہنما بھی ہیں مفسر قرآن بھی ہیں پیر کامل بھی ہیں اور خطیب بے مثال بھی ہیں اردو عربی فارسی ودیگر زبان وادب پر مہارت تامہ رکھتے ہیں۔حضور شیخ الاسلام کے خطبات عالیہ اردوئے معلیٰ کے نمونے ہیں۔جس سے ان کی تبحر علمی، ژرف نگاہی کا پتہ چلتا ہے۔

سرزمین کرناٹک میں حضور شیخ الاسلام کی دعوتی وتبلیغی دوروں کی فہرست کافی طویل ہے۔ اس مضمون میں ریاست کرناٹک کے صرف بعض حصوں میں حضور شیخ الاسلام کی دعوتی وتبلیغی خدمات کا ایک سرسری جائزہ لیں گے، یوں تو یہ موضوع نہایت وسیع ہے مگر آنے والے محققین و قلمکار حضرات کے لئے نشانِ خاطر پیشِ خدمت ہیں۔

ہبلی:

حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد تمام اکابرین علماء ومشائخین نے حضور شیخ الاسلام کی ذہانت وفطانت اور سر پر کرمِ رب کو سایہ فگن دیکھ رہے تھے۔اسی لئے ہر اکابر نے آگے بڑھ کر حضور شیخ الاسلام کو ہاتھوں ہاتھ لئے۔ چاہے خاندانِ برکاتِ بابرکت ہو یا خانوادۂ رضویہ ہو۔یقینا حضور شیخ الاسلام خاندان برکات، خانوادۂ رضویہ، سلسلۂ عالیہ چشتیہ بہشتیہ کا حسین سنگم ہیں۔حضور سید العلما کا فیض، حضور مفتی اعظم کا تقویٰ ، حضور محدث اعظم کے جانشین کا نام سید محمد مدنی اشرفی جیلانی ہے۔

1962 میں حضور سید العلما علامہ آل مصطفیٰ مارہروی علیہ الرحمہ کے ہمراہ حضور شیخ الاسلام پہلی بار کرناٹک تشریف لائے۔حضور شیخ الاسلام کا قیام مرحوم سید عبدالرحمٰن باندار (خلیفۂ حضور شیخ الاسلام) کے یہاں بنکاپور چوک میں ہوا۔ایم جی مارکیٹ میں حضور سید العلما وشیخ الاسلام نے عوام سے خطاب فرمایا۔سرزمین ہبلی میں حضور شیخ الاسلام کا یہ پہلا دورہ و پہلا خطاب تھا۔

شہر ہبلی میں پانچ ایسی بڑی کانفرنسیں ہوئیں جن میں دیگر اکابر علماء ومشائخ کے علاوہ حضور شیخ الاسلام کی بھی تشریف آوری ہوئی۔

سنی کانفرنس:

دارالعلوم غوثیہ کی جانب سے 1964ء میں بمقام ٹاؤن ہال ہبلی میں آل انڈیا سنی کانفرنس

منقعد ہوئی۔جس میں حضرت سید العلما حضور آل مصطفیٰ مارہروی، حضور مفتی اعظم، مفتی برہان الحق جبلپوری، مفتی احمد یار خاں، شارح بخاری مفتی شریف الحق رضوان اللہ علیہم اجمعین و دیگر چوٹی کے علما و اکابر کی تشریف آوری ہوئی تھی۔اس کانفرنس سے سنیت کو خوب فروغ ملا۔وہابیت کے بڑھتے قدم کو روک لگی۔بے شمار لوگ بدکاریوں سے تائب ہوئے، سینکڑوں گمرہی و بدعقیدگی سے تائب ہوکر اہل سنت کے خیمے میں داخل ہوے۔

آل کرناٹک محدث اعظم کانفرنس:

1989 میں محدث اعظم کانفرس 25-26 ڈسمبر کو یہ کانفرنس حضور شیخ الاسلام کی سرپرستی میں منعقد ہوئی جس میں حضرت سید تنویر اشرف اشرفی جیلانی، صوفی ملت حضرت سید جہانگیر اشرف، پروفیسر سید طارق سعید صاحب، حضرت سید حسن مثنی میاں، حضرت مولانا راشد مکی اشرفی و دیگر سادات و مشائخین کچھوچھہ کے علاوہ مشائخ دکن حضرت سید کاظم پاشاہ صاحب، حضرت سید باشاہ پیراں علیہ الرحمہ شریک فرما ہوئے۔ہزاروں افراد داخل سلسلہ ہوئے۔اس کانفرنس کی بدولت قرب و جوار کا سارا علاقہ اشرفی زار ہوگیا۔ہر طرف خوشبوئے سمنان مہکنی لگی۔

آل کرناٹک سنی مشائخ کانفرنس

حیدرآباد دکن اور کرناٹک کے بیشتر خانقاہیں شیعت آمیز ہوتی جارہی تھی اور اپنے اکابرین کے مسند نشینوں سے عوام اہل سنت کا اعتبار مفقود ہوتا جارہا تھا، جانشینی کا مقصد صرف اور صرف مریدوں کا سرمایہ بٹورنا تصور کیا جارہا تھا اور خانقاہیں علم دین سے خالی اور روح تصوف سے عاری ہوتی جارہی تھیں اس کی بحالی وقت کی اشد ضرورت تھی مدبر وقت حضور شیخ الاسلام نے اس بات کو محسوس کرتے ہوئے اپنے خلیفہ مفکر اہل سنت مولانا قاضی سید شمس الدین برکاتی قاضی شہر ہری ہر کو کچھ اہم ہدایات کے ساتھ اس دوروزہ کانفرنس کے انقعاد کا حکم عنایت فرمائے۔اس کانفرنس کا مقصد عموماً مشائخین و سادات کرام میں اتحاد و اتفاق نیز سجادگانِ خانقاہ کو علم شریعت سے آراستہ و پیراستہ کرنا تھا اور شیعیت کے اثر کو زائل کرنا تھا۔الحمدللہ اس کانفرنس کے دور س نتائج برآمد ہوئے سجادگان و خانقاہوں میں اتحاد و اتفاق قائم ہوا اور خانقاہیں ایک دوسرے سے قریب ہوئے۔اس

کانفرنس کی کامیابی میں حضرت پٹن والے پیراں اور نورالمشائخ حضرت سید باشاہ پیراں نوراللہ مرقدہ کی نمایاں خدمات رہیں۔ ریاست بھر کے خانقاہوں سے 500 سے زائد مشائخین نے شرکت کی جس میں حضور شیخ الاسلام اور حضور غازئ ملت سید محمد ہاشمی میاں اور بارگاہِ بندہ نواز کے سجادہ حضرت سید محمد الحسینی علیہ الرحمہ، بارگاہِ ہاشم پیر کے سجادہ حضرت سید عبداللہ حسینی علیہ الرحمہ، بارگاہِ نورِ دریا علیہ الرحمہ رائچور سے ڈاکٹر سید تاج نورقادری صاحب حضرت مولانا سید کاظم باشاہ موسوی حیدرآباد وغیرہا زینت محفل رہے۔ مدنی میاں عربک کالج کے میدان میں ہزاروں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ جس نے پہلی بار ایک ہی اسٹیج پر اتنے خانقاہوں کے سجادگان کو دیکھا۔

غوث وخواجہ کانفرنس

آل کرناٹک سنی مشائخ کانفرنس کی کامیابی کے بعد اسی طرز ومنہج، عالمی سطح پر اس کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس کانفرنس کا مقصد عالمی طور پر مشائخین میں دینی بیداری، آپسی روابط وتعلقات پر مشتمل تھا سن 2000 میں یہ دوروزہ کانفرنس مدنی میاں عربک کالج کے گراؤنڈ میں منعقد ہوئی۔ جس میں سینکڑوں خانقاہوں سے نمائندوں کے ساتھ ساتھ ہندالولی خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے سجادہ حضرت سید مہدی میاں، بارگاہِ غوثیت مآب سرکار عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے سجادہ نشین حضرت نقیب الاشرف سید ظفر احمد الگیلانی صاحب قبلہ، حضور شیخ الاسلام اور غازئ ملت ودیگر خانوادۂ اشرفیہ کے سجادگان بھی شریک بھی رونق محفل رہے۔ اس کانفرنس میں ہزاروں کی تعداد میں عوام نے شرکت کی۔

رحمتِ عالم کانفرنس

یہ دوروزہ کانفرنس 2007 میں منعقد ہوئی جس میں حسب سابق خانقاہوں کے کئی نمائندے شریک محفل رہے۔ ہزاروں افراد کے حال وقال کی اصلاح ہوئی۔ بے شمار لوگ تائب ہوکر داخلہ سلسلہ ہوئے۔ اگر منصفانہ جائزہ لیا جائے تو یہ کانفرنس پہلے کانفرنس کی طرح دوررس نتائج مرتب نہ کرسکی۔

ہبلی کے علاوہ دھارواڑ میں حضور شیخ الاسلام کا پہلا دورہ 1964ء میں ہوا۔ 1969،

1987، 1989، 1995، 1998، 2005 میں بالترتیب سات دورے فرمائے ۔حضرت دوبارا پنے مخصوص لب ولہجہ میں خطاب بھی فرمائے ۔ 1987 کے کسی ماہ ودن میں حضرت کا خطاب اکیّ پیٹ علاقہ میں ہوا۔اور دوسرا خطاب 1998ء میں جناب جیلانی سوداگر اشرفی کی بہن کی شادی موقع پر ہوا۔ان دوروں نے شہردھارواڑ کی سنی عوام میں ایک نئی جان پھونکی ۔عوام پروانہ وارحضرت کی محفل میں رہتے ۔

اسکےعلاوہ حضورشیخ الاسلام کی دینی،علمی و روحانی دورے کرناٹک بھر کےمختلف مقامات،تڑس،شیگاؤں،بلگام،ہاسپیٹ،گلبرگہ،بلاری،ڈانڈیلی،داونگیرہ،ہریہر،یلاپور،کاروار، انکولا،سرسی ،بھاگیواڑی،گدگ، بیجاپور،بنگلور، میسور ،اپونی، وغیرہ میں ہوتے رہے،غرض یہ کہ کرناٹک کا کوئی ایسا ضلع باقی نہیں جہاں حضورشیخ الاسلام کا دورہ نہ ہوا ہو۔

مدنی میاں عربک کالج کا قیام

مریدین ومتوسلین حضورشیخ الاسلام کی بارگاہ عالیہ جمالیہ میں ہر بار اصرار کرتے کہ ایک ادارہ جس کے ذریعے فروغ سنیت ہونونہالان اسلام دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ ہوں۔حضورشیخ الاسلام ہمیشہ یہ کہہ کرٹال جاتے کہ ہبلی میں والد بزرگوار کا قائم کردہ ادارہ پہلے ہی سے ہےتواب مزید کسی ادارہ کی ضرورت نہیں مگر وقت کے ساتھ ساتھ اصرار بھی بڑھتا گیا اور مصلح وقت ،داعی سنیت حضورشیخ الاسلام نے جب ادارہ کی ضرورت محسوس کی تواجازت مرحمت فرمادی 1983 میں مدنی میاں عربک کالج کے نام سے ایک دینی ادارہ تڑس میں قائم ہوا۔ابتدائی تین سالوں ہی میں یہ ادارہ زمانے کے سردگرم حالات سے گزرتاہوا 1986 میں یلاپورہبلی منتقل ہوا جہاں کامیابی وکامرانی کے ساتھ 4 سال سے کچھ زائد عرصہ تک پورے علاقہ کو اپنی آب وتاب سے چمکانے کے بعد 1991 میں کندگول کراس میں موجودہ اراضی پرمنتقل ہوا۔

واقعات:

۱) کافرمسلمان ہوگیا

اس واقعے کے راوی مولانا قاضی سیدشمس الدین صاحب قبلہ ہیں:

ایک مرتبہ نورِعینِ مخدوم حضور شیخ الاسلام کو لار تشریف لے جارہے تھے۔سفر ٹرین کا تھا ٹی ٹی مسافرین کے ٹکٹ چیک کرتے ہوئے حضور شیخ الاسلام کی بوگی میں آیا۔ چہرۂ حضور شیخ الاسلام کو دیکھ کر اس کے دل کی بند آنکھیں کھل گئیں۔ کفر وضلالت کی تاریکیاں چھٹتی نظر آنے لگیں۔ مشامِ جاں خوشبوئے آلِ نبی سے معطر ہونے لگا۔ سیدھے حضور شیخ الاسلام کے قدموں میں گر گیا اور عرض کیا حضور اب مزید تاریکیوں میں نہیں بھٹک سکتا، آپ کے چہرۂ زیبا نے اسلام کی حقانیت سے آشنا کرا دیا۔ مجھے کلمہ پڑھا کر داخل اسلام کرلیں۔ حضور شیخ الاسلام نے کلمہ پڑھایا اور وہ آپ کے دست مبارک پر تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔

سادگی کا پیکر

ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام کا سفر ہوسپیٹ سے ہبلی کا تھا۔ جس ٹرین سے حضرت کی تشریف آوری ہو رہی تھی اس کا معمول تھا کہ کبھی وقت پر نہیں آتی اور تاخیر سے آتی۔ اتفاق سے اس روز وہ گاڑی وقت سے پندرہ منٹ پہلے آگئی اور مریدین ومتوسلین اس خیال سے اسٹیشن پہنچنے میں تاخیر ہوی کہ گاڑی تو لیٹ آئے گی۔ اتفاق سے وہ گاڑی وقت پر آگئی اور حضور شیخ الاسلام ٹرین سے اتر گئے۔ باہر دیکھا تو کوئی نظر نہیں آیا۔ حضرت آٹو سے خانقاہ آگئے اور ادھر مریدین اسٹیشن پہنچے۔ مریدین میں سراسیمگی و بے چینی پیدا ہو گئی۔ اور ہر ایک ندامت سے سر جھکائے حضور شیخ الاسلام کے روبرو مجرموں کی طرح کھڑا ہے۔ حضرت نے دائمی تبسم فرمایا اور کوئی گلا شکوہ نہ فرمایا اور نہ ناراض ہوے۔

موجودہ دور کے داعیان اسلام و مبلغین اہل سنت میں حضور شیخ الاسلام جیسا داعی و مبلغ کہیں نہیں۔

جو کچھ کہا تیرا حسن ہو گیا محدود

عصر حاضر کے تعلیمی اداروں کا جائزہ
فکر شیخ الاسلام کی روشنی میں

مولانا نعیم الدین اشرفی (ایم اے)
سکریٹری مدنی فاؤنڈیشن ہبلی

مذہب اسلام میں جس قدر علم کی اہمیت بیان کی گئی ہے دنیا کے کسی او مذہب میں نہیں ملتی۔اس بات کا ثبوت ہمیں قرآن وحدیث سے ملتا ہے۔چنانچہ قرآن پاک میں متعدد جگہ علم کی اہمیت و فضیلت بتائی گئی ہے۔سورۂ مجادلہ آیت نمبر ۱۱ میں ہے۔ یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ۔اس آیت کریمہ کی تفسیر یہ ہے کہ" بلند فرمادے گا اللہ تعالیٰ انہیں جو ایمان لائے تم میں سے،اور بلند فرمادے گا انہیں جو دیے گئے علم درجوں ایمان کے ساتھ۔ان مومنوں کے درجوں پر جو بے علم ہوتے۔اس واسطے کہ مومن عالم افضل ہے مومن بے علم سے"۔(تفسیر اشرفی جلد ۱۰ صفحہ ۲۳)

رہتا ہے نام علم سے زندہ ہمیشہ داغؔ
اولاد سے تو بس یہی دو پشت چار پشت

اسلام میں علم کی تقسیم نہیں ہے کہ یہ دینی علم ہے اور وہ دنیوی علم۔ہر وہ علم جو انسانی ضرورت و شرعی قانون کے دائرہ میں ہو وہ دینی کہلائے گی۔اس بات کا ایک ثبوت یہ ہے کہ مسلمانوں نے کاغذ کا ایجاد کیا اور تاریخ کو سمجھنے کے قواعد بیان کیے۔اس سے دنیا کے تمام مذاہب نے فائدہ اٹھایا۔

علم وقلم کی اہمیت قرآن پاک میں یوں بیان ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن کی سب سے پہلی آیت علم وقلم کے احکام کے بارے میں نازل فرمائی۔اقرا باسم ربك الذی خلق۔سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات اس بات کے شاہد ہیں۔ان آیات میں زبانی وتحریری دونوں علوم کا ثبوت ہے۔

عہد رسالت ہی سے ان دونوں طریقوں کا آغاز ہو چکا تھا،صحابہ کرام قرآن وحدیث کو حفظ کرلیا کرتے تھے اور بسااوقات چمڑوں پر، ہڈیوں پر، پتھروں وغیرہ پر لکھ لیا کرتے تھے۔اس طرح علم کی اشاعت وحفاظت ہوتی رہی۔صحابہ کرام کے بعد تابعین و تبع تابعین کے ساتھ ساتھ بہت سے حکمرانوں نے بھی اس طرف رغبت کی اور تعلیمی ادارے قائم کروائے۔ حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مقام اصحاب صفہ جو کہ اس عہد کا پہلا تعلیمی مرکز (یونیورسٹی) قرار دیا گیا،اسی مقام و شہر مدینہ شریف سے علم کا چراغ روشن ہوا، بعد میں کوفہ، بصرہ، بغداد علمی مراکز کی شکل میں دنیائے اسلام میں گنے جانے لگے۔

ملک ہندوستان میں سلطان محمد غوری نے اجمیر شریف میں، سلطان شمس الدین التمش اور فیروز شاہ تغلق نے دہلی میں مدارس قائم کیے۔مغلیہ سلطنت کے دوران بھی درس وتدریس کا سلسلہ چلتا رہا۔فتح اللہ شیرازی، حکیم ابوالفتح جیلانی، قاضی سید نوراللہ ان حضرات نے عہد مغلیہ میں نئ تعلیمی پالیسی اور مدرسوں کے لیے نصاب کا انتخاب کیا۔ان مدارس میں مذہبی و دینی علوم کے ساتھ ساتھ علم ریاضی، علم جغرافیہ، علم فلکیات، علم طبعیات وعلم طب وغیرہ سکھائے جاتے تھے۔کیونکہ سلطنت کے نظم وضبط کے لیے افسران کو ان علوم کا جاننا ضروری ہے۔

جب ہندوستان پر انگریزی اقتدار قائم ہوگیا تو انہوں نے مسلمانوں کے مذہبی، علمی، اقتصادی اور فکری وجاہت کو ختم کرنے کے لیے انہیں سرے سے تعلیم یا عصری تعلیم سے روکنے کی کوشش نہیں کی ، بلکہ مذہبی تعلیم پر پابندی عائد کی اور علم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک دینی علم دوسرا دنیوی علم ۔یہی وجہ تھی کہ ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان میں ایک ساتھ دو تعلیمی تحریکیں اٹھیں، ایک عصری دوسری دینی و مذہبی۔

۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی آزادی کے بعد علمی نقطۂ نظر سے بہت برا اثر پڑا وہ یہ کہ جو اہل علم تھے وہ یہاں سے ہجرت کر گئے۔

بعض سیاسی وجوہات اور تعصب کی بنا پر ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ سوتیلا رویہ اپنایا گیا جس سے ہندوستانی مسلمان تعلیمی پسماندگی کا شکار ہوے۔(مزید تفصیلات اور مسلمانوں کے تعلیمی، سماجی واقتصادی حالات کو جاننے کے لیے سچر کمیٹی رپورٹ کا مطالعہ کریں)

ان حالات کی وجہ سے ہند کے مسلمانوں نے سوچا کہ ہمیں حکومت کے بجٹ پر منحصر نہیں رہنا، ہم اپنی ذاتی رقم سے تعلیمی ادارے بنائیں۔اس طرح مدارس کا نیٹ ورک پورے ہندوستان میں پھیلایا گیا۔اب مدارس کی تعداد تو بڑھ گئی مگر معیار میں کمی واقع ہوئی۔الا ماشاء اللہ ،اوراکیسویں صدی میں تعلیمی نظام ونصاب میں تبدیلی کی ضرورت پڑی۔مدارس میں عصری تعلیم کا نصاب ضروری ہونے لگا اوراسکولوں میں دینی تعلیم کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔عصر حاضر میں تعلیمی اداروں کا نصاب ونظام کیسا ہونا چاہئے؟

اس کا مختصر جائزہ فکرِ حضور شیخ الاسلام کی روشنی میں نذرِ قارئین ہے۔

مشہور حدیث پاک ہے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم۔(حدیث)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔

اس حدیث پاک میں جس علم کی فرضیت کا بیان ہے اس سے مراد فرض عین علم ہے۔ہر شخص کو علم دین جاننا فرض ہے،اس کی فرضیت ٹھیک اسی طرح ہے جیسے نماز وروزہ۔فرض کی دو اقسام ہیں ایک فرض عین دوسرا فرض کفایہ۔رہا یہ سوال کہ علوم اسلامیہ میں کونسا علم سیکھنا فرض عین ہے اور کونسا فرض کفایہ؟ تو فقہائے کرام نے فرمایا کہ ہر وہ علم جو مسلمانوں کے لیے وقت پر ضروری ہو سیکھنا فرض عین ہے،خواہ وہ ضرورت ایمانیات میں سے ہو یا اعمال میں سے،معاملات میں سے ہو یا تجارت وملازمت میں سے،محرمات میں سے ہو یا منہیات میں سے۔جیسے اللہ تعالی کی ذات و صفات کو جاننا،رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کو جاننا،نماز،روزہ،زکوٰۃ وحج فرض ہوجائے تو ان کے احکام جاننا،وغیرہ وغیرہ۔رہ گیا اس کے علاوہ عالم،مفتی،حافظ،فقیہ،محدث وغیرہ بننا یہ فرض کفایہ ہے۔اول الذکر علم بہت اہم ہے جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے اور جس پر فرض ہے اسی کو وہ فرض ادا کرنا ہے اس کے بدلے دوسرا نہیں کرسکتا۔اس بابت حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں:”ایک مثال آپ کو بتادوں کہ نماز ہم سب پر فرض ہے۔کیا کسی ایک شخص کے نماز ادا کرنے سے سب کی نماز ادا ہوجائے گی؟ اگر صرف امام صاحب نماز پڑھ لے تو کیا سب بستی والوں کی نماز ادا ہوجائے گی؟ ہرگز نہیں۔اگر صرف شوہر نماز ادا کرے تو بیوی کی نماز ادا نہیں ہوگی،اگر صرف بیوی روزہ رکھے تو شوہر کا روزہ ادا نہیں ہوگا۔اسی طرح جن چیزوں کا علم جاننا تم پر فرض عین ہے وہ فرض دوسروں کے ادا کرنے سے کیسے ادا ہوگا بلکہ ہر شخص کو علم جاننا فرض ہے جیسے

نماز ادا کرنا فرض ہے"۔(اسکول اور دینی تعلیم ،صفحہ 18)

افسوس ہے کہ یہ بنیادی تعلیم جو فرض عین ہے لوگ اس سے ناواقف ہیں ،اس طرف کوئی توجہ ہی نہیں، تعلیمی پسماندگی اور بے رغبتی عام ہے۔حالات اس قدر بگڑے ہوئے ہیں کہ وضو وغسل ،طہارت اور نماز کے مسائل بھی کئی لوگوں کو نہیں آتے۔ان خستہ حالات کے پیش نظر ہم پر لازم ہے کہ ہم خود بھی اور اپنی قوم کو بھی اس بنیادی تعلیم سے آراستہ کریں۔مگر ہماری قوم فرض عین والے علم کو چھوڑ کر فرض کفایہ والے علم میں زیادہ مصروف ہے۔حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں:"لوگوں نے غلطی یہ کی کہ لوگ اپنے فرض عین کو فراموش کر گئے اور ایک مدرسہ بنادیا،اس مدرسہ میں چالیس پچاس بچے آ گئے اور مطمئن ہو گئے کہ ہمارا فرض ادا ہو گیا،اس طرح آپ کا فرض ادا نہیں ہوگا۔آپ کا فرض جو آپ پر ہے وہ ادا نہیں ہوگا جب تک کہ آپ خود اپنا ضروری علم حاصل نہیں کرینگے جو کہ فرض عین ہے۔صرف مسجد بنوانے سے آپ کا فرض ادا نہیں ہوگا بلکہ آپ کو بھی نماز ادا کرنا ہوگا جو کہ آپ پر فرض عین ہے۔صرف افطار کروانے سے آپ کا روزہ ادا نہیں ہوگا بلکہ آپ کو بھی روزہ رکھنا ہوگا جو کہ آپ پر فرض عین ہے"۔(اسکول اور دینی تعلیم ،صفحہ 18،19)

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دینی تعلیم کے دو منزل ہیں ایک وہ علم جو فرض عین ہے دوسرا فرض کفایہ۔پہلے کے دور میں فرض عین والا علم گھر سے ہی مل جاتا تھا لیکن اب وہ صورت حال نہیں، رہ گیا فرض کفایہ والا علم تو اس کے لیے مدارس کا بڑا نیٹ ورک ہے، یہاں عالم ،مفتی، فقیہ،محدث بنایا جاتا ہے۔فرض کفایہ کے لیے ان مدارس کا حال کیا ہے جہاں معیاری تعلیم نہیں ہوتی؟ تو اس سلسلہ میں حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں:"اب تو ہزاروں دار العلوم قائم ہو چکے ہیں ،پہلے نہ تو اتنے مدرسے تھے اور نہ ہی تعلیم کا اتنا معاملہ تھا اور نہ ہی اتنی آسانیاں تھیں بلکہ بہت زیادہ پریشانیاں اور دشواریاں تھیں۔آج تو اتنی آسانیاں پیدا ہو گئی تو پھر اتنے دار العلوم میں سے کوئی غزالی کیوں پیدا نہیں ہوتا،کوئی رومی کیوں نہیں پیدا ہوتا،کوئی رازی کیوں نہیں پیدا ہوتا،کوئی احمد رضا کیوں نہیں پیدا ہوتا؟ ان جیسے مصلحین امت کیوں پیدا نہیں ہوتے جو اپنی امامت کا لوہا منالے۔یہ ہے آپ کے دار العلوم کا حشر"۔(اسکول اور دینی تعلیم ،صفحہ 24)

مزید فرماتے ہیں:"اب جو عربی مدرسے ہیں،کیا وہ پچیس کروڑ مسلمانوں کی دینی ضرورت

کو پورا کر سکتے ہیں؟ یعنی وہ علم جو ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض عین ہے، کیا ان عربی مدرسوں کی اتنی کوشش سے فرض عین ادا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہوسکتا ہے اس لیے کہ ویسے بھی عموماً لوگ مدرسوں میں آنا پسند نہیں کرتے، آپ خود اپنا لائق وفائق بچہ مدرسہ بھیجنا نہیں چاہتے ہیں بلکہ اسے آپ اسکول میں بھیجتے ہیں، یعنی جس کو آپ کند ذہن، شرارتی، کم عقل، ناکارہ اور کچا سمجھتے ہیں اسے مدرسہ بھیجتے ہیں اور جسے آپ ذہین، سمجھدار، ہوشیار، اور پکا سمجھتے ہیں اسے اسکول بھیجتے ہیں"۔(اسکول اور دینی تعلیم، صفحہ 27)

اس میں کوئی شک نہیں کہ دور حاضر میں مسلم بچوں کی تعداد مدرسوں سے زیادہ اسکول میں ہے۔ جہاں تعداد زیادہ ہو وہاں کام زیادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر اسکول میں صرف عصری تعلیم ہو، دینی تعلیم نہ ہو تو پھر یہ مسلمان بچے کب دین کا علم حاصل کرینگے؟ ظاہر سی بات ہے کہ یہ بچے دین سے ناواقف ہوجائینگے۔ اس طرح وہ فرض علم سے ناآشنا ہوکر گناہ گار ہوجائینگے!

دینی علوم کا مرکز مدارس اسلامیہ ہی ہیں مگر اس میں طلباء کی قلت ہے، اکثریت تو اسکولوں میں ہے۔ جو طلباء مدرسہ میں علم حاصل کرینگے وہ تو دینی علم سیکھ ہی لینگے، ان کا کیا ہوگا جو اسکولوں میں پڑھتے ہیں؟ اور یہی اکثریت میں ہیں۔ اس بابت حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں: "یہی بات ہماری ذہن میں آئی اس لیے ہم نے اسکول قائم کیا۔ آپ لوگ بھی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ایسے اسکولس قائم کریں تاکہ فرض عین کو کسی نہ کسی بہانہ ہر مسلمان کو سکھا دیا جائے' (اسکول اور دینی تعلیم، صفحہ 31)

عصر حاضر میں فرض عین علم (اسلامی واخلاقی تعلیم) سکھانے کا آسان طریقہ:

حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ''عربی مدرسوں میں مسلمانوں کے بچے ہمیشہ بہت ہی کم اور اسکولوں میں زیادہ ہوتے ہیں لہذا کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ ہم خود ہی اسکول بنائیں اور ان کو اسکول کا نصاب ہی پڑھائیں جو نصاب وہاں چلتا ہے وہی نصاب پڑھنے دیا جائے، صرف ایک مضمون ہمارا دین کا ہو اور پہلی کلاس سے لیکر دسویں کلاس تک ضروری قرار دیا جائے اور ان کو ان کی ہی زبان میں دین سکھائے"۔(اسکول اور دینی تعلیم صفحہ 27)

اسکول میں دینیات کا مضمون لازم کرنے کے فوائد:

مسلمانوں کے ہر اسکول میں دینی تعلیم کا ایک مضمون لازم قرار دیا جائے تو بہت سارے فوائد حاصل ہونگے۔ حضرت شیخ الاسلام اس کے چند فوائد یوں بیان فرماتے ہیں:

۱) اسکول سے فراغت کے بعد عالم بننا چاہتا ہے تو کسی مدرسہ میں چلا جائے۔

۲) کوئی کالج میں جانا چاہے تو کالج میں چلا جائے۔ کالج میں جاتا ہے تو دین سے بے خبر نہیں رہے گا اور مدرسہ میں جاتا ہے تو دنیا سے بے خبر نہیں رہے گا۔ اگر کہیں بھی نہیں جاتا ہے تو بھی جاہل نہیں رہے گا۔

۳) بچوں کو اسلامی تہذیب ملے گی۔

۴) غیر مسلمین (ان کے بچے) بھی اسلامی تہذیب سے متاثر ہونگے۔

۵) (مسلمانوں کا) اپنا اسکول ہو جائے گا تو غیروں کے پاس نہیں بھیجینگے۔

۶) بچے انسانیت سیکھینگے، ماں باپ کی اطاعت سیکھینگے۔ (اسکول اور دینی تعلیم ص 28)

۷) اگر آپ فرض عین والا علم سکھا دیتے ہیں تو پھر اس کے بعد بچہ اس سے زیادہ سیکھتا ہے۔

۸) جو بچے اسکول سے فراغت کے بعد دوسری لائن یا فیلڈ میں جانا چاہے وہ بھی آسانی سے جا سکتے ہیں۔ (اسکول اور دینی تعلیم صفحہ 31)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بنیادی اسلامی تعلیم جو فرض ہے اسے ہر اسکول میں رائج کیا جائے۔ چند لوگ مدرسہ میں عصری تعلیم سکھانے پر بہت زور دیتے ہیں انہیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ عصری دانش گاہ (اسکول و کالج) میں بھی دینی تعلیم کو لازم قرار دیں۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اسکولوں میں عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا امتزاج عہد جدید کی اہم ترین ضرورت ہے، ٹھیک اسی طرح جیسے مدارس میں دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کا امتزاج اہم ہے۔ مدرسوں کی کثرت کے بجائے معیاری تعلیم والے ادارے بنائیں جائیں اور اسکولوں میں علم دینیات سکھایا جائے۔ حضور شیخ الاسلام نے اپنی اسی فکر پر عمل فرمایا اور اس فکر کو عام کیا۔ ملک ہندوستان و بیرون ملک میں حضرت کے زیر سرپرستی کئی تعلیمی ادارے قائم ہیں۔ سب سے پہلے حضور شیخ الاسلام نے اپنے وطن شریف کچھوچھہ مقدسہ، یوپی میں 'محدث اعظم مشن اسکول' بنا کر اپنی فکر کو عملی جامہ پہنایا۔ محدث اعظم مشن کے ماتحت ملک کے کئی صوبوں میں مدارس و اسکولس قائم ہیں۔ کچھوچھا شریف کے علاوہ دیگر عصری

تعلیمی ادارے، ہماری ناقص معلومات کے مطابق صوبۂ گجرات، کرجن میں ’’مدنی اسلامک اسٹڈی سنٹر‘‘نبی پور ضلع بھروچ محدث اعظم مشن اسکول‘، صوبۂ کرناٹک، ہبلی میں ’محدث اعظم مشن اسکول‘‘، صوبۂ کرناٹک، داونگیرہ میں ’محدث اعظم مشن اسکول‘‘، صوبۂ کرناٹک، گھٹہ پھربا، ضلع بلگام میں’’ مدنی میاں اردو ہائی اسکول۔‘‘ دینی تعلیمی اداروں میں، گجرات، احمد آباد میں ’دار العلوم شیخ احمد کھٹو‘، یوپی، بہرائچ میں’’ مدرسہ چھوٹی تکیہ‘‘، کچھوچھا میں’’ دار الافتاء‘‘، کرناٹک، ہبلی میں حضرت کا محبوب ادارہ’’ مدنی میاں عربک کالج‘‘، بلہاری میں’’ دار العلوم شیخ الاسلام‘‘، تڑس میں’’ الجامعۃ الاشرفیہ فاطمۃ الزہراء للبنات‘‘ وغیرہ۔ ہندوستان کے علاوہ برطانیہ، ڈیوسبری میں’’ مدنی اسلامک سنٹر‘‘، بلیک برن میں ’محدث اعظم ایجوکیشن سنٹر‘‘، پرسٹن، لنکا شائر میں مدنی اسلامک انسٹی ٹیوٹ‘‘، ساؤتھ افریقہ، ونڈا میں مسجد اور’’ مدرسہ اشرفیہ‘‘، اس کے علاوہ امریکہ میں بھی مساجد و مکاتب قائم ہیں۔ الحمد للہ ہمارے مرشد گرامی کا فیض ہر طرف اور ہر شعبے میں جاری ہے، چاہے وہ تعلیمی میدان ہو یا فلاحی۔

صوبۂ کرناٹک میں حضرت کی زیر سرپرستی دینی وعصری تعلیمی اداروں کی تفصیل اور مختصر رپورٹ پیش خدمت ہے۔ (اس میں کرناٹک کے صرف مدارس واسکول کی رپورٹ ہے مکتب وغیرہ کی نہیں) اس مقصد کی خاطر کہ حضرت کے اداروں کی تفصیل سارے لوگوں کو معلوم ہو۔ آخر میں مئودبانہ گذارش ہے کہ حضرت کے جتنے بھی تعلیمی ادارے ہیں وہ اپنی اپنی رپورٹ ہر سال شائع کرتے رہیں۔

ا) دار العلوم شیخ الاسلام، بلّاری

بلاری والوں کی خوش نصیبی ہے کہ یہاں قادری ہو یا چشتی، نقشبندی ہو یا سہروردی تمام سلاسل کے بزرگ تشریف لائے۔ کوئی اپنی آخری آرام گاہ اسی شہر کا بنائے تو کوئی اپنے قدوم میمنت سے فیضیاب کرتے گئے۔ ان بزرگوں میں سے ایک عظیم بزرگ ولی کامل مخدوم الملت حضور محدث اعظم حضرت علامہ سید محمد اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کچھوچھہ شریف یوپی سے سن 1961ء میں بلاری تشریف لائے۔ صوبۂ کرناٹک میں شہر بلاری کو وہ پہلا شرف حاصل ہے جہاں حضور محدث اعظم ہند تشریف لائے۔ کرناٹک میں حضرت کی آمد سب سے پہلے بلاری میں ہوی اس کے بعد ہبلی میں۔ گویا کہ محدث اعظم کی آمد کے اعتبار سے یہ صوبۂ کرناٹک کا باب محدث اعظم ہے۔ 1961 سے 1963 تک کرناٹک میں خانوادۂ اشرفیہ کا یہی مرکز تھا بعدۂ ہبلی کو وہ مقام

حاصل ہوا۔ 1961ء سے لیکر 2004ء تک اس تقریبا چالیس سالہ عرصے میں حضور محدث اعظم ہند کی آمد کے بعد جانشین محدث اعظم ہند حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی صاحب قبلہ کا تبلیغی ،تقریری اور روحانی دورہ ہوتا رہا،حضرت کی تشریف آوری سے خوب دین وسنیت کا کام ہوا۔حضور شیخ الاسلام کی سرپرستی میں 2004ء تک بلاری میں دین وسنیت کا کام محافل ومجالس اور مساجد ومکاتب کے ذریعے ہوتا تھا۔اسی سال 2004ء میں دین وسنیت کے مزید فروغ کے لیے حضرت کی سرپرستی میں شیخ الاسلام ٹرسٹ کے ماتحت بلاری میں دارالعلوم شیخ الاسلام کی بنیادرکھی گئی۔(فی الحال دارالعلوم کا اہتمام جانشین شیخ الاسلام حضرت سید حمزہ میاں صاحب قبلہ کے اسم مبارک سے موسوم حمزہ ٹرسٹ کے ذمے ہے)

13 رسالہ مدت کی کارکردگی ایک نظر میں:۔

ٹرسٹ کی ذاتی تین منزلہ خوبصورت عمارت میں یہ دارالعلوم شہر ہی میں قائم ہے۔اس عمارت میں 13 رکمرے اور تین ہال ہیں۔ایک ہال درسگاہ کے لیے، دوسرا نماز کے لیے اور تیسرا طلباء کے طعام کے لیے۔ایک لائبریری ہے۔طلباء کی تعداد: 40۔اساتذہ: 4۔فارغین کی تعداد: 6 رحفاظ۔دارالعلوم کے شعبہ جات۔۱) ناظرہ ۲) حفظ وقرات ۳) عصری تعلیم،انگریزی،کنڑ اور حساب۔۴) طلباء کے مشق کے لیے ہر جمعرات کو ہفتہ واری بزم بنام بزم محبّان اشرف منعقد ہوتی ہے۔۵) شہر کے مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کے لیے اتوار کے دن تفسیر اشرفی کا ہفتہ واری درس ہوتا ہے اور ہر اسلامی مہینہ کی ستائسویں (۲۷) شب کو حلقۂ ذکر کی محفل ہوتی ہے جس میں طلباء کے علاوہ عوام بھی شرکت کرتے ہیں۔

دارالعلوم کے علاوہ حمزہ ٹرسٹ کی جانب سے فلاحی وسماجی کام بھی ہورہا ہے۔حمزہ ٹرسٹ کی جانب سے 2012ء میں مدنی ہیلتھ کلینک (MADANI HEALTH CLINIC) قائم ہوا جس میں مریضوں کا مفت علاج ہوتا ہے اور ہر سال ماہ ربیع الاول میں میلاد مصطفی کے موقع پر مفت آنکھوں کا آپریشن ہوتا ہے۔

مستقبل کا منصوبہ:

۱) حمزہ ٹرسٹ کے نام سے شہر میں 6000 رسکوائرفٹ کی اراضی خریدی گئی انشاءاللہ اس میں ITI کالج شروع کرنے کا ارادہ ہے۔ ۲) شہر سے 18 رکیلومیٹر دور گنتکل روڈ پر 5 را یکڑ زمین خریدی گئی ہے انشاءاللہ حضرت کے حکم کے مطابق جیسی عمارت حضرت حکم فرمائینگے ویسی بنائی جائے گی۔

پتہ: دارالعلوم شیخ الاسلام، طریقت منزل، کمیلا روڈ بلاری کرناٹک

رابطہ نمبر۔صدر صاحب۔9448779969، 8123827092

سکریٹری صاحب 9972375712

۲) شیخ الاسلام عربی مدرسہ بلگام

حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم القدسیہ کے زیر سرپرستی شہر بلگام میں 1989ء میں محدث اعظم مشن کا قیام ہوا۔ 31 رمئی 2014ء کو حضور فاضل بغداد حضرت علامہ الشاہ سید محمد حسن العسکری میاں اشرفی جیلانی نائب سجادہ جانشین محدث اعظم ہند کی صدارت میں 25 رسالہ جشن سلور جوبلی منایا گیا۔ الحمدللہ، حضور شیخ الاسلام کی دعاؤں سے محدث اعظم مشن کے ماتحت شہر بلگام میں فلاحی وسماجی، دینی وتعلیمی خدمات انجام دی جارہی ہیں۔ تعلیمی خدمات اور ادارے مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) محدث اعظم مشن بلگام کے زیر اہتمام اشرفی منزل، املی مارکیٹ، نیوگاندھی نگر بلگام میں شیخ الاسلام عربی مدرسہ کے نام سے 2014ء میں روزانہ بعد نماز عشاء تعلیم بالغاں کے لیے شروع کیا گیا۔ جس میں نوجوانوں کو دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ فی الحال 25 رنوجوان تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ ۲) اسکول وکالج کی تعطیل میں تربیتی کورس بھی چلایا جاتا ہے۔

مستقبل کا منصوبہ:

انشاءاللہ جلد ہی اعظم نگر بلگام میں محدث اعظم مشن نرسری اسکول شروع کیا جائیگا۔

پتہ: محدث اعظم مشن بلگام۔ اشرفی منزل پلاٹ نمبر 5، پانچواں کراس، اشرفی محلہ اجول نگر بلگام کرناٹک

رابطہ نمبر: صدر صاحب۔9481007492۔

سکریٹری صاحب۔9844281299

۳)المدرسۃ الاشرفیہ فاطمۃ الزہراء للبنات تڑس

ہبلی سے جنوب کی طرف ۲۵؍کلومیٹر کے فاصلے پر شیگاؤں تعلقہ میں ایک خوبصورت گاؤں تڑس واقع ہے۔حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی صاحب قبلہ جب ہبلی تشریف لائے تو تڑس کے عاشقان اہل بیت حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل کیے اور دعوت پیش کی۔۔حضرت اس دعوت کو بخوشی قبول کیے اور پہلی بار خانوادۂ اشرفیہ کے اشرفی دولہے کی تڑس میں آمد ہوی۔حضرت شیخ الاسلام کی آمد کی برکت سے سرزمین تڑس میں تازہ بہار آئی،جوق در جوق لوگ داخل سلسلہ اشرفیہ ہوے حضرت کے قدموں کی برکت سے لوگ تو لوگ یہاں کی مٹی بھی اشرفی ہوگئی۔اس کے بعد تو تڑس والوں کی قسمت جاگ اٹھی جب بھی حضرت شیخ الاسلام ہبلی تشریف لاتے تو تڑس بھی آمد ہوتی اور دینی کام میں اضافہ ہوتا گیا۔حضرت کی سرپرستی میں غالباً ۱۹۸۰ء میں مدرسہ اشرفیہ قادریہ کے نام سے حضرت سید شاہ احمد قادری کے احاطے جامع مسجد میں ایک مکتب شروع ہوا۔اس کے بعد ۱۹۸۴ء میں مدنی میاں عربک کالج کو قائم کیا گیا۔(دو سال تک یہ مدرسہ تڑس میں ہی تھا اس کے بعد محلہ یلاپور ہبلی میں منتقل ہوا،وہاں سے اب یہ مدرسہ کندگول کراس بڈرسنگی پی۔بی روڈ ہبلی میں ہے)سن ۱۹۹۴ء میں محدث اعظم مشن تڑس کا قیام ہوا اور اسی مشن کے ذریعے دینی وفلاحی کام ہوتے رہے۔

۲۰۱۱ء میں محدث اعظم مشن تڑس کی ایک خصوصی میٹنگ ہوئی جس میں دختران اسلام کی تعلیم وتربیت اور سلسلہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ کی اشاعت کے تعلق سے غور وخوص کر کے کمیٹی نے دختران اسلام کیلئے بہترین تعلیم وتربیت کے ساتھ ایک ادارے کا فیصلہ لیا۔۶؍اکتوبر ۲۰۱۲ء کو باقاعدہ المدرستہ الاشرفیہ فاطمۃ الزہراء للبنات کی افتتاحی تقریب عمل میں آئی۔ ادارے کے قیام کے بعد جب مشن کے تمام اراکین حضور شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہوکر اس ادارے کی خوشخبری سنائے تو حضور شیخ الاسلام نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا اس ادارے کو آگے بڑھائیں اور دعاؤں سے نوازا۔۲؍سال تک ناظرہ اور مُبلغہ کا ۲؍سالہ کورس پڑھایا گیا۔ان دو سالوں میں ادارہ ھذا سے ۱۶؍مبلغات فارغ ہوئیں۔ ۲۰۱۴ء کو بڑے تزک احتشام کے ساتھ ماہر معلمات کی نگرانی میں عالمہ کورس بھی شروع کیا گیا۔فی الحال ۳۰؍بچیاں قیام وطعام کے ساتھ با

صلاحیت وتجربہ کار معلمات واساتذہ کی نگرانی میں پوری محنت ولگن کے ساتھ علم دین حاصل کررہی ہیں ۔ہم اپنی بہن ،بیٹیوں اپنی نسلوں کواہل بیت کے دامن سے وابستہ اورصحیح العقیدہ بنائے رکھنے کیلئے اوراسلام وسنیت کے فروغ وبقا کے لیےحضور شیخ الاسلام صاحب قبلہ وحضور سید حسن عسکری میاں اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں چلنے والے اس ادارے کواستحکام بخشناوقت کی اولین ضرورت ہے۔

کورسس:۱)ناظرہ ۲)مبلغہ ۳)عالمہ ۴)ٹیلرنگ ۴)کمپیوٹرکورس

تعدادطالبات: 130 ۔شعبۂ ناظرہ میں 90/بچیاں،مبلغہ کورس میں 20/بچیاں اورشعبۂ عالمیت میں 20/بچیاں زیرتعلیم ہیں

کل اساتذہ ومعلمات:4

انتظامیہ کمیٹی: صدروراکین محدث اعظم مشن تڑس

مسجدگلی نزدجامع مسجدتڑس،تعلقہ شیگاؤں۔ضلع ہاویری581212 کرناٹک

فون نمبر:08378-257156

۴)محدث اعظم مشن نرسری وپرائمری اسکول دیورٹی،داونگیرہ

محدث اعظم مشن داونگیرہ کے زیراہتمام 2005ء میں حضورشیخ الاسلام کے دست مبارک سے داونگیرہ شہر کے قریب دیورٹی میں محدث اعظم مشن انگلش میڈیم اسکول کاافتتاح ہوا۔اسکول کی 20/گنٹہ زمین میں ایک خوبصورت عمارت بنائی گئی ہے۔

۱)محدث اعظم مشن پرائمری اسکول: تعلیم: پانچویں جماعت تک۔کل طلبہ وطالبات کی تعداد:120۔اساتذہ ودیگرعملہ:8اسکول میں مسلم وغیرمسلم طلبہ وطالبات سبھی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

۲)دانگیرہ شہر میں محدث اعظم مشن کی جانب سے خانقاہ مدنی کی تعمیر کی گئی ۔مورخہ 24/مارچ 2015ءکو فاضل بغدادحضرت علامہ الشاہ سید محمد حسن عسکری میاں اشرفی جیلانی صاحب قبلہ کے دست مبارک سے افتتاح ہوا۔اس دومنزلہ عمارت میں، بالائی منزل پرمشن کی آفس ہےاورہرمہینہ حلقۂ ذکرکی محفل ہوتی ہے۔نچلی منزل میں نرسری اسکول ہے۔

مسقبل کے منصوبے:

۱)سن 2000ء میں مشن کی جانب سے ایک زمین خریدی گئی ہے۔انشاءاللہ اس اراضی پر دارالعلوم کی بنیاد ڈالی جائے گی۔

۲)خانقاہ مدنی میں لڑکیوں کے لیے مفت کمپیوٹر کورس اور ٹیلرنگ کلاس۔

پتہ: محدث اعظم مشن،خانقاہ مدنی امام نگر،نورانی مسجد روڈ داونگیرہ،کرناٹک۔

رابطہ نمبر: صدر صاحب۔9448535026

۵)دارالعلوم قادریہ ڈانڈیلی

مدنی میاں عربک کالج کی ایک شاخ جوحضور شیخ الاسلام مدظلہ کی سرپرستی میں قائم ہے۔۱۹۹۳ء میں اس کا افتتاح ہوا۔تین کمروں پر مشتمل ذاتی عمارت ہے۔طلبہ کی تعداد۔ ۲۵۔قیام وطعام کے ساتھ۔اساتذہ کی تعداد۔۳۔شعبہ جات: حفظ وقرات۔اب تک ۲۵ سے زائد حفاظ فارغ ہوے۔دارالعلوم کے ماتحت دومکتب بھی ہیں ۱) مکتب شیخ الاسلام،لمانی چال، جونی ڈانڈیلی۔۲) مکتب مدنی میاں،سگرین چال،جونی ڈانڈیلی۔

مستقبل کے منصوبے:

۱) کمپیوٹر کورس۔۲)عصری تعلیم

پتہ: دارالعلوم قادریہ ڈانڈیلی،

رابطہ نمبر 9845823686,۔08284-230571

۶)مدنی میاں اردو ہائی اسکول گھٹ پربھا،تعلق گوکاک،ضلع بلگام:

حضور شیخ الاسلام مدظلہ کے مرید جناب سلطان صاحب کبّوراشرفی نے حضرت کی اجازت اورآپ کے نام سے سن ۱۹۹۴ء میں مدنی میاں اردو ہائی اسکول کا آغاز کیا۔یہ اسکول حکومت کرناٹک سے منظورشدہ(Government Added)ہےاوراساتذہ کی تنخواہ بھی گورنمینٹ سے دی جاتی ہے۔نیز گورنمینٹ سے مفت سائیکل،مفت کتب اور روزانہ دوپہر کا کھانا۔بہترین تعلیم ونظم وضبط اورسوفیصد رزلٹ ہونے پر دومرتبہ حکومت کرناٹک نے میڈل سے نوازا۔پہلی بار

سن ۲۰۰۵ء میں اور دوسری مرتبہ سن ۲۰۱۴ء میں۔

تعلیم: آٹھویں جماعت سے دسویں جماعت تک۔کمپیوٹر۔تعداد طلبہ و طالبات: ۱۲۰۔ اساتذہ ودیگر عملہ کی تعداد ۸۔

مستقبل کے منصوبے:

۱) دینیات کورس شروع کرنا۔ ۲) مدنی میاں آرٹس، سائنس اینڈ کامرس کالج شروع کرنا۔

پتہ: مدنی میاں اردو ہائی اسکول، گھٹ پربھا، تعلق گوکاک، ضلع بلگام، کرناٹک۔

میر معلم: 9538380167

۷) مدنی میاں عربک کالج ہبلی

شہر ہبلی صوبہ کرناٹک کا دوسرا سب سے بڑا شہر ہے۔ یہاں مسلمانان اہل سنت کی کثرت ہے اور الحمد للہ اسے اہل سنت و جماعت کی مرکزیت کا شرف حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس شہر میں پیران کرم ومشائخین کرام وعلمائے ذوی الاحترام کا ہمیشہ دورا ہوتے رہتا ہے۔

انہی مشائخ وسادات کرام میں خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھا شریف کی ایک عظیم علمی و روحانی شخصیت جن کو عالم اسلام میں حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین حضرت علامہ الشاہ مفتی سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

حضرت کے مسلسل دعوتی وتبلیغی دوروں سے ایک علمی ماحول پیدا ہوا جس سے لوگ متاثر ہوکر ایک خالص دینی ومذہبی، علمی وخانقاہی ادارے کی ضرورت محسوس کرنے لگے۔ مریدین نے خواہش ظاہر کی تو حضرت نے پہلے اس کی اجازت نہیں دی۔ آپ نے فرمایا" والدصاحب (محدث اعظم ہند) کا قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم غوثیہ شہر میں ایک سنی ادارہ موجود ہے دوسرے ادارہ کی فی الحال ضرورت نہیں، آپ سب اسی مدرسہ کو فروغ دیں"۔ مگر بارہا اصرار اور حالات کے مدنظر حضرت نے دین وسنیت کی مزید ترویج واشاعت کے لیے ایک دینی مدرسہ قائم کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ مشہور قول ہے کہ" ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے"، جس وقت مدنی میاں عربک کالج کی اجازت ملی اس وقت بالکل صحیح وقت تھا اور ایسے سنی ادارہ کی ضرورت تھی۔

حضرت کی اجازت ملتے ہی 1984ء میں ہبلی سے 25 کیلومیٹر دور تڑس میں شعبۂ ناظرہ و

حفظ سے مدنی میاں عربک کالج کا آغاز ہوا۔ دوسال بعد تڑس سے ہبلی شہر محلہ یلا پور میں منتقل ہوا ۔1989ء میں عظیم الشان کانفرنس بنام ’’محدث اعظم کانفرنس‘‘ کا انعقاد ہوا۔ اس کانفرنس میں علماء اہل سنت، سادات کرام ومشائخین عظام کے علاوہ سلسلہ اشرفیہ کے بالخصوص خانوادۂ محدث اعظم ہند نے شرکت فرمائی۔ اس تاریخی کانفرنس میں صوبۂ کرناٹک کے علاوہ اطراف واکناف ریاستوں سے عوام اہل سنت لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوے تھے۔ اس کانفرنس کے ذریعے مدنی میاں عربک کالج کا بہت بڑا فائدہ ہوا۔ وہ یہ کہ مدرسہ کے لیے شہر ہبلی سے ۷ کیلومیٹر دور کندگول کراس، پی، بی روڈ سے بالکل متصل ساڑھے پانچ (5.5) ایکڑ زمین خریدی گئی اور اسی سال سنگ بنیاد ڈال دی گئی، بڑی تیزی کے ساتھ ایک سال کی مدت میں 6 کمروں پر مشتمل ایک ہاسٹل و درسگاہ کی عمارت تعمیر ہوگئی۔ اس طرح مدنی میاں عربک کالج 4 سال تک یلا پور میں رہا پھر وہاں سے موجودہ جگہ کندگول کراس، پی۔ بی روڈ میں بحسن وخوبی رواں دواں ہے۔ 1991ء میں مدنی میاں عربک کالج محلہ یلا پور ہبلی سے موجودہ جگہ کندگول کراس پی۔ بی روڈ میں منتقل کیا گیا۔

بحمدہ تعالی حضور شیخ الاسلام کی دعاؤں، مدرسہ کی انتظامیہ کی مسلسل جد وجہد اور عوام اہل سنت کی دلچسپی سے تعلیم وتعمیر کا سلسلہ بڑھتا ہی گیا۔

فی الحال مدرسہ کی زمین پر وسیع وعریض 20 کمروں کی دومنزلہ خوبصورت عمارت، ایک وسیع ہال اور 20 لاکھ کی لاگت سے کمپاؤنڈ کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ مزید 10 کمروں کی تعمیر اور عمارت کی تزئین وتوسیع کا کام جاری ہے۔ انشاء اللہ عنقریب حضور شیخ الاسلام کی آرزو اور تمنا پوری ہوگی۔ حضور شیخ الاسلام کی تمنا خود حضرت کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے۔ آپ کی تمنا وخواہش یہ ہے کہ ’’ہم اس منزل تک پہونچ کر رہینگے جہاں پہونچ کر یہ ادارہ ملک کے دیگر مرکزی اداروں کی صف میں نظر آئے گا۔ یہ ایک ایسا منارۂ نور وہدایت ہوگا جس کی روشنی ملک کے ہر ہر گوشے بلکہ بیرون ملک سے بھی دیکھی جاسکے گی‘‘۔

مدنی میاں عربک کالج کے معاونین کے لیے حضرت کی یہ دعاء ہے: ’’مولی تعالی اس ادارے پر اپنا فضل خاص فرماتا رہے اور اس کے اعوان وانصار کی عمر وصحت واقبال میں برکت عطا فرماتا رہے اور مومنین کے قلوب کو اس کی طرف مائل کردے اور پھر مائل رکھے تاکہ وہ اس کے عروج کو اپنا عروج اور اس کے فروغ وارتقاء کو خود اپنا فروغ وارتقاء سمجھنے لگیں‘‘۔ (معائنہ رجسٹر مدنی

میاں عربک کالج)

مدنی میاں عربک کالج کے تعلیمی شعبہ جات:

1) شعبہ ناظرہ۔ 2) شعبہ حفظ۔ 3) شعبہ تجوید وقرات۔ 4) شعبہ عالمیت۔ 5) فضیلت۔ 6) حکومت کرناٹک سے منظور شدہ برج کورس۔ 7) انگریزی وکنڑ زبان کی تعلیم۔ 8) تعطیلاتی تربیتی کورس۔

تعداد طلبہ: 160۔ تعداد اساتذہ ودیگر عملہ 18۔ فارغین کی تعداد۔ 150 (عالم، فاضل، حافظ وقاری کل فارغین)

دیگر خصوصیات:

1) شیخ الاسلام لائبریری۔ جس میں 4000 سے زائد درسی وغیر درسی کتب موجود ہیں۔ 2) بزم محدث اعظم۔ اساتذہ کی نگرانی میں طلبہ کے اندر تقریری وتبلیغی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے ہر جمعرات بعد نماز مغرب تا عشاء بزم محدث اعظم کا انعقاد۔ 3) قیام وطعام کا بہترین انتظام۔

مستقبل کے منصوبے: 1) تعلیمی معیار مزید بلند کرنا۔ 2) طلبہ کی تعداد میں مزید اضافہ کرنا۔ 3) تعمیری کام بڑھانا۔ 4) چہار دیواری (کمپاؤنڈ وال) کا بقیہ کام پورا کرنا۔

پتہ: مدنی میا ں عربک کالج ،بڈرنگی، پی۔بی روڈ ،نزد کندگول کراس ، ہبلی۔ 580212 کرناٹک۔ رابطہ نمبر: 0836-2317211

صدر صاحب۔ 9590245194 سکریٹری صاحب 9845684366

مدنی میاں عربک کالج کے نام۔ مرحوم سید انور رائے پوری اشرفی کا کلام

مدنی میاں عربک کالج کے ایک جلسہ دستار بندی کے موقع پر پڑھا گیا۔

مدنی کالج یہ بتاؤں میں تمہیں کیا دے گا　　یہ تو سورج ہے اجالا ہی اجالا دے گا
اس ادارے کے ہیں بانی میرے مرشد مدنی　　عشق محبوبِ خدا کا یہ نگینہ دے گا
اس کے ہیں روحِ رواں صوفی جہانگیر اشرف　　یہ گواہی تو ہر اک باب و دریچہ دے گا

آج تم اس کو مدد دوگے تو ہبلی والو — کل قیامت میں تمہیں یہ بھی سہارا دے گا
دیکھ کر آج یہ دستارِ فضیلت کا سماں — ہے یقیں ہم کو کہ ہر سال یہ تحفہ دے گا
نذر کرنے کے لئے لایا ہے کچھ شعر انورؔ — سننے والوں کو بھلا اس سے سوا کیا دے گا

۹) محدث اعظم مشن اسکول، ہبلی۔

حضور شیخ الاسلام کی سرپرستی میں دینی درسگاہ مدنی میاں عربک کالج کے قائم و مستحکم ہو جانے کے بعد مریدین نے ایک عصری دانش گاہ قائم کرنے کی حضرت سے خواہش ظاہر کی تو حضور شیخ الاسلام کی اجازت سے محدث اعظم مشن ہبلی کے زیر اہتمام ۱۹۹۵ء میں محدث اعظم مشن اسکول کا افتتاح ہوا۔صوفی ملت سید جہانگیر اشرف علیہ الرحمہ کی نگرانی میں کرایہ کی عمارت پر تروی ہکل میں نرسری اسکول سے ابتدا ہوئی۔

۱۹۹۸ء میں اسلام پور جونی ہبلی میں زمین خریدی گئ۔اس کے فورا بعد حضور شیخ الاسلام کے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھی گئی اور تیزی کے ساتھ تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا۔صرف دو سالہ عرصے میں سن ۲۰۰۰ء کو بہترین عمارت تیار ہوگئی اور عمارت کی افتتاح حضور شیخ الاسلام کے دست مبارک سے عمل میں آئی۔اس طرح ذاتی زمین وعمارت حاصل کر لینے کے بعد اسکول تروی ہکل سے اسلام پور منتقل ہوا۔

فی الحال 33 کمروں پر مشتمل تین منزلہ خوبصورت عمارت دیدہ زیب ہے۔جس میں کلاس روم کے علاوہ "سائنس لیب"، "کمپیوٹر لیب" بھی ہیں۔

تعلیم: ۱)نرسری سے ہائی اسکول تک ۔۲)اردو میڈیم ۔۳) انگلیش میڈیم۔ ۴)دینیات ۔۵) کمپیوٹر واسمارٹ کلاس۔

تعداد طلبہ وطالبات: 2600۔اساتذہ ودیگر عملہ: اردو، انگلیش میڈیم دونوں ملا کر 55۔

خصوصیات:1)عصری تعلیم کے ساتھ دینی واخلاقی تعلیم لازمی ۔۲)تعلیمی سرگرمیوں کے علاوہ کھیلوں اور کلچرل مقابلہ کا انعقاد۔

۳) سال ۲۰۱۴ء میں 97٪ فی صد رزلٹ ۔۴)سی سی ٹی وی کیمرہ کے ذریعے پورے اسکول کی نگرانی۔

مستقبل کے منصوبے: محدث اعظم مشن کالج شروع کرنا۔ آرٹس، سائنس وکامرس PU کالج۔

پتہ: محدث اعظم مشن اسکول، اسلام پور روڈ، جونی ہبلی۔580024

رابطہ نمبر: 0836-2209032

۱۰) مدنی میاں کمپیوٹر ایجوکیشن اینڈ اسٹڈی سنٹر ہبلی:

مدنی میاں ایجوکیشن اینڈ چاری ٹیبل ٹرسٹ کے ماتحت حضور شیخ الاسلام کی اجازت سے سال ۲۰۱۳ء کو شہر ہبلی میں کمپیوٹر کی تعلیمات عام کرنے کے لیے ایک سنٹر قائم ہوا۔ اس میں قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی مرکزی حکومت سے منظور شدہ یک سالہ ڈپلومہ ان کمپیوٹر اپلیکیشن کورس ماہر اساتذہ کی نگرانی میں سکھایا جاتا ہے، اس کا نصاب اور سند دونوں مرکزی حکومت کے مطابق دی جاتی ہے۔

کمپیوٹر کے ساتھ ساتھ اردو زبان کی تعلیم بھی ہوتی ہے۔ اس میں مسلم وغیر مسلم طلبہ و طالبات سبھی کو یکساں تعلیم دی جاتی ہے۔ الحمد للہ اب تک ۱۵۰ طلبہ و طالبات اس کورس سے استفادہ کر چکے ہیں۔ اس کورس کے علاوہ کمپیوٹر کے دیگر کورسس اور انگلش اسپیکنگ کورس بھی شروع ہے۔ اساتذہ ودیگر عملہ: ۵۔ طلباء وطالبات کی تعداد ۴۹۔

پتہ: مدنی میاں کمپیوٹر ایجوکیشن اینڈ اسٹڈی سنٹر، نبی ریسیڈینسی، طبیب لینڈ، نزد واٹر ٹینک، ہبلی۔ کرناٹک۔

رابطہ نمبر 0836-2267866۔

زیر اہتمام: صدر واراکین مدنی فاؤنڈیشن ہبلی

حضور شیخ الاسلام: تنظیمی وتحریکی خدمات

ڈاکٹر غلام ربانی فدا

مدیر جہان نعت ہیرور

حضوشیخ الاسلام رئیس المحققین سند المتکلمین تاجدار اہل سنت حضرت علامہ الحاج سید محمد مدنی میاں دام ظلہ علینا کی جلیل القدر دینی وعلمی خدمات اپنے پورے عہد پر چھائی ہوئی ہیں۔ انہوں نے حمایت حق اور باطل کی سرکوبی کے لئے جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں تاریخ کا سینہ اب دن بہ دن ان کے انوار سے درخشاں اور تابناک ہوتا جارہاہے۔ انہوں نے جو کچھ کیا محض رضائے الٰہی کی خاطر نہ کہ شہرت وعزت کی خواہش اور نہ صلہ وستائش کی کوئی ہوس۔ قلم کی نوک سے علم وفضل اور عشق وعرفان کی ایسی موسلا دھار بارش برسائی کہ ارض ہند سے لے کر جزیرۃ العرب تک کی سرزمین نم ہوگئی۔ خطابت کا یہ عالم کہ ہر دل شکرگزار اور ہر زبان مدح خواں ہوگئی۔ کائنات شعروادب کے ماہتاب اختر کچھوچھوی کے شعری آفتاب سے لفظوں کی روشنی کے لئے سائل بنے کھڑے ہیں۔ جب اسلام اور اہل اسلام کو نیست ونابود کرنے والی تحریکیں بڑے زور وشور سے برساتی مینڈکیوں کی طرح جنم لینے لگی تو آپ نے احیاء سنت کے لئے 18 اگست 1978 ومحدث اعظم مشن کے نام سے ایک عالمی تحریک کی بنیاد ڈالی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ تحریک دنیا بھر میں چھا گئی۔ اس کے علاوہ دیگر تحریکوں سے وابستگی رہی اور سرپرستی فرمائی۔ مجھے کامل یقین ہے کہ سرپرستی میں چلنے والی کئی تحریکیں ہوسکتی ہیں۔ جن کی صحیح معلومات ناچیز کو حاصل نہیں۔ یہ ایک زمینی حقیقت ہے جس سے فرار محال ہے عالم اسلام وسنیت پر سب سے زیادہ احسانات سلسلۂ اشرفیہ جشتیہ بہشتیہ کے ہیں بہترین مقرر وخطیب، بے مثال مفتیان کرام وعلمائے عظام، اعلیٰ درجے کے محققین، نمائندہ ادباوشعرا غرض کہ ہر شعبۂ حیات سے وابستہ مثالی افراد خانوادۂ سمنان میں جنم لیتے رہے اور لیتے رہیں گے انشاء اللہ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے ہمیشہ انہیں فراموش کیا گیا حاسدین نے تاریخ مسخ کر کے پیش کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی قابل غور بات یہ ہے کہ ہم اپنا سارا زور اس بات پر صرف کرتے ہیں کہ حاسدین نے سادات کچھوچھہ کو پس پردہ رکھا۔ سچ تو یہ

ہے کہ جتنا ذمہ دار حاسدین اتنے ہی عاشقین بھی۔ کیا ہم نے کبھی دانشوران واہل علم وادب اورعوام الناس کے سامنے ایسا تعارف سادات کچھوچھہ پیش کئے جس طرح کرنے کا حق تھا؟۔ آج تک ہم وابستگان سلسلۂ اشرفیہ نے اپنے مشائخ کی خدمات عالیہ جلیلہ پر کتنے سیمینار کئے؟ کتنے کتابیں شائع کی؟ کتنے لوگوں تک پیغام اشرفی کو پہنچایا؟ تاریخ وخدمات کو کس طرح محفوظ کئے؟ سچ تو یہ ہے کہ اس تساہلی کا شکار ہم ہی رہے۔ آج یہی کاہلی ہمارے لئے حقیقت کا ایک کڑوا گھونٹ بن گئی ہے۔ ذیل میں کچھ تنظیمیں وتحریکیں جن کی سرپرستی قبلہ حضور شیخ الاسلام نے فرمائی درج ذیل ہیں۔

آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ کی داغ بیل ڈالی جس کی خدمات نمایاں ہیں المختصر ۱۹۲۱ء کے بعد تنظیمی ڈھانچہ کمزور ہوتا چلا گیا پھر ۱۹۶۰ء۔ ۱۳۸۰ھ میں جماعت رضائے مصطفی نے دم توڑ دی۔ کچھ عرصہ تک کچھ سرد مہری کا اثر رہا پھر نئے سرے سے جان ڈالنے کی کوشش ہونے لگی۔ ابتداً جماعت رضائے مصطفی کی حیثیت ایک مقامی جمعیت کی تھی، اس جمعیت کے دو بڑے شعبے تھے۔ علمی۔ عملی۔ اس جمعیت نے دونوں پہلوؤں پر تاریخ ساز کردار سرانجام دیا۔ رفتہ رفتہ اس کی حیثیت مرکزی بن گئی، پورے برصغیر میں جماعت رضائے مصطفی کی شاخیں قائم ہوگئیں۔ جماعت کی مرکزی حیثیت بن جانے پر اغراض ومقاصد اور قواعد وضوابط میں تبدیلی ناگزیر ہوگئی۔ جماعت رضائے مصطفی کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ۔ ۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا بریلوی کی سرپرستی، اور برہان ملت مفتی برہان الحق جبل پوری کے زیر اہتمام آستانہ عالیہ سلامیہ جبل پور پر کل ہند جماعت رضائے مصطفی کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں دوبار جماعت کی تاسیس ہوئی۔ اور حسب ذیل دفعات کا اضافہ کیا گیا۔

۱۔ کل ہند جماعت رضائے مصطفی کی دائمی سرپرستی پر حضور مفتئ اعظم بریلوی فرمائیں گے

۲۔ کل ہند جماعت رضائے مصطفی سارے ہند کی کل مقامی، ضلعی، صوبائی، اور کل ہند جملہ تنظیموں کی نگرانی اور جماعت رضائے مصفطی ہوگی۔ ہندوستان کی ساری سنی تنظیمیں

اور جماعتیں کل ہند جماعت مبارکہ کے تحت رہیں گی۔

۳۔مختلف سنی تنظیموں کے باہمی اختلاف کی شکل میں کل ہند جماعت مبارکہ کی حیثیت ثالث اور حکم کی ہوگی۔

٤۔کل ہند جماعت رضائے مصطفی کی تنظیم حسب ذیل ہوگی۔

(ا) ہر شہر میں دارالافتاء قائم کرنا۔(ب) ہر شہر میں دارالقضاء قائم کرنا۔(ج) ہر جگہ مکاتب ومدارس اسلامیہ قائم کرنا۔(د) ہندوستان کے ہر مفتی شہر، اور قاضی کا تعلق کل ہند جماعت رضائے مصطفی سے ہوگا۔

٥۔کل ہند جماعت رضائے مصطفی کا انتخاب ہر پانچ سال بعد ہوا کریگا۔

٦۔کل جماعت رضائے مصطفی کا مرکز دفتر بریلی ہی میں زیر نگرانی مفتئ اعظم رہے گا

۷۔ریلیف کمیٹی، مرکز جماعت رضائے مصطفی بریلی کی زیر نگرانی، ترمیم وتبدیل کے کل اختیارات سرپرست وصدر کل جماعت رضائے مصطفی کو حاصل رہیں گے۔

۸۔ریلیف کمیٹی مرکز جماعت رضائے مصطفی کے علاوہ اور کوئی ریلیف کمیٹی قائم نہ ہوگی۔

۹۔ریلیف کمیٹی جماعت رضائے مصطفی کا کوئی انتخاب نہ ہوا کریگا۔ بلکہ سرپرست وصدر کل جماعت رضائے مصطفی اپنے اختیاراتِ خصوصی سے نامزد فرمایا کریں۔جبل پور کے اس کل ہند جماعت رضائے مصطفی کے خصوصی اور انقلابی اجلاس سے قبل امام احمد رضا محدث بریلوی کے عرس کے موقع پر ۲٦ صفر المظفر ۱۳۸۳ھ۔۱۸ جولائی ۱۹٦۳ء کو کل جماعت رضائے مصطفی کا مرکزی انتخاب عمل لایا گیا۔جس میں حضور مفتئ اعظم بریلوی سرپرست، مفتی برہان الحق جبل پوری کو کل ہند کا صدر، اور مولانا ابوالوفا فصیحی غازی پوری کو ناظم منتخب کیا گیا تھا۔ بعدہ اجلاس جبل پور میں بقیہ عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا۔

☆ نائب صدر اول ــــــ حضور شیخ الاسلام علامہ مولانا مدنی میاں اشرفی جیلانی کچھوچھوی۔

☆ نائب صدر دوم ــــــــــــــ مفتی رفاقت حسین، احسن المدارس کانپور۔

☆ ناظم اعلیٰ ــــــــــــــ مولانا علی محمد دھوراجی، راج پیلا بھڑوچ۔

☆ نائب ناظم ــــــــــــــ عبدالصمد مجنون جبل پوری۔

☆نائب ناظم وخازن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سید حمایت رسول رضوی جامع مسجد بریلی

(۱) علاوہ ازیں متعدد جلیل القدر علماء کو کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کو ورکنگ کمیٹی کا ممر نامزد کیا گیا۔اس طرح حضور مفتئ اعظم بریلوی کی سرپرستی میں جماعت رضائے مصطفیٰ کی نشاۃ ثانیہ نے اسلامیان ہند کی مذہبی،قومی،اسلامی ضرورت کو پورا کردیا۔

اس وقت جماعت رضائے مصطفیٰ کو اپنے مدد وتعاون سے نوازنے والے اکابر علماء کے اسمائے گرامی:

۱۔حضور مولانا شاہ سید اسماعیل حسن میاں برکاتی،سجادہ نشین سرکار مارہرہ مطہرہ
۲۔تاج العلماء حضرت مولانا سید محمد میاں قادری،سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ
۳۔حضرت مولانا مفتی شاہ محمد عبدالسلام رضوی جبل پوری
٤۔صدرالشریعہ حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی رضوی اعظمی
٥۔صدرالافاضل مولانا حکیم سید محمد نعیم الدین مرادآبادی
٦۔ملک العلماء حضرت مولانا محمد ظفرالدین رضوی بہاری
۷۔صدرالعلماء مولانا رحم الہی منگلوری
۸۔حضرت مولانا محمود جان رضوی جام جودھ پوری
۹۔استاذالعلماء حضرت مولانا حسنین رضا خاں بریلوی ایڈیٹر ماہنامہ الرضا بریلی
۱۰۔برہان ملت مفتی برہان الحق رضوی جبل پوری
۱۱۔حضرت مولانا امام الدین کوٹلی لوہاران پنجاب
۱۲۔حضرت مولانا سید محمد آصف رضوی قادری کانپوری
۱۳۔مولانا محمد عرفان علی رضوی بیسلپوری
١٤۔مولانا قاضی ابوالکمال محمد اشہدالدین مرادآبادی
۱٥۔قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد القادری مہاجر مدنی
١٦۔مولانا قاضی محمد قاسم سیال کوٹی
۱۷۔حاجی مفتی جلال الدین لاہوری

مذکورہ بالاحضرات میں وہ شخصیات بھی ہیں جو اپنے عہد کے جید عالم،فقیہ النفس مفتی،نکتہ

رس مدبر، اثر انگیز مناظر وواعظ اور سیاسی بصیرت کے حامل تھے۔ان متذکرہ اکابر علما ومشائخین کو حضور شیخ الاسلام کی تبحر علمی وسیاسی بصیرت، تنظیم وتحریکی قابلیت پر کامل اعتماد تھا۔

جماعت رضائے مصطفیٰ پر حضور محدث اعظم اور شیخ الاسلام کا بہت بڑا احسان ہے۔حضرت مولانا ذاکر حسین راج محلی لکھتے ہیں

جماعتی نظم ونسق سے متعلق جو کچھ بھی ہوتا رہا اس میں حضرت مفتی اعظم ہند (علیہ الرحمہ) اور حضرت محدث اعظم ہند رضی اللہ عنہ کی رائے حرف آخر سمجھی جاتی ،اور ہر مجلس مشاورت کی پوری کاروائی حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے استصواب واستفسار پر معلق کردی جاتی''

عوام اہل سنت اچھی طرح جانتے ہیں اعظمین (محدث اعظم ،مفتی اعظم) کے تعلقات و روابط کس قدر مضبوط و مستحکم تھے۔حضور محدث اعظم کے انتقال پُرملال کے بعد جماعت کے نظم وضبط کے حوالے سے برصغیر میں حضور مفتی اعظم کو اپنے نائب کی حیثیت سے حضور شیخ الاسلام سے بہتر کوئی نہ لگا۔

جماعتی نظم ونسق سے متعلق جو کچھ بھی ہوتا رہا اس میں حضور مفتی اعظم اور حضور شیخ الاسلام کی باہمی رضامندی ہی سے طئے پاتا۔

ہندوستان سے باہر خصوصاً یوروپ میں جماعت رضائے مصطفیٰ کا علمبردار اگر کوئی پہنچا تھا تو وہ حضور شیخ الاسلام کی شخصیت تھی۔آپ نے یوروپ میں جماعت رضائے مصطفیٰ قائم کی نیز اسی جماعت نے حضور شیخ الاسلام کے خطبات کی اہم کتاب خطبات برطانیہ شائع کی۔

اس جماعت کی رگوں میں سادات کچھوچھہ کا خون دوڑ رہا ہے۔مگر احسان فراموشی کے اس دور میں حضور محدث اعظم اور حضور شیخ الاسلام کی خدمات کو فراموش کردیا گیا۔حال ہی میں جماعت رضائے مصطفیٰ کے تعارف پر چہ نظر سے گزرا۔ستم ظریفی اور تعصب کہ مقالہ نگار حضور شیخ الاسلام کے نام مبارک کو صرف ''مولانا مدنی کچھوچھوی'' پر ہی اکتفا کیا۔

الجمیعۃ الاشرفیہ:

الجمیعۃ الاشرفیہ اپنے وقت کی ایک اہم سیاسی وتعلیمی ، فلاحی ودینی تحریک تھی۔جس کی

خدمات نمایاں ہیں۔ الجمیعۃ اور جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے ماتحت بے شمار اجلاس اس تنظیم کے زیر اہتمام ہوئے۔ حضور محدث اعظم ہند کی کرناٹک میں آمد کے ساتھ متعدد شاخیں قائم تھیں۔ ایک عرصہ تک اس تنظیم کی سربراہ کی حیثیت سے حضور شیخ الاسلام کی وابستگی رہی۔ اس کی شاخیں شہر ہبلی اور بلگام اور بلاری وغیرہ میں بھی قائم تھی۔

محدث اعظم مشن:

ابتداًعرض کرچکاہوں کہ 1978 ء میں حضور شیخ الاسلام نے محدث اعظم مشن کی بناڈالی، ضرورت وقت کی وجہ سے مشن کی شاخیں پورے ہندستان میں پھیل گئیں۔

دلوں کی بات نگاہوں کے پہنچی جلا چراغ کہاں روشنی کہاں پہنچی

مشن کے قیام کی پالیسی ومقاصد یہ ہیں

تنظیم اہل سنت وتبلیغ وحمایت مذہب وترویج علوم اہلسنت و جماعت وتدابیر ترقی فلاح و صلاح اہلسنت وحسن انتظام ادارے تعلیمی وغیرہ۔ علوم دینیہ و دنیویہ کی تصنیفات قدیم وجدید کا دارالکتب ودارالمطالعہ قائم کرنا، اور نافع کتب ورسائل وجرائد کا حسب ضرورت نشر واجرا کرنا اور فنون وصنائع کا ان کے ماہرین سے تعلیم دلانا۔ نشر وتبلیغ مذہب اہلسنت و جماعت کے وسائل کا حاصل کرنا اور ان سے کام لینا۔ اشاعت مذہب اہلسنت و جماعت دیہات وشہر میں کرنا۔ مسلمانوں میں باہمی اتحاد اور درمیاں برادران اہلسنت خوشگوار تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔ مذہبی دارالعلوم کو ایسے شاہراہ ترقی پر چلانا کہ اس کی دینی و دنیوی مکمل تعلیم وتربیت اہلسنت و جماعت میں قرون اولی کے سلف صالحین کا نمونہ پیدا کرے اور دیہات میں مدارس جاری کرانا۔ سنن وشعائر اسلام کے اجرا اور بدعات وسیئات کے ابطال وامحاء کی سعی کرنا۔ تحصیلات وقصبات دیگر بلاد وشہر میں مشن قائم کرنا۔ مساجد و اوقاف اہلسنت و جماعت کا انتظام کرنا اور ان کو صحیح مصارف کے لئے محفوظ کرنا۔ اغراض مندرجہ بالا کے واسطے سرمایہ فراہم کرنا اور مختلف شعبہ جات قائم کرنا اور مقاصد مشن کی تکمیل کے لئے رضا کاران مرتب کرنا اور ان کو اس کی تعلیم وتربیت دینا۔

الغرض مشن اپنی 45 سالہ حیات میں اپنے مقاصد میں کامیابی وکامرانی کے ساتھ ترقی شاہراہوں پر گامزن ہے، یہ سب حضور شیخ الاسلام کی دوراندیشی محنت شاقہ اور ریاضت ہی کا نتیجہ

ہے کہ مشن کے ماتحت سینکڑوں دینی مدارس وعصری درسگاہیں جنم لے چکی ہیں جو قوم وملت کے نونہالوں کو سجانے سنوارنے منہمک ہیں۔ ہرسطح وہر شعبۂ حیات میں محدث اعظم مشن اپنے کامیابی کے پرچم گاڑتی نظر آرہی ہے۔ نائب سجادہ نشین آستانۂ محدث اعظم حضرت سید حسن العسکری کی شکل میں مشن کو ایک نئی روح وتازگی وجفاکش رہبر قائد ومصلح دستیاب ہے۔تقریباً پچاس ہاسپٹیل عوام الناس کی طبی خدمات میں مصروف ہے۔احیائے اسلام وفروغ سنیت کے لیے گرجا گھروں کو خرید کر مسجد میں تبدیل کررہی ہے۔حضور شیخ الاسلام کی تمام خدمات میں سب نمایاں ومنفرد خدمت مشن کا احیاء،اس کا ارتقا،اس کی تعمیری وتشکیلی ڈھانچہ ہے۔

سنی جمیعۃ العلماء

سنی جمیعۃ العلما کی سرپرستی حضور محدث اعظم ہند فرمایا کرتے تھے۔حضرت سید العلماء کے دستِ راست سمجھے جاتے تھے۔حضور محدث اعظم کی رحلت کے بعد حضور شیخ الاسلام نائب صدر مقرر ہوئے۔ایک عرصہ تک اپنی دوراندیشی ،فکروتدبر کے ذریعے اس تنظیم کو چار چاند لگا دئے۔انتشارِاہل سنت کی بنا پر یہ تنظیم بھی اپنے دوراندیش قائد سے محروم ہوگئی۔

تحریک دعوت اسلامی کی تائید:

تحریک دعوت اسلامی کے لیے تنقیدی وخدماتی جائزہ تقریباً تیس سال پیشتر حضور شیخ الاسلام نے پیش فرمایے تھے۔یہ وہ دور تھا جب اچھے اچھے بھی دعوت اسلامی کی خدمات سے کماحقہ آشنا نہ تھے۔مدبر زماں حضور شیخ الاسلام نے جو خطوط متعین فرمائے تھے اگر سنجیدگی سے اس پر ذمہ داران تحریک غور وفکر کے بعد عمل پیرا ہوتا تو زمانے کے کئی نشیب وفراز سے بچ جاتے۔

مدنی فاؤنڈیشن

مدنی میاں عربک کالج ہبلی جو شیخ الاسلام کا اپنا ادارہ ہے،اور اس کے فارغین کی تعداد سینکڑوں میں ہے، یہ تنظیم فارغین مدنی میاں عربک کالج کی ہے،مولانا شمس الدین صاحب قاضی صاحب کی کوششوں سے اس کی بنیاد حضور شیخ الاسلام نے 2007 میں رکھی۔اس تحریک کے اغراض ومقاصد میں اہم مقصد علماء اہل سنت خصوصاً خانوادۂ اشرفیہ کی کتب کی اشاعت و

بیداریٔ ملت، تعلیمی وفلاحی خدمات ہیں۔ یہ تحریک اپنے زرین اصول کے ساتھ حضور شیخ الاسلام کی سربراہی وسرپرستی میں منزل مقصود کی جانب رواں دواں ہے درجن بھر سے زائد کتب اشاعت اردو، کنڑا انگریزی میں شائع کر چکی ہے اور حضور محدث اعظم مخدوم الملت مفسر ومترجم قرآن حضرت سید محمد کچھوچھوی کا نایاب قصیدۂ معراجیہ شائع کرنے کا سہرا بھی اسی کے سر جاتا ہے۔ اس تنظیم کی خدمات کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی تنظیموں اور تحریکوں سے حضور شیخ الاسلام کی وابستگی رہی۔ جیسے شیخ الاسلام ٹرسٹ (گجرات) الجمیعۃ الاشرفیہ آل انڈیا تبلیغِ سیرت، آل انڈیا سنی جمیعۃ العلما وغیرہ۔ نہایت تلاش وجستجو کے بعد بھی الجمیعۃ الاشرفیہ کی تفصیلات حاصل نہ ہوسکی۔ یقیناً یہ تمام تنظمیں اس بات پر فخر کناں ہیں کہ انہیں قائد وسربراہ، بانی کی حیثیت سے ایک عظیم مدبر مفکر دور اندیش شخصیت ملی۔

تمام تنظیموں میں سب سے اہم تنظیم محدث اعظم مشن وشیخ الاسلام ٹرسٹ ہے، ایک بات صاف طور سے واضح کر دوں کہ اگر کوئی شخص یہ سوچتا ہے کہ محدث اعظم مشن ملک بھر کی بے شمار دینی وفلاحی تنظیموں میں سے ایک اور تنظیم کا اضافہ ہے تو وہ سخت اندھیرے میں ہے۔ غوث اعظم کا صدقہ، مخدوم پاک کی کرامت، محدث اعظم کے فیضان، حضور شیخ الاسلام کی فکر کا نام محدث اعظم مشن ہے۔

تبصرہ برمقالہ

''نظریۂ ختم نبوت اورتحذیر الناس

ازحضورشیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں''

محمد ثاقب رضا قادری

مرکز الاولیاء لاہور- پاکستان

برادرم غلام ربانی فدا کے پیہم اصرار پرنہایت قلیل مدت میں یہ چند سطور تحریر کیں، کماحقہٗ نظر ثانی بھی نہیں کر سکا۔ اگر مزید وقت میسر ہوتا تو یقیناً اس مضمون کے مندرجات میں مزید بہتری لائی جاسکتی تھی۔ اللہ کریم شرف قبول بخشے۔ وما توفیقی الا باللہ

برصغیر پاک و ہند میں فتنۂ انکار ختم نبوت کی تخم ریزی انگریزوں کے ایماء پر چند زرخرید مولویوں نے کی۔ اولیاء کرام کی فیض یافتہ سرزمین پر یہ کام اتنا آسان تو نہ تھا کہ ایک شخص اُٹھ کر بلا جھجھک دعویٔ نبوت کرتا اور لوگ اس کے پیروکار ہو جاتے۔ لہذا ان بکاؤ مولویوں نے دعوی نبوت کے لیے سازگار ماحول بنانے کے لیے یہ پالیسی اختیار کی کہ پہلے پہل توحید کی آڑ لے کر لوگوں کے ذہنوں میں ان برگزیدہ ہستیوں (یعنی انبیاء واولیاء) کے مقام ومرتبہ کو کم کیا جائے چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' اور ''صراط مستقیم'' جیسی بدنام زمانہ کتب تحریر کیں۔ ان دونوں کتب میں کہیں نبی کی تعظیم ''بڑے بھائی کی سی'' قرار دی گئی تو کہیں '' گاؤں کے چودھری'' جتنی، کہیں نماز میں نبی کے خیال کو بُرا قرار دیا گیا تو کہیں انبیاء واولیا کو ''ذرۂ ناچیز'' سے بھی کم تر لکھا گیا، کہیں اختیارات پر بحث کرتے ہوئے انبیاء واولیاء کے بارے یوں لکھا گیا کہ وہ کسی چیز کے مالک ومختار نہیں تو کہیں شفاعت کا انکار کیا گیا۔ اور پھر اسی کتاب میں نظریۂ ختم نبوت پر ان الفاظ میں ضرب لگائی گئی:

> ''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر پیدا کر ڈالے۔'' (تقویۃ الایمان

مصنفہ شاہ اسمعیل دہلوی،ص: ۵۳ مطبوعہ مطبع مرکنٹائل پرنٹنگ، دہلی)

اسمعیل دہلوی نے اس عبارت کے ذریعہ حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کو ممکن قرار دے کر نظریۂ ختم نبوت پر براہ راست حملہ کیا چنانچہ علماء اہل سنت نے اس کتاب کا بھرپور رد کیا اور شاہ اسمعیل دہلوی سے کئی مناظرے بھی کیے اور بالآخر تکفیر بھی کی گئی۔ان علماء میں علامہ فضل حق خیرآبادی، شاہ عبدالمجید قادری بدایونی، شاہ فضل رسول بدایونی اور شاہ مخصوص اللہ دہلوی کے نام سرفہرست ہیں۔ بالخصوص علامہ فضل حق خیرآبادی نے اسمعیل دہلوی کا رد کرتے ہوئے ''تحقیق الفتوی فی ابطال الطغویٰ'' تحریر کی اور پھر امکان نظیر کے رد میں ایک مستقل کتاب ''امتناع النظیر'' تحریر فرمائی۔

بعض محققین کے نزدیک تقویۃ الایمان ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۲۰ء میں لکھی گئی۔ہم نے اپنے اس مقالہ میں فتنۂ انکار نبوت کی تاریخ کو چارادوار میں تقسیم کیا ہے جن میں سے پہلا دور تقویۃ الایمان کی تصنیف ہے جس میں نظریۂ امکان نظیر کو پیش کیا گیا۔

دوسرا دور: مسئلہ امکان نظیر اور اثر ابن عباس

فتنۂ انکار ختم نبوت کے دوسرے دور میں امکان نظیر کے مسئلہ کو اثر ابن عباس کی بنیاد پر پیش کیا گیا چنانچہ اس حوالہ سے ہمارے مرحوم دوست شہید بغداد شیخ اسید الحق قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''مسئلہ امکان نظیر کے سلسلہ میں سب سے پہلے اثر ابن عباس کو میاں نذیر حسین دہلوی نے ۱۲۸۰ھ/ ۱۲۸۴ھ کے درمیانی عرصہ میں پیش کیا۔ (دیکھیے افادات احمدیہ از حافظ بخاری مولانا سید عبدالصمد سہسوانی،ص: ۴ مطبع الٰہی آگرہ ۱۲۸۶ھ)

اس کے بعد میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد میاں امیر حسن سہسوانی نے ''افادات ترابیہ'' کے نام سے سولہ صفحات کا ایک رسالہ لکھا جو ان کے ایک شاگرد مولانا تراب علی خانپوری کے نام سے ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء میں میرٹھ سے شائع ہوا۔اس رسالہ میں میاں امیر حسن سہسوانی نے اثر ابن عباس کو بنیاد بناتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ امثال (ہم شکل وہم مثل) دیگر طبقات زمین میں بالفعل موجود و متحقق ہونے کا دعوی کیا۔اس کے بعد اثر ابن عباس کے تعلق

سے نفیاً و اثباتاً سند و متن، صحت وضعف اور نقل و عقل کے اعتبار سے بحث و تمحیص کا دروازہ کھلا، درجنوں رسائل تحریر کیے گئے، مناظرے ہوئے، جواب اور جواب الجواب لکھے گئے۔ اس طرح تقریباً چوتھائی صدی تک یہ اثر اہل علم کے درمیان موضوع بحث بنا رہا۔ بالآخر یہ سلسلہ تحذیر الناس کی تالیف اور پھر اس کے مصنف کی تکفیر تک دراز ہو کر اپنے منطقی انجام تک پہنچا۔'' (ماہ نامہ جام نور، دہلی جولائی ۲۰۰۸ء، ص: ۵۳)

تیسرا دور: تحذیر الناس کی تالیف اور خاتم النبیین کے معانی سے بالتصریح انکار

پروفیسر ایوب قادری کے بقول تحذیر الناس مطبع صدیقی بریلی سے ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء میں پہلی بار طبع ہوا۔ اس رسالہ کا سبب تالیف مولوی احسن نانوتوی کا استفتاء بنا جو انہوں نے مولوی قاسم نانوتوی کو اثر ابن عباس کی وضاحت کے متعلق بھیجا تھا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ مولوی قاسم نانوتوی اثر ابن عباس پر اپنی فلسفیانہ موشگافیوں کی بجائے اسناد یا متن پر تحقیق کر کے اس کی صحت کو جانچتے لیکن تعجب ہے کہ جناب ''قاسم العلوم والخیرات'' نے اس جانب توجہ مبذول نہیں کی اور محض فلسفہ بگاڑتے چلے گئے۔ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونے کو عوام کا خیال قرار دیا (تحذیر الناس: ۳) بلکہ بالصراحت تحریر کر دیا؛

''اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس، حاشیہ بر صفحہ ۱۳)

مزید صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے:

''بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔''

صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے:

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔''

اس رسالہ کی اشاعت سے پورے ہندوستان میں شور برپا ہو گیا اور چوں کہ اس رسالہ میں

ختم نبوت کے مسلمہ معانی کا انکار پایا جاتا تھالہذا علماء کرام نے مولوی قاسم نانوتوی کی تکفیر کرنا شروع کر دی۔ مولانا محمد شاہ پنجابی نے مولوی قاسم نانوتوی سے مناظرہ بھی کیا جس کا مفصل حال ''ابطال اغلاط قاسمیہ'' میں درج ہے۔ یونہی اس رسالہ کے رد میں کئی علماء نے قلم اٹھایا چنانچہ اس ضمن میں جن کتب تک ہماری رسائی ہوسکی ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ابطال اغلاط قاسمیہ

۲۔تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال مولفہ حافظ بخش صاحب آنولوی مطبوعہ ۱۲۹۱ھ

۳۔حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مولفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

۴۔فتاوی بے نظیر

تحذیر الناس کے معاملہ میں صرف مولانا عبدالحئی فرنگی محلی نے مولوی قاسم نانوتوی کی موافقت کی ۔(الافاضات الیومیہ، ج۵،ص:۲۹۶ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان) چنانچہ تحذیر الناس مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند کے نسخہ میں مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کے دستخط موجود ہیں لیکن بعدازاں مولانا عبدالحئی فرنگی محلی بھی مولوی قاسم نانوتوی کی تکفیر کے قائل ہو گئے ۔(مطالعہ بریلویت، ج۳،ص:۳۰۰) ابطال اغلاط قاسمیہ پر مولانا عبدالحئی کے تصدیقی دستخط اس بات کا ثبوت ہیں حالاں کہ اس سے قبل مولانا اثر ابن عباس کی تائید میں دو مستقل رسالے تصنیف کر چکے تھے جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔الایات البینات علی وجود الانبیاء فی الطبقات

۲۔دافع الوسواس فی اثر ابن عباس

چوتھا دور: مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ نبوت

تقریبا پون صدی کی تگ ودو کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے تدریجاً (یعنی پہلے مناظر، مصلح، مبلغ، مجدد، مہدی، مثیل مسیح) نبوت کا دعوی کر دیا۔ یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ قادیانی اپنے دفاع میں اکثر تحذیر الناس کو پیش کرتے ہیں حتی کہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے جب قادیانیوں کو کافر قرار دیا تو وہاں بھی دوران کارروائی قادیانیوں نے اپنے دفاع میں اسی کتاب کو پیش کیا۔

نظریہ ختم نبوت اور تحذیر الناس مصنفہ حضور شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں اشرفی مدظلہ العالی

قارئین کرام نے فتنۂ انکار ختم نبوت کی مختصر تاریخ کا جائزہ لیا اب ہم یہاں حضور شیخ الاسلام جانشین محدث اعظم ہند سید محمد مدنی میاں اشرفی مدظلہ العالی کے تحقیقی مقالہ ''نظریۂ ختم نبوت اور تحذیر الناس'' کے بارے چند تعارفی سطور تحریر کر رہے ہیں چنانچہ پیش نظر مقالہ حضور شیخ الاسلام کے مجموعہ مقالات کے حصہ اول میں شامل ہے اور یہ مقالہ الگ سے کتابی صورت میں گلوبل اسلامک مشن (یو ایس اے) کے اہتمام سے اکتوبر ۲۰۰۴ء اور پھر دسمبر ۲۰۰۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔ نیز حال ہی میں ماہنامہ الحقیقہ (پاکستان) کے ''تحفظ ختم نبوت نمبر'' کی جلد اول میں صفحہ ۳۶۶ سے ۳۹۹ تک موجود ہے۔ جبکہ پہلی مرتبہ یہ وقیع مقالہ ماہ نامہ المیز ان نے شائع کیا۔

اس مقالہ کی ابتدا میں حضور شیخ الاسلام نے لفظ ''خاتم النبیین'' کے مفہوم کو مستند تفاسیر و احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے چوں کہ تحذیر الناس میں اور بعد ازاں مرزا قادیانی نے خاتم النبیین کے من گھڑت معانی بیان کر عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ اس ضمن میں حضور شیخ الاسلام نے تفسیر قرطبی، تفسیر طبری، جلالین، نیشاپوری، کبیر، تفسیر ابو سعود، مدارک، روح المعانی، ابن کثیر، روح البیان، معالم التنزیل، خازن، تفسیر احمدی (ملا جیون)، تفسیر غریب القرآن (علامہ ابو بکر سجستانی) اور پھر مولوی محمد شفیع دیوبندی کی کتاب ھدیۃ المھدیین سے ''خاتم النبیین'' کے معنی ''آخری نبی'' ہونا ثابت کیا ہے۔ نیز اس ضمن میں حضرت امام اعظم کے عہد کا ایک واقعہ بھی نقل فرمایا ہے جس کو ہم قارئین کے استفادہ کے لیے نقل کر رہے ہیں چنانچہ حضور شیخ الاسلام لکھتے ہیں:

> ''امام اعظم کے عہد میں ایک شخص نے نبوت کا دعوی کیا اور کہا کہ مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کی نشانیاں پیش کروں۔ تو حضرت امام اعظم نے فرمایا جس نے بھی اس سے اس کی نبوت کی علامت طلب کی وہ کافر ہو گیا۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ص:۱۹ مطبوعہ گلوبل اسلامک مشن، یو ایس اے)

اس کے بعد خاتم النبیین کے مفہوم کی مزید وضاحت کے لیے قبلہ شیخ الاسلام نے بارہ

احادیث سے استدلال فرمایا اور درج ذیل پانچ اُمور کا اثبات فرمایا:

ا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ یہ عوام کا خیال نہیں بلکہ یہی رسول اکرم ﷺ کا ارشاد اور اسی پر صحابہ و تابعین و جمیع علمائے دین کا اعتقاد ہے۔

۲۔ تاخر زمانی کی فضیلت کا ادراک غیر نبی کے لیے ممکن نہیں۔ البتہ اس قدر فضیلت واضح ہے کہ جو آخری نبی ہوگا، لازمی طور پر اس کی شریعت آخری شریعت ہوگی اور اس قدر کامل و مکمل ہوگی کہ مزید تکمیل کا سوال نہ ہوگا اور اس کی نبوت کا دائرہ کار تمام کائنات کو محیط ہوگا۔ وہ کسی ایک قوم یا محدود زمانے کا نبی نہ ہوگا بلکہ قیامت تک اس کی عظمت و شوکت کا پرچم لہراتا رہے گا اور صرف نبی ہی نہیں بلکہ رسول بھی ہوگا جس کی رسالت 'رسالت عامہ' ہوگی، وہ اگر ایک طرف سارے عالم کے لیے نذیر ہوگا تو دوسری طرف سارے عالم کے لیے ہادیٔ کامل اور رحمت مجسم بھی ہوگا۔

۳۔ جب ایک نبی کے لیے ظاہری طور پر تاخر زمانی میں اس قدر فضیلتیں ہیں تو پھر ولکن رسول اللہ و خاتم النبین کو 'اوصاف مدح' میں رکھتے ہوئے اور اس مقام کو 'مقام مدح' قرار دیتے ہوئے بھی خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہی ہے۔

۴۔ خاتم النبین کا معنی آخرالانبیاء لینے سے نہ تو خدائے تعالیٰ پر زیادہ گوئی کا وہم ہوتا ہے اور نہ رسول کریم ﷺ کی قدر و منزلت میں کمی کا احتمال اور نہ ہی کلام الٰہی پر بے ارتباطی کا الزام

۵۔ خاتم النبین کا ایسا معنی بتانا کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ قرآن کریم کے ثابت شدہ اجماعی مفہوم کو بدلنے کی شرمناک کوشش ہے جس کا کفر ہونا اظہر من الشمس ہے۔

اس کے بعد قبلہ شیخ الاسلام نے اثر ابن عباس کا تحقیقی جائزہ لیا ہے اور اس کے مفہوم ظاہری سے چار احتمالات بیان کرنے ان کا رد کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہے۔ نیز یہاں یہ وضاحت بھی فرمائی ہے کہ آخری نبی سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ حضور کو نبوت سب سے آخر میں دی گئی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے ظہور میں سب انبیاء کے بعد ہیں اور نبوت سے تو آپ کو اس وقت سرفراز کیا گیا تھا جب کہ کسی نبی کا وجود نہ تھا۔

مقالہ کے آخر میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

’’(مولوی قاسم نانوتوی نے) اپنی کتاب تحذیر الناس میں لفظ خاتم النبیین میں تاویل فاسد کا سہارا لے کر غلام احمد قادیانی کے لیے دعوی نبوت کی راہ ہموار کرنے میں جوشاندار رول ادا کیا ہے اس کے لیے امت قادیان آپ کی بجا طور پر شکرگزار ہے۔ بعض قادیانیوں کی تحریریں نظر سے گزری ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ختم نبوت کے باب میں قادیانیوں کا موقف بالکل وہی ہے جو صاحب تحذیر الناس مولوی قاسم نانوتوی کا ہے۔ اس کا اعتراف خود مولوی قاسم نانوتوی کے بعض بہی خواہوں نے بھی کیا ہے۔ یقین نہ ہوتو اٹھا لیجیے شبستان اردو ڈائجسٹ (نئی دہلی) نومبر ۱۹۷۴ء کو مولوی فارقلیط کے قلم سے نکلے ہوئے یہ فقرے ملیں گے:

’’بیج بویا علمانے اور جب وہ تناور درخت ہو گیا تو اس کا پھل کھایا مرزا غلام احمد قادیانی نے‘‘

اس کے بعد حضور شیخ الاسلام نے تحذیر الناس مطبوعہ محمدی پرنٹنگ پریس، دیوبند- جس کو کتب خانہ رحیمیہ دیوبند نے شائع کیا ہے- کے حواشی نقل کر کے ان کا رد کیا ہے۔

المختصر حضور شیخ الاسلام کا پیش نظر مقالہ تحذیر الناس کی کفریہ عبارات کا نہایت مدلل رد ہے، طرز استدلال نہایت پختہ اور زبان نہایت شستہ و سہل ہے جس کے سبب عام قارئین بھی اس سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے مسئلہ کی حقیقت کو جان سکتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ کریم حضور شیخ الاسلام کا سایہ اہل سنت پر دراز فرمائے اور مزید تحقیقی کام منظر عام پر لانے کی توفیق دے۔

☆

شیخ الاسلام علامہ سید مدنی میاں کا زورِ استدلال

غلام مصطفیٰ نعیمی (مدیر اعلیٰ سوادِ اعظم دہلی)

جانشین محدث اعظم ہند، رئیس المحققین، شیخ الاسلام حضرت علامہ سید مدنی میاں دامت برکاتہم العالیہ کی ذاتِ گرامی اس شجر سایہ دار کی مانند ہے جہاں گردش زمانہ کی سختیوں کے ستائے ہوئے افراد راحت وسکون کا احساس پاتے ہیں، جدید مسائل کے ہوشربا طوفان کے آگے جب بڑے بڑے محققین حیران وپریشان ہوتے ہیں تو شیخ الاسلام کا نام نامی کسی تازہ ہوا کے خوشنما جھونکے کی طرح ملت اسلامیہ کی پژمردگی کو دور کرتا ہے، فکروفن کی باریکیوں کی تہہ تک جاتے ہوئے جب اساطین علم تھکن محسوس کرتے ہیں وہاں حضرت شیخ الاسلام کا علم موجیں مارتا ہے۔ یوں حضرت شیخ الاسلام کی ہمہ جہت خوبیوں کے حامل ہیں لیکن فقیر کی محدود نگاہ میں جو چیز شیخ الاسلام کو دیگر اساطین علم سے ممتاز کرتی ہے وہ آپ کا زور استدلال ہے۔

وادی تحقیق بڑی خاردار ہوتی ہے اس لیے اکثر تحقیقات ''خشکی'' کا شکار ہو جاتی ہیں مگر شیخ الاسلام کی تحریروں میں یہ عنصر دور دور تک نظر نہیں آتا۔ آپ کی تحریر دل نشیں انداز میں عوام وخواص کی دل ودماغ میں اتر جاتی ہیں۔ ع

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے　　کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

چونکہ وقت کی قلت دامن گیر ہے اس لیے حضرت شیخ الاسلام کی زیادہ تصنیفات سے استفادہ کا موقع نہیں مل سکا۔ حضرت کی صرف ایک کتاب ''مقالات شیخ الاسلام'' اس وقت میرے پیش نظر ہے، جو آپ کے مختلف اوقات میں تحریر کیے گیے مضامین کا مجموعہ ہے اسی کتاب کے اقتباسات کی روشنی میں حضرت شیخ الاسلام کا زور استدلال واضح کرنے کی ادنیٰ سی کوشش ہے۔

اندازِ استدلال:

عام طور پر ہر قلم کار اپنی تحقیقات کے اثبات میں استدلالاً ان چیزوں کا خیال رکھتا ہے۔ تمثیل، روایات، منقولات، محاورات اور فہم مخاطب وغیرہ۔ لیکن ان سب کا برمحل استعمال یہ عطائے خداوندی ہوتا ہے۔ اور حضرت شیخ الاسلام کی تحریروں میں ان ساری چیزوں کا استعمال بہت خوبصورت طریقے پر کیا گیا ہے۔ چند مثالیں حاضر ہیں:

جماعت اسلامی سے وابستہ ایک تعلیم یافتہ خاتون نے آپ کی بارگاہ میں تین سوال بھیجے اور ان کا جواب چاہا جن میں سے ایک اہم سوال یہ ہے:

''اسلام کا مزاج چاہتا ہے کہ اس کے ماننے والے اس کی اپنی حکومت قائم کریں۔ کیوں کہ غیر اسلامی نظام میں مکمل اسلام پر عمل ہی نہیں ہوسکتا۔ مثلاً۔۔۔نہ چور کا ہاتھ کاٹا جاسکتا ہے اور نہ حدود جاری کی سکتی ہیں، نہ سود سے بچا جا سکتا ہے، نہ جہاد کیا جاسکتا ہے، وغیرہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گزشتہ ۱۳۰۰ سوسال سے اسلام اپنے رنگ وروپ میں زمین کے کسی حصے میں نہ موجود تھا اور نہ اب ہے، اس کوتاہی کا ذمہ دار کون ہے یا یہ اسلام ہی کا نقص تو نہیں؟''

گہری نگاہ سے اس سوال پر نظر ڈالیں اور محسوس کریں کہ اس خاتون نے کس قدر پریشان کن سوال پوچھا ہے۔ سوال کے پس منظر میں یہ بات صاف عیاں ہے کہ سائلہ کی نگاہ میں یہ بات تو ہے کہ دنیا کے نقشے پر بے شک ۵۰ سے زائد مسلم حکومتیں ہیں مگر ان میں اسلامی نظام قائم نہیں ہے، اور سائلہ اس بات کو بھی جانتی ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد اسلام کا نظام منہاج نبوت پر قائم نہیں رہ سکا۔

اس ایک چھوٹے سے سوال میں اعتراضات کے انبار پوشیدہ ہیں، اور ایک سوال کے ضمن میں کئی دیگر سوال منہ کھولے کھڑے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام اپنی خداداد قوت کے مظاہرہ کرتے ہوئے بطور تمہید یوں تحریر فرماتے ہیں:

''اسلام کسی ملکی، شہری، خانگی، بیرونی، مجموعی یا انفرادی نظام زندگی کا نام نہیں بلکہ یہ ان اٹل، بے بدل اور غیر متبدل قوانینِ الٰہیہ کا نام ہے جس کا امین ومحافظ صحیفہ ربانیہ یعنی قرآن کریم ہے اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی سنت کریمہ ہے۔ ہاں بلاشبہ یہ قوانین اپنے اندر ایسی جامعیت رکھتے ہیں کہ ملکی شہری، خانگی وبیرونی، مجموعی وانفرادی اور دنیوی واخروی زندگی کا واحد علاج ہیں''۔ (مقالات شیخ الاسلام ص ۶۳)

اس تمہید ہی سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اسلام محض کسی نظام حکومت کا نہیں بلکہ قوانین الٰہیہ کا نام ہے جو جو ہمیشہ تبدل ازمنہ سے محفوظ رہیں گے۔ کوئی بھی صاحب خرد یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ مسلمانوں کی پسپائی سے اسلام پسپا ہوگیا ہے۔ مسلمانوں کی تمام تر ہزیمتوں کے باوجود یہ امر مسلم ہے کہ اسلام آج بھی دنیا کے کونے کونے میں اپنی اصل شکل میں نہ صرف موجود ہے بلکہ سب سے زیادہ پرکشش اور سب سے زیادہ قبول کیا جانے والا مذہب ہے۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ مسلمانوں کی پسپائی سے اسلام پر کوئی فرق نہیں پڑا۔

شیخ الاسلام آگے فرماتے ہیں کہ ''اگر نام نہاد مسلمان مختلف گروہوں اورٹولیوں میں تقسیم ہو گئے ہیں تو یہ انہیں نام نہاد مسلمانوں کی تقسیم ہے، اسلام کی تقسیم نہیں''۔ اپنی بات کو مدلل کرتے ہوئے آپ نے دو آیات اور ایک حدیث پیش کی ہے ہم صرف حدیث پاک کو نقل کرتے ہیں:

> حضرت امیر معاویہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا ہمیشہ ایک گروہ رہے گا جو امر دین وشریعت کو برپا کرے گا، ایسے کو نہ تو اپنوں کا عدم تعاون نقصان پہنچا سکے گا اور نہ مخالفین کی مخالفت۔۔۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اور وہ گروہ اسی حال پر قائم رہے۔ (متفق علیہ)

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام فرماتے ہیں ''ارشاد نبوی نے واضح فرما دیا کہ ہر دور میں ایک ایسی مقدس جماعت کا وجود رہے گا جو صحیح معنوں میں اسی اسلام کی حامل ہوگی اور اسی اسلام کی ترویج واشاعت میں مصروف ومنہمک رہے گی جس کی تعلیم قرآن وحدیث نے دی ہے۔ آج اسلامی حکومت دنیا کے کسی حصے میں نہیں ہے، لیکن اسلام دنیا کے ہر گوشے میں موجود ہے اور یہ حقیقت اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ اسلامی حکومت کچھ اور ہے، دین اسلام کچھ اور۔۔

آگے آپ نے سائلہ کے مزاج کے مطابق ایک سوال قائم کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ساری دنیا میں اسلام عام ہو جائے کفر بالکل نہ رہے، برائی کا نام ونشان بھی رہے تو کیا اس وقت یہ اعتراض کیا جائے گا کہ اب جہاد کرنا، چوری پر ہاتھ کاٹنا، تہمت پر کوڑے لگانا جیسے قوانین پر عمل کیسے کیا جائے؟

دیکھا کس آسانی کے ساتھ شیخ الاسلام نے سائلہ کے سارے شکوک وشبہات کو تارعنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ثابت کیا یہ آپ کے زور استدلال کی خاصیت ہے۔

ختم نبوت پر زور استدلال:

ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے، اس کا ماننا ہمارے عقائد کا جزو لاینفک ہے اور اس کا انکار صریح گمراہی وکفر ہے۔ لیکن اس عقیدہ پر خیر قرن ہی سے شب خون مارنے کا آغاز ہو گیا ، جب مسیلمہ کذاب نامی ملعون نے ختم نبوت پر ڈاکہ دالنے کی کوشش کی مگر یار غار، افضل البشر بعد الانبیا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس فتنے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ مگر روپ بدل بدل کر کسی نہ کسی زمانے میں یہ فتنہ جنم لیتا رہا اور ہر دور میں نبی ہاشمی کے وفادار اس فتنے کی سرکوبی فرماتے رہے۔ ۱۴ ویں صدی کے پر آشوب دور میں ایک بار اس فتنے نے سر اٹھایا اور اس بار اس فتنے نے غلام احمد قادیانی کا روپ اختیار کیا لیکن امام احمد رضا اور دیگر علمائے اہل سنت نے اس فتنے کو سر ابھارنے نہ دیا مگر بعد میں کچھ

لوگوں کو دور کی کوڑی سوجھی اور انہوں نے راستہ بدل کر ختم نبوت پر نقب زنی اور اہل اسلام کو فریب دینے کی ناکام کوشش کی مگر! ع

ہم کوتو ہر حجاب میں آتے ہو تم نظر   دھوکہ وہ کھائے جو تمہیں پہچانتا نہ ہو

ایسی ہی ایک کوشش دیوبندی جماعت کے آرگن ''الجمیعۃ'' کے سابق ایڈیٹر عثمان فارقلیط نے شبستان اردو ڈائجسٹ (نومبر ۱۹۷۴ء) میں شائع ایک مضمون میں کی۔ جس میں ختم نبوت کے معنیٰ کو بدلنے اور نئی نبوت کی راہ نکالنے کی ناروا سعی کی گئی۔ اس مضمون کا علمی رد لکھتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام نے تحقیق کے دریا بہا دیے ہیں اور اپنے زورِ استدلال سے مخالفین کا ساکت وعاجز کر دیا۔ آپ لکھتے ہیں:

یقینی باتوں کو مشکوک بنانے کا شمار اب فنون لطیفہ میں ہو چکا ہے اور اسے ریسرچ کا خوبصورت نام دیا جاتا ہے۔۔۔ ارشاد قرآنی میں مذکورہ لفظ 'خاتم النبین' کو بے جا بحث کی سولی پر لٹکایا جا رہا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ حضور 'خاتم النبین' تو ہیں مگر! خاتم کا وہ معنیٰ نہیں ہے جو آج تک سمجھا گیا ہے۔ بلکہ اس کا صحیح معنیٰ وہ ہے جس کی بنیاد پر اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی آ جائے، جب بھی رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ہی 'خاتم' رہتے ہیں''۔ (ایضاً ص ۸۳)

اس کے بعد منکرین ختم نبوت کو ان کے منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے آپ کا سیال قلم چلتا اور گیا علم کے موتی بکھرتے چلے۔ 'خاتم النبین' کے معنیٰ کو تفاسیر واحادیث کی روشنی میں ثابت کرنے کے لیے آپ نے درج ذیل کتب کے اقتباس بطور حوالہ بیان فرمائے۔

۱۔تفسیر قرطبی۔ ۲۔تفسیر طبری۔ ۳۔تفسیر جلالین۔ ۴۔تفسیر نیشا پوری۔ ۵۔تفسیر کبیر۔ ۶۔تفسیر ابو سعود۔ ۷۔تفسیر مدارک۔ ۸۔تفسیر روح المعانی۔ ۹۔تفسیر ابن کثیر۔ ۱۰۔تفسیر روح البیان۔ ۱۱۔تفسیر معالم التنزیل۔ ۱۲۔تفسیر خازن۔ ۱۳۔تفسیر احمدی (ملاجیون)۔ ۱۴۔تفسیر غریب القرآن۔

لفظ خاتم کی تین قرأتیں:

ان ۱۴ مستند ومعتبر تفاسیر کے حوالے درج کرنے کے بعد شیخ الاسلام تحریر فرماتے ہیں:

'خاتم النبین' کو قاریوں نے تین طرح سے پڑھا ہے۔

۱۔ خاتم النبین (اسم آلہ) بروزن 'عالم' یعنی جس سے کسی کو جانا جائے۔ اسی طرح 'خاتم' جس سے کسی چیز کو چھپایا جائے۔

۲۔ 'خاتم النبین' (اسم فاعل) یعنی تمام نبیوں کا آخر۔

۳۔ 'ختم النبین' (فعل ماضی) یعنی حضرت پر تمام نبیوں کا خاتمہ ہوا۔ مذکورہ بالا قرأتوں میں سے کسی بھی قرأت کو اختیار کیا جائے پیغمبر اسلام پر سلسلہ نبوت کا خاتمہ لازم آتا ہے۔ حتیٰ کہ خاتم (مہر) قرار دینے کی صورت میں بھی۔ اس لیے کہ مہر کسی چیز کو ختم کر دینے کے بعد ہی کی جاتی ہے کہ اب اس ملفوف اور محدود شے میں کوئی اپنی طرف سے اضافہ نہ کر سکے'۔ (ایضاً ص ۹۶)

کتب تفاسیر اور طرق قرأت سے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے بعد آپ نے اس موضوع پر ۱۲، احادیث سے استدلال فرما کر منکرین ختم نبوت کے تار و پود بکھیر دیے۔

حاشیہ نشیں بھی گرفت میں:

مولانا قاسم نانوتوی کی رسوائے زمانہ کتاب 'تحذیر الناس' پر ہنگامہ مچنے کے بعد اس پر حاشیہ لگایا گیا۔ یہاں ہم اصل کتاب کی ایک عبارت اور اس پر لگایا گیا حاشیہ پیش کرتے ہیں۔

'اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا' (ص ۳۵)

تحذیر الناس کی اس عبارت پر یہ حاشیہ لگایا گیا

'بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جایے تو بھی خاتمیت محمدیہ میں فرق نہ آئے گا' (ص ۱۳، برحاشیہ)

اس پر گرفت کرتے ہوئے شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ

'آخر کون سی لغت ہے جس میں 'پیدا ہو' کو ترجمہ 'فرض کیا جائے' تحریر ہے۔ پیدا ہونا اور ہے ،فرض کیا جانا اور۔ دونوں کے اثرات ونتائج بالکل الگ الگ ہیں۔۔۔ مثلاً۔۔ اگر بالفرض حاشیہ نگار صاحب کے گھر میں کوئی بچہ پیدا ہو، تو وہ صاحب اولاد کہلائیں گے۔ لیکن اگر بالفرض ان کے گھر میں کوئی بچہ فرض کر لیا جائے تو وہ لاولد کے لاولد ہی رہیں گے'۔

غرض کہ حضرت شیخ الاسلام کی کسی بھی تحریر کو دیکھ لیں اس میں زور تحقیق کے ساتھ اعلیٰ درجے کا استدلال نظر آئے گا جس کے آگے مخالف کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور قاری نفس مسئلہ کو بخوبی سمجھ لیتا ہے۔ موجودین اکابر علما میں حضرت شیخ الاسلام اپنے اسی وصف خاص کی بنیاد پر سب سے منفرد نظر آتے ہیں۔

شیخ الاسلام مخلص و بے لوث خادم دین

مولانا نثار احمد مصباحی

صدر المدرسین مدنی میاں عربک کالج ہبلی

شیخ الاسلام والمسلمین رئیس المحققین حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی ان مومنین کاملین میں سے ہیں جن کے قلوب مزکی و مصفیٰ ہوتے ہیں علائق وعرواض ان کے دلوں کے قریب بھی نہیں بھٹکتے ۔ اللہ عزوجل اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت دل میں بسی ہے اعمال وکردار میں اخلاص وللّٰہیت کا عنصر پایا جاتا ہے تزکیہ نفس وتصفیہ قلب اللہ تبارک وتعالیٰ وہ عطیہ ہے جو اس کی محبت میں سرشار رہنے والے کو عطا ہوتا کبھی صحبت عرفاء واولیا سے حاصل ہوتا ہے۔

المختصر شیخ الاسلام تزکیہ وتصفیہ قلب میں عطیہ الٰہی بھی ہے اور اہل عرفان کی صحبت بابرکت کا اثر بھی ہے، مرشد کامل شیخ المشائخ نبیرۂ اعلیٰ حضرت، مجدد سلسلۂ اشرفیہ، حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ الشاہ سید مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ کی نظر بھی ہے اور آپ کے والد گرامی مخدوم الملت رئیس المتکلمین امام المناظرین سید محمد محدث اعظم ہند قدس سرہ کی عنایت توجہ بھی ہے۔

جب ہم شیخ الاسلام کی حیات کے درخشاں وتاباں گوشوں کو دیکھیں اور پڑھیں تو بے ساختہ کہہ اٹھیں گے کہ یہ مخلص فی الدین ہیں۔ آپ سے جن کو ملاقات کا شرف حاصل ہوا یا صحبت میں بیٹھنا نصیب ہوا وہ چہرہ دیکھ کر ہی کہہ دیا کرتے ہیں کہ اللہ ورسول سے محبت رکھنے والے کا چہرہ ہے اور جن کو صحبت نہ ملی ہو آپ کی تصانیف پڑھ کر آپ کی تقاریر سن کر کہہ دے گا کہ ان تحریرات وتقاریر سے عشق رسول کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔

آپ کی عبادات وریاضات، نشست وبرخواست، جلوت وخلوت، خطاب وتکلم، رفتار وگفتار، تحریر وتقریر، تفسیر قرآن عظیم وتشریح احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سوالات وجوابات، فقہ، فتاوی، رشد وہدایت کے اسفار، حمایتِ مذہبِ اہل سنت والجماعت سب حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ثلاث لا یغل علیھن قلب امرء مسلم

تین باتوں میں کسی سچے مسلمان شخص کو خیانت نہیں کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے

خلوص نیت کے ساتھ عمل کرنا، حکام مسلمین کو نصیحت کرنا، اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑے رہنا

حضور شیخ الاسلام کی تفسیر قرآن کریم سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی، الاربعین الاشرفی، محبتِ رسول، تصدیق جبرئیل امین، انما الاعمال بالنیات، اسلام کا تصور الٰہ اور مودودی صاحب، اسلام کا نظریہ عبادت اور مودودی صاحب، دین اور اقامت دین وغیرہ درجنوں کتب و رسائل کا عمیق مطالعہ کرتے جائیں جگہ جگہ اخلاص وللّٰہیت کے گلِ تر نظر آئیں گے۔ خدمت دین میں اخلاص وللّٰہیت بے لوث دعوت وتبلیغ کا نتیجہ ہے کہ آپ شہرت پسندی اور نام ونمود سے بہت دور نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر ریاست گجرات کے ضلع بھروچ کے قصبہ واگھرا میں ایک تاریخی عظیم الشان انٹرنیشنل محدث اعظم کانفرنس ہوئی جس میں کثیر تعداد میں خانوادۂ اشرفیہ وغیرہ کے سادات عظام اور کئی صوبۂ ہند کے مشائخ کرام ہند و بیرون ہند کے مشاہیر خطبا وعلماء شعرا وادبا، مداحانِ خیر الانام ﷺ کے ساتھ ساتھ مریدین ومعتقدین پورے ملک سے شیخ الاسلام کی زیارت و ملاقات اور شرف دیدار سے مشرف ہونے کی غرض سے اتنی تعداد میں جمع ہوئے کہ ایسا مجمع شاید آج تک نہ دیکھا گیا ہو۔ ۵ لاکھ سے زائد مجمع تھا۔

حضرت سید قاسم اشرف اشرفی جیلانی صاحب قبلہ اپنے خطبۂ استقبالیہ میں فرماتے ہیں: ذمہ داران کانفرنس اور معتقدین آپ کے پچاس سالہ جانشینی کا پورا پورا حق ادا کرنے اور بہترین دینی وملی، علمی وروحانی، فلاحی وسماجی خدمات انجام دینے کی وجہ سے آپ کو چاندی سے تولنے کا ارادہ ظاہر کیا اور اصرار کرنے لگے لیکن آپ نے قبول نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا جس کام میں نام ونمود کی بو ہو وہ ہمیں پسند نہیں، منتظمین نے عرض کیا ہم اس کی رقم پیش کرینگے آپ اسے قبول فرمائیے یا محدث اعظم مشن کو عطا کر دیں، حضرت نے فرمایا جو چیز میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا وہ اپنی تنظیم کے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔

اس پیشکش کو ٹھکرانے کی وجہ کیا ہے؟ یہ کہ اس سے شہرت پسندی کی بو محسوس ہو رہی تھی۔ جسے آپ نے قطعاً پسند نہیں فرماتے۔

آپ کے انکار نے یہ بھی ظاہر کر دیا سجادہ نشینی کے امور کی انجام دہی ہو یا دینی خدمات۔ نام ونمود، شہرت کے لیے نہیں کیا بلکہ اللہ اور رسول کی خوشنودی کے لیے کیا ہے۔

ویڈیو کے جواز اور ٹی وی کے استعمال پر مشروط جواز کا فتویٰ کئی دہائیوں قبل دیے۔اس فتوے کے بعد کئی لوگ ٹی وی پر ایسے ویسے کیسے کیسے بن گئے مگر واہ رے شان مدنی۔کبھی بھی خود ٹی وی کے پردے پر نظر نہیں آئے۔

ذمہ داران کیوٹی وی نے حضور شیخ الاسلام سے رابطہ کئے اور بھرپور کوشش کئے کہ حضور شیخ الاسلام اپنا کچھ پروگرام یا انٹرویو Qtv سے عوام المسلمین کے پیش فرمائیں لیکن آپ نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار فرمایا۔

ایک اور ٹی وی چیل بنام ''مدنی چینل'' کا آغاز ہوا۔ ہر ممکن کوشش کی کہ ایک بار انٹرویو دیں مگر حضرت اس نام ونمود سے دور ہی رہے۔

ذاتِ شیخ الاسلام بچپن ہی سے نام ونمود کی پراوہ کیے نہ شہرت کی کوئی چاہ رکھی۔ صلہ و ستائش کی کبھی امید رکھی نہ کبھی طلب کی۔

جو ذاتِ ستودہ صفات بچپن سے شہرت سے دور رہی کیسے ممکن تھا ان پیشکش کو قبول کرتے۔

اسی اخلاص وللّٰہیت کا ثمرہ ہے کہ آپ دنیا سے بے رغبت نظر آتے ہیں ،ڈاکٹر طارق سعید صاحب جو گھر کے آدمی ہیں اور شیخ الاسلام کو قریب سے جانتے ہیں لکھتے ہیں

''لاکھوں چاہنے والوں کا یہ فقیر منش انسان جسے دنیا مدنی میاں کے نام سے جانتی ہے احد صمد پروردگار نے اسے دنیا سے بے نیاز و مستغنی کر دیا ہے جہاں بسیرا ڈال دیا وہ جگہ اس کا گھر اور مکان ٹھہرا خدا اپنے نیک بندوں پر مہربان ہوتا ہے تو یہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ

میرے خدا تو مجھے اتنا معتبر کردے میں جس مکان میں رہتا ہوں اس کو گھر کردے

سچ تو یہ ہے کہ اس پوری زمیں پر مدنی میاں کے پاس کوئی مکان یا گھر (شرعی یا قانونی لحاظ سے) ہے ہی نہیں''

واقعی دنیا سے بے رغبتی اور تقویٰ اللہ کے محبوب ہونے اور لوگوں میں محبوب ہونے کا ذریعہ ہے۔جیسا کہ حدیث پاک میں ہے

عن سهل بن سعد الساعدی قال اتی النبی ﷺ رجل فقال یارسول الله ﷺ دلّنی علی عمل عملته احبنی الله واحبنی الناس فقال رسول الله ﷺ ازهد فی

الدنیا یحبک اللہ وازھد فیما فی ایدی الناس یحبوک

سہل ابن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایسا عمل بتا دیجئے کہ اگر میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھے محبوب رکھے اور لوگ بھی محبوب رکھیں آپ نے فرمایا دنیا میں تقویٰ اختیار کرو اور لوگوں کے مال کے جانب رغبت نہ کرو تجھے لوگ محبوب رکھیں گے۔

آپ کی بے نفسی و بے رغبتی عوام خواص سب پر عیاں ہے ۔آپ کی خطابت کا شہرہ ہندوپاک ہی میں نہیں بلکہ برطانیہ، ہالینڈ، فرانس ،بلجیم ،شمالی امریکہ، کناڈا تک ہے اور شہنشاہِ خطابت آپ کا موزوں خطاب ہے لیکن کسی ملک کے کسی جلسہ میں مدعو کئے گئے ہوں نہ تو آپ نے کبھی کچھ طئے کیا نہ پہلے سے کچھ مطالبہ کیا نہ کوئی شکایت۔

کرناٹک کے مشہور شہر ہبلی میں جہاں آپ کا قائم کردہ عظیم الشان ادارہ مدنی میاں عربک کالج ہے اس ادارہ کے حالات کا جائزہ لینے یا سالانہ جلسۂ دستار بندی میں تشریف لائیں ہوں یا س ادارہ کے قیام سے پہلے آپ کا تبلیغی دورہ ہو جو کچھ آپ کی خدمت میں اہل عقیدت پیش کرتے ہیں آپ نہ اسے گنے نہ لفافہ کھولے بلکہ کئی بار تو ایسا ہوا کہ جہاں آپ کا قیام ہوا اہل خانہ ہی کے ذمہ کر دیتے ہیں۔

اسی طرح تفسیر اشرفی کا معاوضہ نہ رائلٹی کی کوئی فرمائش۔اور اپنی تصنیف خدمات کا بھی کبھی معاوضہ نہ لیے۔

آخر اس بے لوث خادم دین متین کی قربانیوں کا تذکرہ کیسے کریں جس نے سب کچھ اللہ کے لئے وقف کر دیا ہو۔

حضور شیخ الاسلام اخلاص کا پیکر

مفتی نور محمد حسنی قادری

پورنپور پیلی بھیت

رب قدیر کا ارشاد پاک ہے ''کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

(ترجمہ) تم بہتر ہو ان سب امتیوں میں جو لوگ میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے منع کرتے رہو۔

قرآن میں اللہ نے اپنے نیک صالحین بندوں کو اچھائی عام کرنے اور برائی کو روکنے کا حکم دیا۔ مذکورہ آیت مقدسہ کی روشنی میں ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ، متکلم ومحدث جامع معقولات ومنقولات ،ادیب شہیر، مفسر وفقیہ، ادیب ومحقق بحرِ علوم تحقیق شیخ الاسلام والمسلمین آقائی مولائی سیدی حضور علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ کی وہ مبارک ذات ہے جو مذکورہ آیت کریمہ پر عمل پیرا نظر آتی ہے۔ حضور شیخ الاسلام دورِ طالب علمی سے لے کر اب تک خدمت دین متین میں مصروف رہے ہیں ۔آپ کا ذوق مطالعہ اس قدت ہے اس کا اندازہ ڈاکٹر طارق سعید صاحب کی تحریر سے بخوبی معلوم ہوتا ہے زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا شفیق جونپوری اردو شعریات میں اپنا ایک اہم مقام رکھتے ہیں ذی علم شخصیت کے مالک تھے ان کے بھائی نے ایک عظیم الشان کتب خانہ سجا رکھا تھا ایک نایاب اس ذخیرے کی زینت تھی مولانا فضل امام جو مولانا فضل حق خیرآبادی کے والد بزرگوار تھے۔ علمِ منطق میں طاق تھے ان کی ایک شرط کے ساتھ کہ کتاب کا مطالعہ کتب خانے میں کیا جائے مطالعہ کت شوقین مدنی میاں کے لئے یہ شرط خاص اہمیت نہیں رکھتی تھی انہوں نے لائبریری میں دو سے ڈھائی گھنٹہ روزانہ بیٹھنے کا فیصلہ کیا۔ اور طے کیا کہ کیوں نہ یہ کتاب نقل کر کے ہمیشہ کے لئے اپنے پاس محفوظ کر لی جائے طویل نشستوں کا تین دن تک سلسلہ چلا کہ مستقبل کے لئے اس عالم منطق وفلسفہ کو برادر زادہ شفیق نے کتاب ہی حوالے کر دی اور کہا کہ

اگر مجھے آپکے اس درجہ اشتیاق کی خبر پہلے ہوتی تو آپ کو اتنی زحمت نہ اٹھانی پڑتی۔علم دوست اس پندرہ سالہ طالب علم نے تیسرے دن عربی زبان میں لکھی ادق منطقی کتاب کو یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ جناب یہ کتاب بطور مخطوطہ میرے پاس محفوظ ہوگئی اس کتاب کی نقل کتب خانہ محدث اعظم میں شاید موجود ہو۔لیکن اصل نسخہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کے سینے کی امانت ضرور ہے۔(محدث اعظم نمبر جامِ نور)

حضور شیخ الاسلام کی مبارک اور مقدس ذات پاک بچپن سے لے کر اب تک مذہب اسلام کے فروغ اور نصرت وحمایت میں صرف ہوئی۔حضور شیخ الاسلام اگر چہ کافی ضعیف ہو گئے ہیں مگر اسلام کی ترویج واشاعت کا جذبہ اب بھی جواں ہے آپ 79 سال کے ہو گئے ضعیف ونقاہت کے بعد بھی تفسیر اشرفی قلمبند فرما کر امت مسلمہ کو ایک عظیم تحفہ عنایت فرمایا۔اللہ حضور شیخ الاسلام کو سلامت رکھے اور آپ کا علمی دنیا میں فیضان جاری وساری رہے۔

حضور شیخ الاسلام کے محاسن اخلاق

حضور شیخ الاسلام جس طرح علم وتحقیق میں بے مثل و بے مثال ہیں اسی طرح اخلاق اور مہمان نوازی میں آپ کا مقام بہت اعلیٰ ہے کہ لوگ سوچنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ اپنے وقت کے شیخ الاسلام ہوتے ہوئے اس قدر عاجزی کہ انا کا شبہ بھی نظر نہیں آتا۔ضعیف ونقاہت کے اس عالم میں بھی عوام وخواص سے خندہ پیشانی کے کرم فرماتے نظر آتے ہیں

راقم نے حضور شیخ الاسلام کو غالباً 2002ء میں دیکھا ہوگا جب میں اور میرے چھوٹے بھائی مفتی ساجد حسنی صاحب قادری، مولانا عبدالعظیم عابد قالین آبادی جب حضرت کے گھر گئے تو ماشاء اللہ خندہ پیشانی کے ساتھ دست بوسی کا شرف بخشا۔ میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ حضرت اپنی زبان پاک سے اللہ اللہ کی ضرب لگا رہے ہیں میں یہ روحانی منظر دیکھ کر بہت دم بخود رہ گیا۔جماعت اہل سنت کے عظیم قلمکار جو میرے مخلص دوست اور ساتھی بھی ہیں ابھی حال ہی میں فون پر بات ہوئی تو فرمانے لگے کہ حضور مدنی میاں صاحب قبلہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور ایسی ملاقات کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے عظیم محقق وفقیہ اور مشہور ومعروف خانقاہ کے سجادہ ہیں صرف مصافحہ

ہوجائے یہی کافی ہے مگر جب حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہواتو میں خلوص کی تمام خصوصیات کو آپ کی ذات پاک میں یکجا پایا۔ دست بوسی کے بعد حضرت نے خلافت واجازت سے نوازا اور خوب دعائیں دیں میں نے عرض کیا حضور کچھ وظائف کی بھی اجازت فرمادیں توحضور نے فرمایا ''مولانا میں نے تمہیں اسی میں سب کچھ دے دیا۔ سبحان اللہ''

آپ کی ذات ایک ہمہ گیر شخصیت ہے آپ کے سامنے اصاغر تو اصاغر اکابرینِ زمانہ بھی خمیدہ سر نظر آتے ہیں۔

حضور شیخ الاسلام کی علمی وتحقیقی گہرائی وگیرائی

جہاں تک فقیر کا محاسبہ ہے کہ ہر خانقاہ میں اختلاف رہتا ہے کوئی نہ کوئی بات تحریر وتقریر اور قول وفعل سے سننے کو ملتی رہتی ہے مگر راقم نے کبھی بھی حضور شیخ الاسلام کی تقریر وتحریر، گفتگو میں کسی خانقاہ یا کسی شیخ پر طنز کرتے نہ دیکھا نہ سنا اور نہ پڑھا۔ ایک مرتبہ حضور قائدِ ملت حضرت سید محمود اشرف اشرفی جیلانی، جناب نعیم اشرفی صاحب (پورنپور پیلی بھوت) کے مکان پر تشریف لائے ہوئے تھے حضرت سے ملاقات کے لئے راقم اور برادرِ اصغر مفتی ساجد حسنی قادری حاضر ہوئے دست بوسی کا شرف حاصل کیا پھر ناشتہ کے لئے حضرت نے اپنے قریب میں ہی جگہ عنایت فرمائی، گفتگو کے دوران حضرت فرمانے لگے کہ حالات حاضرہ میں حضور سید محمد مدنی میاں نے فتویٰ ٹی وی پر دینی پروگرام کا دیا آج وہ لوگ بھی عمل کر رہے ہیں جو آپ کی مخالفت میں کپڑے پھاڑ رہے تھے حضرت نے فرمایا مولانا سید محمد مدنی میاں نے ٹی وی کو خود جائز قرار نہیں دیا بلکہ اپنی تحقیق ورائے ہند وپاک علماء ومفتیان کرام کے پاس بھیجا اکثر حضرات نے اتفاق رائے کی مگر شیخ الاسلام کو اس طرح بدنام غیر شرعی، غیر اخلاقی، غیر انسانی فعل ہے۔

حضور شیخ الاسلام کا اندازِ مثال بے مثال

قاری محمد یوسف اشرفی نظامی، ڈانڈیلی۔

فاضل جامعہ نظامیہ حیدرآباد، رتلنگانہ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح تاجدار اہل سنت حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین حضرت علامہ مفتی سید محمد مدنی اشرفی جیلانی دامت برکاتہم العالیہ کچھوچھہ شریف کو بے شمار خوبیوں سے نوازا ہے وہیں پر رب ذوالجلال نے حضور شیخ الاسلام کو خطابت کا ملکہ کا بھی عطا فرمایا ہے ''چونکہ مثالوں کا بیان مقتضائے حکمت اور مضمون کو دل نشین کرنے والا ہوتا ہے اور فُصحائے عرب کا دستور ہے''۔ حضور شیخ الاسلام اپنے خطابات میں عموما مثالوں کے ذریعہ سے بڑے سے بڑے مسئلہ کو حل فرماتے ہیں خصوصا عقائد کے متعلق سمجھنے میں جو دشواری پیش آتی ہے اس کو آپ اپنے فن سے بڑی آسانی سے سمجھا دیتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو مثال کے ذریعہ سمجھانا خود رب کعبہ کا طریقہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں کئی ایک مقامات پر مثالوں کے ذریعہ سے سمجھایا ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ** (سورہ بقرۃ 17)

ترجمہ: ان کی کہاوت اسکی طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو جب اس سے آس پاس سب جگمگا اٹھا اللہ تعالیٰ ان کا نور لے گیا اور انہیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں سوجھتا۔

یہ ان کی مثال ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے کچھ ہدایت دی یا اس پر قدرت بخشی پھر انہوں نے اس کو ضائع کر دیا اور ابدی دولت کو حاصل نہ کیا ان کا مال حسرت وافسوس اور حیرت وخوف ہے۔ اس میں وہ منافق بھی داخل ہیں جنہوں نے اظہارِ ایمان کیا اور دل میں کُفر رکھ کر اقرار کی روشنی کو ضائع کر دیا اور وہ بھی جو مؤمن ہونے کے بعد مرتد ہو گئے اور وہ بھی جنہیں فطرتِ سلیمہ عطا ہوئی اور دلائل کی روشنی نے حق کو واضح کیا مگر انہوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور

گمراہی اختیار کی اور جب حق سننے، ماننے، کہنے، راہِ حق دیکھنے سے محروم ہوئے تو کان، زبان ، آنکھ سب بے کار ہیں۔ (خزائن العرفان)

اور ایک دوسری مثال دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسۡتَحۡیٖۤ اَنۡ یَّضۡرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوۡضَۃً فَمَا فَوۡقَہَا (سورہ بقرۃ:26)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کو کیسی ہی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس سے بڑھ کر۔

اور احادیث طیبہ میں بھی آقا کریم صلی اللہ علیہ والہ سلم نے مثالوں کے ذریعہ سے اپنے صحابہ کو اعمال کی طرف ترغیب دلائی ہے جیسے کہ سرکار دو عالم خود مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں

عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم قَالَ: اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ مِنْهُ کُلَّ یَومٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ یَبْقَی مِنْ دَرَنِهِ شَیئٌ؟ قَالُوْا: لَا یَبْقَی مِنْ دَرَنِهِ شَیئٌ. قَالَ: فَذٰلِکَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ. یَمْحُو اللہُ بِهِنَّ الْخَطَایَا. (۱۔مسلم فی السنن، کتاب :الساجد، باب :المشی إلی الصلاۃ تُمحَی بہ الخطایا وتُرفَعُ بِہِ الدرجات۔ ۲۔والترمذی فی السنن، کتاب :الامثال عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب: مثل الصلوات الخمس)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بتاؤ! اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک دریا ہو جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس (کے بدن) پر کچھ میل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے عرض کیا: اس (کے بدن) پر بالکل میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال بھی ایسی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے سبب (بندے کے سارے) گناہ مٹا دیتا ہے۔

اب آیئے حضور شیخ الاسلام نے اپنے خطابات میں جو مثالوں کے ذریعہ سے مشکل مسئلوں کو حل فرمایا ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

بشریت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھاتے ہوئے حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم افرماتے ہیں

نبی سب کو آپس میں بھائی بنانے آیا ہے، خود بھائی بننے نہیں آیا ہے۔

دیکھو پہلے باپ ہوتا ہے پھر بیٹا، ایسا ہی تو ہوتا ہے۔ ایسا تو نہیں کہ پہلے بیٹا ہو اور بعد میں باپ آئے۔ ذرا سا خیال کرو تو معلوم ہوگا کہ باپ مقدم ہوتا ہے اور اس دنیا کی ابتداء بھی باپ سے ہوتی ہے۔ اس دنیا کی ابتداء بھی نبی سے ہوتی ہے، پہلے باپ، پھر بیٹا یہی حال ہے پہلے نبی، پھر امتی۔ ایسا نہیں کہ امتی پہلے آجائے اور نبی بعد میں آئے اور سنو باپ اپنے بیٹے کی ظاہری زندگی کا سبب ہے اور نبی امتی کی دائمی زندگی کا سبب ہے۔ باپ جو زندگی دیتا ہے وہ قبر تک ختم اور نبی سے جو زندگی ملتی ہے وہ جنت تک چلتی ہے۔ نبی دائمی زندگی دینے والا ہے ۔ایک بات اور بتلاؤں کہ کسی کو بہت سے بیٹے ہوتے ہیں، کسی کو چار، کسی کو پانچ، چھ کسی کو، کسی کو ایک درجن ہوتے ہیں۔ جب ایک درجن ہوئے تو ایک درجن رنگ کے بھی ہوتے ہیں، نقشہ بھی ایک درجن ہوتا ہے، کوئی دبلا ہوگا کوئی موٹا ہوگا، کوئی لمبا ہوگا، کوئی کالا ہوگا کوئی گورا ہوگا، مگر ہوتا کیا ہے؟ باپ تو سب کو حق برابر دیتا ہے۔ کالے، گورے، موٹے، دبلے، سب کو آپس میں بھائی بنا دیتا ہے۔ دیکھو باپ سب بیٹوں کو بھائی بنانے آیا ہے خود بھائی بننے نہیں آیا ہے۔ بھائی بننے نہیں آیا ہے، بھائی بنانے آیا ہے۔ نبی کا کام یہی ہے کہ اپنی امتیوں کو چاہے حبشی ہو، چاہے رومی ہو، چاہے عربی ہو، چاہے عجمی ہو، چاہے فارسی ہو، چاہے ہاشمی ہو ، چاہے مطلبی ہو، سب کو بھائی بنا دے۔ نبی بھائی بننے نہیں آیا ہے آپ خیال کرتے چلے جائیں یہ بیٹے جو ہیں اگر مختلف ڈگریاں حاصل کریں مثلاً یہ ڈاکٹر ہوگیا، یہ انجینیر ہوگیا، یہ پروفیسر ہوگیا، یہ بی اے ہوگیا، یہ انتظامیہ کی طرف رخ کیا تو یس پی ہو گئے، ڈی یس پی ہوگئے، آئی جی ہوگئے، ڈی آئی جی ہوگئے، عدلیہ کی طرف گئے تو منصف ہوگئے، مجسٹریٹ ہوگئے، سشن جج ہوگئے، اگر یہ مقننہ کی طرف گئے تو ایم ایل اے ہوگئے، ایم پی ہوگئے، منسٹر ہوگئے، صدر ہوگئے، موٹی موٹی ڈگریاں حاصل کرکے سب کچھ ہوسکتا ہے، مگر اپنا باپ نہیں ہوسکتا جتنی بھی ترقی کرے بیٹے کا بیٹا ہی رہے گا۔ (خطبات حیدرآباد، صفحہ:74.75)

نبی اور غیر نبی میں کیا فرق ہے اس کو واضح کرتے ہوئے حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں

کوئی غیر نبی، نبی نہیں ہوسکتا

یہ ہی حال ہے ایمان والوں کا۔ اگر ایمان والے ترقی کریں تو متقی ہوجائیں گے، قطب ہوجائیں گے، قطب الارشاد ہوجائیں گے، خواجہ ہوجائیں گے، غوث اعظم ہوجائیں گے، ابدال بنیں گے اوتاد بنیں گے، تبع تابعی بنیں گے، صحابہ بنیں گے، حیدر بنیں گے، غنی بنیں گے، صدیق بنیں گے، سب کچھ بن جائیں گے، مگر نبی نہیں ہوں گے۔ مرجاؤ گے نبی نہیں بن سکتے۔ اس لئے میں کبھی کبھی پوچھ لیا کرتا ہوں نبی وغیر نبی کا فرق بتلاؤ تو کچھ لوگ محبت میں بول سکتے ہیں نبی بادشاہ غیر نبی اس کے سامنے رعایا ہے، کوئی بولا نبی کمانڈر اِن چیف، غیر نبی اس کے سامنے سپاہی' نبی عالم اور غیر نبی اس کے سامنے جاہل' میں کہتا ہوں کہ تم نے سوچنے میں غیر نبی کے آداب کا کچھ لحاظ کیا پورے طور پر حقیقت نبوت نہ سمجھ سکے، کیوں کہ نبی وغیر نبی میں وہ فرق نہیں ہے جو جاہل اور عالم میں ہے، جو بادشاہ اور رعایا میں ہے، جو سپہ سالار اور سپاہی میں، کیوں اس لئے کہ جاہل اگر محنت کرے تو عالم ہوسکتا ہے مگر نبی! تڑپ تڑپ کر مر جائے تو بھی نہیں بن سکتا، نبی وغیر نبی کا فرق وہی ہے جو جانور اور انسان میں ہے، گدھا گدھا رہے گا، آدمی نہیں بن سکتا۔ (خطبات حیدرآباد، صفحہ: 75.76)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ سلم کو تکلیف پہنچانے والوں کے تعلق سے حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں

اذیت کی مذمت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ سلم فرماتے ہیں مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہے۔ یہ زبان اور ہاتھ اذیت پہونچانے میں بہت آگے رہتے ہیں، جب کسی سے کوئی اختلاف ہوتا ہے تو پہلے زبان چلتی ہے اس کے بعد ہاتھ چلتا ہے ویسے تو کام سب ہی کرتے ہیں پیر دوڑتا ہے، منشاء یہ ہے کہ تم کسی بھی طور سے اذیت نہ پہنچاؤ نہ ہاتھ سے نہ زبان سے۔ کچھ اذیت پہنچانے کے لئے نقلیں کرتے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں فلاں ایسا ہے فلاں ویسا ہے۔

مروان کے باپ حکم نے حضور صلی اللہ علیہ والہ سلم کی رفتار کی نقل بنائی تھی حالانکہ حضور صلی اللہ

علیہ والہ سلم سے خوبصورت کس کی رفتار ہوسکتی ہے مگر خوبصورت چیز کو بھی کسی نے بطور استہزاء پیش کرے تو اس میں بھی توہین ہے تو سرکار رسالت صلی اللہ علیہ والہ سلم نے حَکم اور مروان کو مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ سلم نے خود ارشاد فرمایا کہ تم میری نقل کرو: صلوا کما رایتمونی اصلی، نماز پڑھو جیسا مجھ کو نماز پڑھتا ہوا دیکھو۔ نماز پڑھنے کے لئے رسول کی نقل کرنی پڑے گی۔ رسول کے قیام کی نقل، رکوع کی نقل اور سجدوں کی نقل قعدہ کی نقل ہر چیز کی نقل کرنی پڑے گی۔ معلوم ہوا کہ استہزاء والی نقل اور ہے، غلامی والی نقل اور ہے ،محبت والی نقل اور ہے عداوت والی نقل اور ہے تحقیر شان والی نقل اور ہے، اتباع و اطاعت والی نقل اور ہے۔ تم کو حق نہیں ہے کہ تم کسی مسلمان کو اذیت پہچاؤ زبان سے نہ ہاتھ سے۔

خداوند کریم کے دین کی نشانیوں کی تعظیم کے تعلق سے حضور شیخ الاسلام ارشاد فرماتے ہیں

اللہ کے دین کی نشانیوں کی تعظیم

وشکر ولی ومن یعظم شعائر اللہ فانہ من تقوی القلوب۔ جو اللہ کے دین کی نشانیوں کی تعظیم کرے یہی دل کا تقویٰ ہے تو ان کی تعظیم یہی خدا کی تعظیم ہے، یہاں پر ایک بات میں اور کہہ کے آسانی سے نکل جاؤں یہ خدا کی دین کی نشانی کیا ہے تا کہ یہ پتہ چلے وہ کونسی چیز ہے جس کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے تو قرآن کریم سے ایک ضابطہ آپ نکال سکتے ہیں یہ خدا کی دین کی نشانی کیسے ہم سمجھیں گے کیا چیز خدا کے دین کی نشانی ہے۔ تو، ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ. (سورہ بقرۃ) صفا اور مروہ یہ خدا کے دین کی نشانیوں میں سے ہے۔ سارے حاجی وہاں کی زیارت کر کے آئے ہیں جائیں گے وہ دیکھیں گے یہ صفا اور مروہ کیا ہے پوچھ لیجئے کسی حاجی صاحب سے صفا اور مروہ۔ کسی پیغمبر کا نام نہیں ہے کسی نبی و رسول کا نام نہیں کسی غوث وقطب کا نام نہیں ہے صفا اور مروہ یہ دو پہاڑیاں پتھر اب جا کر آپ صفا و مروہ سے بھی پوچھ لیں زبان حال کے بولی اگر آپ سمجھتے ہیں اور آپ معلوم کریں پتہ لگائیں کے صفا مروہ نے کتنی نمازیں پڑھیں اور کتنے چلّے کئے ساری دنیا وہیں جا کے حج کرتی ہے آج اس نے ایک بھی حج نہیں کئے اور ساری دنیا وہیں جا کر سعی کرتی ہے اس نے خود اپنے او پر سعی نہیں کیا وہیں جا کر اس کے سامنے لوگ کعبہ کا چکّر لگاتے ہیں اس نے کبھی چکر نہیں لگایا

پھر یہ مقام وہ خدا کے دین کی نشانی کیسے ہوگیا؟ یہ پتھر ہے پتھر مگر پوچھئے گا کسی ایسے حاجی سے واقعی جو جا کر آیا ہے۔ ایسا نہ کہ بمبئی سے واپس آ گیا ہو پتہ نہیں وہ کیا بتا دے کہ صفا کسی غوث کا نام رکھ دے اور مروہ کسی قطب کا نام رکھدے، مجھے کسی نے ایک واقعہ سنایا تھا کہ ایک دیہات میں کوئی سیٹھ صاحب تھے اللہ نے دے رکھا تھا بہت کچھ مگر حج کا خیال نہیں کرتے تھے گاؤں والوں نے بہت اسرار کیا سیٹھ صاحب حج کر لیجئے سوچا کے چلو بمبئی تک چلتے ہیں حاجیوں کے قافلے کے ساتھ اور پھر حاجیوں ہی کے قافلے کے ساتھ واپس آ جائیں گے کسی غرض سے پانی بھر لیں گے بازار سے کھجور خرید لیں گے کہیں لمبا کرتا بنوالیں گے اور حاجی بن کے چلے آئیں گے تو سیٹھ کسی طرح جب وہ حاجی بن کے آئے حاجیوں کے قافلے کے ساتھ گاؤں والوں نے خوب پھول ہار کیا بہترین انداز سے خوش آمدید کیا مگر جو پرانے حاجی صاحب تھے انہوں ایک بات پوچھا حاجی صاحب یہ بتائے کہ حجر اسود کو بوسہ دینے کا موقع ملا؟ تو کہا ہاں حضرت اسود جو ہیں بڑے اچھے آدمی ہیں اور وہ حاجی گھبرا گیا ارے آپ آدمی کہتے ہیں وہ تو پتھر ہے تو مسکرا کر کہنے لگے نہیں حاجی صاحب جب آپ گئے تھے تو پتھر تھے اب آدمی ہوگئے ہیں بہت پہلے آپ گئے تھے۔ تو ایسے مت کہنا اُسے پوچھئے جو واقعی زیارت کر کے آ گیا ہو سوالات کرنے کی ضرورت نہیں ہے واقعی اگر پتھر کا دیکھنا ہے تو مکہ چلو صفا اور مروہ پتھر، خانۂ کعبہ پتھر، حجر اسود پتھر، مقام ابراھیم پتھر، عرفات کا میدان پتھر، منیٰ کی وادی پتھریلی وادی، غار حرا پتھر، جبل رحمت پتھر، پتھر کا مقدر دیکھنا ہو تو مکہ چلو اور یہ پتھر خدا کے دین کی نشانی یہ پتھر کیوں نہ یہ خدا کی نشانی ہے ان کی تعظیم خدا کی تعظیم بات صرف صفا و مروہ کے تعلق سے چلی ایک اللہ کے مقبول بندے کے قدموں سے نسبت ہوگئی اس کو تو آپ کیا دیکھے یہ سب نسبتوں نے انہیں یہ مقام دیدیا۔ مقام ابراھیم کو تو وہ مقام ملا تو کسی پتھر کا مقدر ایسا نہیں دکھتا حاجیوں کے لئے حکم ہے کہ مقام ابراھیم کو اپنا مصلّٰی بنالو مقام ابراھیم وہی پتھر ہے نا جہاں پہ ابراھیم کھڑے تھے اور کعبہ کی تعمیر فرما رہے تھے تو پتھر وہ بلند ہوتا تھا نیچے ہوتا تھا ان کے ارادے کے مطابق تو اس پہ نشان لگ گئے حضرت ابراھیم کے قدم کے نشان اس کے اوپر تو کہا اس کو مصلّٰی بناؤ اس پورے حصے میں وہ نماز سب سے افضل ہے جو مقام ابراھیم کے پاس ادا کی جائے یعنی اس نماز سے بھی زیادہ افضل جو حطیم میں ادا کی گئی ہو،

اس نماز سے بھی زیادہ افضل جو خانۂ کعبہ کے اندر ادا کی جائے مقام ابراھیم یعنی کعبہ کے اندر کھڑے ہو کے نماز پڑھو تو وہ فضیلت نہ ملے اور مقام ابراھیم کے قریب پڑھو تو فضیلت ملے بات کیا ہے بات یہ ہے کہ مقام ابراھیم جو پتھر ہے اس پر حضرت ابراھیم کا نشانِ قدم ہے تو اپنی عبادت کو تم مقبول معظم اور بہتر فضیلت والا بنانا چاہو تو سجدہ خدا کے لئے ہو قربت نبی کے نشانِ قدم پہ ہو کبھی اس پتھر سے پوچھنا اے پتھر تیری سختی بہت مشہور ہے یہ کیوں نشان لے لیا، تو موم نہیں نشان لے لے تُو پتھر ہے پتھر، تو کتنا اچھا جواب وہ پتھر دیگا اگر میں نبی کا نشان نہ لیتا میرا نشان کہاں سے بچتا، بتانے کا طریقہ یہی تھا کہ کتنے بھی انقلاب آجائیں مگر میں بچا رہوں گا اس لئے کہ میں نے نشان قدم کو اپنا لیا ہے بچنے کا نشان مل گیا ہے اگر تم دنیا میں بچنا چاہو تو نبی کا نشان دل میں لگا لینا یہی ایک بچنے کی ترکیب نبی کے نشان کے قریب ہو جاؤ میں انتہا کی بات بتاؤں وہ قوم جو آثار منسوبات کی دشمن ہے وہ بھی اثر ابراھیمی کی حفاظت کر رہی ہے ذرا سا آپ خیال کریں کہ یہی تو نشان قدم تو جو چیز عظمت والے سے منسوب ہو جائے وہ باعظمت نسبت میں بڑا رنگ ہوتا ہے، نسبت میں بڑا زور ہوتا ہے

یہ چند مثالیں تھی جن کو حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے خطابات میں بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ حضور شیخ الاسلام کو عمر خضر عطا فرمائے اور ان کا سایہ اہل سنت پر تادیر قائم ودائم رہے آمین بجاہ سید المرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ واصحابہ اجمعین۔

حضور شیخ الاسلام اور اندازِ خطابت

محمد نعیم برکاتی

بن محمد سالار کپٹھال، ہبلی، کرناٹک

خطیب ایسے کہ جس کی کوئی مثال نہیں　　خطابت ایسی کہ اک اک بیان خوشبو دے

آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ علم وعرفان، طریقت اور ادب وتہذیب کا ہمیشہ مرکز رہا ہے۔ کیونکہ اس خاندان کچھوچھہ مقدسہ کا تعلق سلطان التارکین حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ سے ہے، یہ خاندان گویا ولایت کی کان ہے جس کے افق سے ہمیشہ نسلاً بعد نسلٍ ولایت کے آفتاب طلوع ہوتے رہے۔

چنانچہ صاحب کتاب ''مراۃ الاسرار'' حضرت شیخ عبدالرحمن چشتی علیہ الرحمہ (مُتو فی ۱۰۹۴) تحریر فرماتے ہیں۔

> ایک دن آپ (حضرت شیخ مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمہ) خوش وقت تھے اور ایک مرید کے حق میں بخشش ونوازش فرمارہے تھے جب آپ کی نظر میر سید عبدالرازق (نورالعین) پر پڑی تو فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو مکمل تجھ پر نثار کیا اور تجھ سے کوئی چیز دریغ نہیں کی اور تمہاری اولاد کے حق میں حق تعالی سے یہ درخواست کی ہے کہ ہمیشہ مقبول ومسعود رہیں، اور تمہاری اولاد میں سے ہر طبقہ میں ایک رجال غیب اور مجذوب ہوگا اور وہ ایسا شخص ہوگا جس کے اندر میری حالت اُتر آئے گی (مراۃ الاسرار صفحہ ۸۷۔۱۱۷۷)

حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی قبلہ مدظلہ النورانی بھی اِنہیں (حضرت میر سید عبدالرازق نورالعین علیہ الرحمہ) کی اولاد میں سے ہیں۔اسی آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے تعلق سے نواسۂ حضور محدث اعظم ہند حضرت سید محمد قاسم اشرف قبلہ مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

> آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ ہندوستان کے قدیم ترین روحانی دینی اور تعلیمی مراکز میں سے ایک ہے۔صدیوں سے علماء نوازی، غربا پروری اور دین وسنیت کی اشاعت اس

خانقاہ کی پہچان رہی ہے۔ یہاں کے مشائخ نے جہاں عوام کی دستگیری اور روحانی تسکین کا سامان کیا ہے وہیں علم وفضل سے بھی ان کا گہرا رشتہ رہا ہے۔آج بھی یہ آستانہ علمی،فکری، روحانی ،دینی و دنیاوی وسائل سے مالا مال ہے،اس کے شہزادگان و مشائخ کی ایک بڑی تعداد ہےجن میں ہر شخص اپنی صلاحیت ولیاقت کے لحاظ سے خدمت دین اورفلاح انسانیت کے کام میں مصروف ہے۔اس وقت آستانے کی بڑی علمی شخصیت حضرت شیخ الاسلام سید مدنی میاں صاحب قبلہ کی زیر سرپرستی مُلکی اور بین الاقوامی سطح پر ’’محدث اعظم مشن‘‘ نہایت بڑے پیمانے پر کام کررہا ہےجس کے تحت ہندوستان اور دیگر مما لک کے مختلف شہروں میں طلبہ وطالبات کے لئے بہت سے جونیر اور ہائر سکینڈری اسکول، کالجز، IT کالج، اشاعتی ادارے، دینی مدارس، تنظیمی ،تحریکی اوراشاعتی ادارے چل رہے ہیں۔حضرت شیخ اسلام نے پچھلے سال کئی سالوں سے علمی وتحقیقی کام کے لئے خودکو وقف کررکھا ہے(ماہنامہ جام نور دہلی، شمارہ مئی ۲۰۱۰ صفحہ 42)

جہاں تک حضرت کا انداز خطابت کا بیان ہے ایسا مقرر میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا،آج سے تقریباً تیس سال پہلے کی بات ہے میرے عزیز و بردار طریقت خلیفۂ حضور شیخ الاسلام مولانا قاضی سید شمس الدین صاحب قبلہ اکثر اپنی تقریر کے بعد مجھے پوچھتے کہ میری تقریر آپ کوکیسی لگی؟تو میں جواب میں کہتا کہ حضور شیخ الاسلام کی تقریر کا انداز اپنائیے،اس پر وہ یہی کہتے کہ’’ارے یار‘‘ وہ تو اُنہیں پلایا گیاعلم ہے جو اُنہیں ان کے والدمکرم حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ سے وراثت میں ملا ہے۔

حضور شیخ الاسلام کی اسی شان خطابت کے تحت نبیرہ ٔ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری(علیہ الرحمہ) ومدیر ماہنامہ جام نور دہلی،علامہ خوشتر نورانی (علیگ) رقمطراز ہیں۔

سلطان التارکین حضرت شیخ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ اورسادات کچھوچھہ مقدسہ کاعلمی،دینی،اورروحانی فیضان صدیوں سے سرزمین ہنداوراس کے اطراف واکناف کی دنیا پرموسلا دھار بارش کی طرح برستا رہا ہے۔آج اس خانقاہ کی شخصیات مختلف میدان عمل کے سربراہ کی حیثیت رکھتی ہے۔خصوصاً حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی

الجیلانی قدس سرہ علمیت اور خطابت کے استعارے کے طور پر جانے جاتے ہیں (ماہنامہ جام نور دہلی شمارہ مئی ۲۰۱۰ء صفحہ 40)

حضرت اگر کسی موضوع پر گفتگو کرتے تو اس قدر گہرائی میں چلے جاتے کہ سننے والا یہی سوچتا کہ یہ تو کسی کتاب میں تلاشنے سے ملنے والا علم نہیں بلکہ بعطائے ربی (روحانی) علم ہے جو اُنہیں اپنے والد سے وراثت میں ملا اس کی ایک دو مثال پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں

ایک تقریر کے دوران یوں ارشاد فرمایا۔

حدیث مبارکہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا (اول ما خلق اللہ القلم) یعنی اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ (انما خلق اللہ اللّوح) یعنی بے شک اللہ نے لوح کو پیدا فرمایا، پھر تیسری جگہ ارشاد فرمایا (انما خلق اللہ العرش) یعنی بے شک اللہ نے عرش کو پہلے پیدا فرمایا۔ مگر ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ارشاد فرمادیا کہ (اول ما خلق اللہ نوری) یعنی اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا گویا چار چیزوں کی پیدائش سب سے اول ہوئی۔

لیکن یہاں پر ایک سوال ذہن میں یہ ابھرتا ہے کہ سب سے پہلے کس چیز کی تخلیق ہوئی قلم پہلے پیدا ہوا یا لوح؟ عرش پہلے پیدا ہوا یا نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ الغرض صحیح کیا ہے؟ میں سوچ میں پڑ گیا کہ معمہ کس طرح سمجھا جائے؟ پھر حضرت نے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا کہ چاروں صحیح ہیں۔ وہ کیسے؟ وہ اس طرح کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قلم بھی ہیں اور لوح بھی، عرش بھی ہیں اور نور بھی گویا عرش بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور لوح بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ قلم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور نور بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

پس دوسرا سوال ذہن میں یہ اُبھرتا ہے کہ قلم جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں تو وہ کس طرح؟ اور لوح بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں تو وہ کیسے؟ عرش جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو وہ کس طرح؟ اور نور بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو وہ کیسے؟ ان چار سوالوں کے جوابات اگر معلوم کرنا ہو تو حضرت کی تقریروں کو سننا پڑیگا، کیونکہ حضرت جب بیان کرنا شروع کرتے یوں ایک ہی چیز پر گھنٹوں بیان کرتے، صرف ایک ہی لفظ پر گھنٹوں تقریر کرتے میں نے خود حضرت کو قرآن کریم کے صرف ایک ہی لفظ پر گھنٹوں تقریر کرتے دیکھا ہے۔ جیسے لفظ 1: جاؤک 2: ویزکیھم 3:

نور، وغیرہ۔

مزید تفصیل کے لئے اور مذکورہ بالا چاروں سوالوں کے جوابات کو، ملاحظہ کرنے کے لئے میری تحریر کردہ کتاب ''معارف اسم محمد ﷺ کا'' مطالعہ کریں، جس کا رسم اجراء خود حضور شیخ الاسلام نے اپنے دست مبارک سے فرمایا۔

اسی طرح ایک اور جگہ مورخہ ۲۶ ذی لقعدہ ۱۴۲۱ھ، بمطابق ۲۰ فروری، ۲۰۰۱ء کو بمقام آستانہ عالیہ درگاہ ہاشم پیر علیہ الرحمہ بیجاپور میں عرس چہلم حضرت سید شاہ عبداللہ حُسینی علیہ الرحمہ (سجادہ نشین درگاہ حضرت سید ہاشم پیر علیہ الرحمہ) کے موقع پر حضور شیخ الاسلام نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ایک شعر کی تشریح اس قدر بہترین اور دلکش انداز میں بیان فرمائی کہ اسٹیج پر بیٹھے علماء تک عش عش کر گئے اور یہ لفاظی نہیں بلکہ حقیقت ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

ایک آسمان تو وہ ہے جیسے آپ سمائے دنیا کہتے ہیں، یہاں سے جو نظر آرہا ہے یہ آسمان مگر دوستو صوفیا کی نظر کچھ اور ہے ان کی نظر میں ایک اور آسمان ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک آسمان اور ہے وہ بھی سمائے دنیا ہے اور اس کو بھی خدا نے ستاروں سے آراستہ کر دیا ہے اور وہ ستارے بھی شیاطین پر رجم کر رہے ہیں، اور اس معنی کی طرف امام احمد رضا کا ایک شعر جو اس مفہوم کی طرف ذہن کو لے جاتا ہے۔

رضا یہ نعت نبی ﷺ نے بلند یاں بخشیں
لقب زمین فلک کا ہوا سمائے فلک!

(حدائق بخش)

ذرا سا آپ دیکھیں اور سوچیں زمین فلک، سمائے فلک، لقب زمین فلک کا ہوا، سمائے فلک، اور دیکھئے یہ زمین جو اس آسمان کے نیچے ہے یہ تو زمین فلک (یعنی فلک کی زمین یا آسمان کی زمین) جو اس آسمان کے نیچے ہے۔ تو یہ اس آسمان کی زمین ہے نا؟ تو یہ زمین اُسی آسمان کی آسمان بن جائے، یہ زمین اس آسمان کی طرف اشارہ کر کے یہ کہے کہ وہ آسمان، اور آسمان اس زمین کی طرف اشارہ کر کے یہ کہے کہ یہ آسمان، اور کچھ ستاروں پر نظر زمین کی ہے

،آسمان نے کہا کہ یہ آسمان۔

تو زمین جو آسمان کی آسمان ہے یہ زمین خود اس آسمان کا فلک ٹھہری، اور یہ آسمان اس زمین کا فلک ٹھہرا (تو پتہ یہ چلا) وہ آسمان اس زمین کا فلک، اور یہ زمین اُس آسمان کا فلک ،اور واقعی دوستو! یہ فلک (زمین) تو ایسا فلک ہے کہ وہ فلک (آسمان) بھی اس پر ناز کرتا ہے

آپ خود کہیں گے کہ عرش معلیٰ تو بہت اونچی چیز ہے نا؟۔۔۔۔۔عرش معلیٰ! ۔۔۔۔۔۔کبھی عرش سے پوچھو کہ خود اُس کا عرش کیا ہے؟۔۔۔۔۔حضرت شیخ بایزید بسطامی عالم روحانیت کی سیر کرتے ہوئے مراقبہ کی دنیا سے گزرتے ہوئے پہنچتے ہیں (عرش کی طرف)۔روحانی دنیا کی سیر کرتے ہوئے عرش کی طرف پہنچے۔عرش کے قریب جب پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں عرش کو کہ سرگرداں ہے۔عرش کو سرگرداں دیکھتے ہیں، جیسے کسی کی تلاش میں ہے۔اور عرش سے پوچھتے ہیں کہ اے عرش! تو تو خدا کی تجلی گاہ ہے، تیرے لئے تو ''ثم استوٰی علی العرش'' (پارہ نمبر ۱۱ سورۂ یونس آیت نمبر ۳) کے الفاظ ہیں، تو خدا کی خاص جلوہ گاہ ہے، تجھے کس کی تلاش ہے؟۔۔۔۔کہا: بایزید!۔۔تم سے تو یہ کہا جاتا ہے کہ میں عرش پر ہوں (لیکن) مجھ سے یہ کہا جاتا ہے میں ''دل'' مومن کا ہوں۔ میں دل مومن ہوں ۔۔۔۔۔تو تو میری تلاش میں، میں تیری تلاش میں !اللّٰھم صل وسلم علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آل سیدنا ومولانا محمد کما تحب وترضٰی بان تصلی علیہ

میں حضرت شیخ بایزید بسطامی ہی کا ایک اور واقعہ سنا دوں!۔۔۔۔۔۔ایک صاحب کو شوق ہو گیا، کہ خواب انہوں نے دیکھا۔خواب کیا دیکھا تھا؟۔۔۔۔۔''میں عرش الٰہی کو سر پہ لے جا رہا ہوں''۔بڑا عجیب خواب تھا سوچا چلو بسطام شہر میں حضرت شیخ بایزید بسطامی سے (اس خواب کی) تعبیر پوچھیں۔جب وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت کا وصال ہو گیا ہے، کہا کہ چلو اچھا ہوا، کم سے کم کاندھا تو دے لیں گے اور نماز پڑھ لیں گے۔یہ بات تو ہے تو خواب کی تعبیر نہیں مل سکی۔اب اس کے بعد ہجوم اتنا! کہ کاندھا دینا بھی مشکل! مگر کیسے؟ ۔۔۔۔۔کوشش کرتے کرتے جنازے کے نیچے گھس گئے۔اب اُسی کے اندر ذرا سا تھوڑی سی عافیت جو محسوس کی تو چلتے چلتے سوچتے 'حضور! میں آیا تھا ایک خواب کی تعبیر پوچھنے' کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ''میں عرش الٰہی کو لے کے چل رہا ہوں''۔۔۔۔۔اندر سے آواز آئی

:''یہی تیرے خواب کی تعبیر ہے''۔۔۔۔۔۔قلب المؤمن عرش اللہ۔۔۔۔۔مومن کا قلب،عرش الٰہی ہے۔۔۔۔۔مومن کا قلب،عرش الٰہی ہے۔تو دوستو! کچھ ہی دنوں پہلے تم نے زمین کے انداز عرش الٰہی کو اتارا ہے(یعنی حضرت شاہ سید عبداللہ حسینی علیہ الرحمہ۔جن کا اس روز عرس چہلم منایا گیا)۔اللّٰھم صل وسلم علی سیدنا ومولانا محمد وعلی آل سیدنا ومولانا محمد کما تحب وترضیٰ بان تصلی علیہ

مومن کا دل جو ہے،وہ عرش الٰہی ہے۔اب عرش تو اپنے عرش کی تلاش میں ہے۔۔۔۔۔ہم اس عرش کی تلاش میں ہیں وہ اپنے عرش کی تلاش میں ہے۔۔۔۔۔۔زمین اُسے آسمان کہہ رہی ہے۔آسمان،اسے(زمین کو)آسمان کہہ رہا ہے۔

رضا یہ نعت نبی ﷺ نے بلند یاں بخشیں

لقب زمین فلک کا ہوا سمائے فلک!

تو یہ زمین جو ہے،یہ بھی ستاروں کی جگہ ہے۔۔۔۔۔۔یہ بھی ستاروں کے رہنے کی جگہ ہے۔تو قرآن یہ کہنا چاہتا ہے کہ ہم نے اس فرش زمین کو ستاروں سے مزین کر دیا ہے اور ان ستاروں کو شیاطین کے لئے رجم بنا دیا ہے(وجعلنھا رجوماً للشٰطین۔پارہ نمبر ۲۹،سورۂ ملک آیت نمبر ۵)ان ستاروں کو شیاطین کے لئے ہم نے رجم بنا دیا ہے۔یہ ستارے کون ہیں؟۔۔۔۔۔۔۔ان ستاروں کو نہیں سمجھتے تم ؟۔۔۔۔۔ اصحابی کالنجوم(حدیث۔مشکوۃ شریف باب مناقب الصحابہ،الفصل الثالث)۔۔۔۔۔یہ میرے سارے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں۔۔۔۔۔۔العلماء نجوم الارض،یہ علماء جو ہیں،یہ زمین کے ستارے ہیں۔علماء اُمتی کا النجوم بھا یخر ف البحر والبر۔۔۔۔۔۔۔علمائے امت جو ہیں،تو یہ ستاروں کی طرح ہیں۔جن سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے بحر و بر میں۔۔۔۔۔۔۔۔ان سے ہدایت حاصل کی جارہی ہے۔تو یہ زمین کے ستارے!۔۔۔۔۔۔۔۔یہ زمین کے ستارے!۔۔۔۔ ذرا سا آپ خیا ل کریں ، فلا اقسم بمواقع النجوم(پارہ نمبر ۲۷،سورۂ واقعہ آیت نمبر ۷۵)۔۔۔۔۔۔۔۔میں قسم یاد فرما تا ہوں ستاروں کے رہنے کی جگہ کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں قسم یاد فرما تا ہوں

ستاروں کے رہنے کی جگہ کی!۔۔۔۔یہ اولیائے کرام کے مزارات جو ہیں، یہ ستاروں کے رہنے کی جگہ ہیں (تفسیر روح البیان)۔فلااقسم بمواقع النجوم!۔۔۔۔۔۔۔۔میں ان کے رہنے کی جگہوں کی قسم یادفرماتا ہوں۔الخ

وماعلیناالاالبلاغ المبین۔

آپ ایک ہی وقت منقولات پر کامل دسترس رکھتے ہیں۔علم منطق وفلسفہ اور ہر چیز کے اسرار ورموز بیان کرنے میں آپ کو کافی مہارت حاصل تھی صرف یہی نہیں آپ ایک بین الاقوامی سطح کے خطیب اور تفقہ فی الدین میں منفرد، مسند رشد وہدایت کے پیکر وزینت اور معتبر ادیب و شاعر بھی ہیں، جس وقت آپ نے تبلیغ اسلام وخدمت مسلک حقہ کی غرض سے دنیائے خطابت میں قدم رکھا تو فن خطابت کو چار چاند لگاتے ہوئے جلد ہی اپنے کو صف اول کے خطیبوں میں شمار کروالیا۔تبلیغی مساعی میں خطابت اور سفر کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ جب جب ضرورت پیش آئی اور موقع ملا آپ نوک قلم سے بھی دین متین اور مسلک حقہ کی خدمت کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور نہایت ہی انداز میں معاملات کو سلجھا کر مسائل کا شرعی حل، علماء امت اور عوام اہلسنت کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ غزالی دوراں حضرت علامہ شاہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ نے آپ کی تصنیف لطیف ”ویڈیو اور ٹی وی کا شرعی استعمال“ کے سلسلے میں آپ کو رئیس المحققین کے خطاب سے نوازا۔

برطانیہ کے علاوہ امریکہ اور کینیڈا ایک وسیع وعریض براعظم پر مشتمل ہے، جہاں کام کرنے کیلئے علٰحدہ سے ایک عمر خضر درکار ہے۔حضور شیخ الاسلام نے ۱۹۹۰ء سے یہاں کا دورہ شروع کیا اور بڑے بڑے شہروں میں جا کر اپنی خطابت کا لوہا منواتے ہوئے یہاں بھی سنیت کا گلشن آباد کرنے کیلئے تخم ریزی کردی اور اسی فیضان نظر سے جس سے آپ کو خدمت لوح وقلم کا شعور ملا اپنے خلفاء کو سیراب کردیا جو انشاءاللہ ایک دن یہاں ایک نئی دنیا بسا دینگے۔گلوبل اسلامک مشن نیویارک یو۔ایس۔اے کے زیر اہتمام حضور شیخ الاسلام کی تحریر کردہ تفسیر قرآن سید التفاسیر المعروف تفسیر اشرفی کی اشاعت مساعیٔ جمیلہ کی ایک کڑی ہے۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضور شیخ الاسلام نے نہ صرف جانشینی کا حق ادا کردیا بلکہ جانشین

کہتے کسے ہیں اس کا عملی کردار پیش کر دکھایا۔

شیخ الاسلام کا صرف دل ہی نہیں بلکہ ان کی لیاقت وخطابت بھی عشق مصطفی ﷺ سے مستنیر ہے۔ان کا دماغ عظمت رسالت کا اسیر ہے اور ان کی زبان بابرکت رسول کریم ﷺ کی ثنا خواں ہے۔ان کی ایک ہی خواہش ایک ہی تمنا اور ایک ہی تڑپ ہے کہ ملت کا ہر فرد ہر وقت عشق محمد ﷺ اور ہمہ وقت جمال محمدی ﷺ کو اپنا آئیڈیل بنالے، کیونکہ حقیقت محمدی ﷺ سے قریب ہونا تمام حقیقتوں سے قریب ہونا ہے اور یہی اصل کامیابی ہے۔

حضور شیخ الاسلام نے اپنی منفرد شان خطابت کے حوالے سے جب دیار غیر، برطانیہ کی سر زمین پر قدم رکھا تو اس کی برکت سے سرزمین برطانیہ روشن ستارے کی طرح اُفق پر جگمگانے لگی۔ بقول فیض احمد فیض۔

سنسان راہیں خلق سے آباد ہوگئی

ویراں میکدوں کا نصیب سنور گیا

ایسا اس لئے ہوا کہ دیگر خطباء ومقررین کے برعکس اختلافی مسائل حضور شیخ الاسلام کا نقطۂ نظر خاصا متوازن لب ولہجہ، متین وسنجیدہ اور انداز سلجھا ہوا تھا۔اس اعتبار سے حضور شیخ الاسلام ایشیائی خطابت کا وہ فکر ہیں جس نے اپنی پرکشش ومعجز نما خطابت سے حلقۂ اسلام سے وابستہ افراد کو پختہ اور ناوابستہ کو پیوستہ کرنے کا کام کیا۔

حضرت کا انداز بیان صرف دینی ہی نہیں بلکہ سائنٹیفک طرز استدلال کی جھلک بھی آپ کی خطابت میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔جس نے آپ کے ان خطبات کو بہت ہی بلند اور معیار اعلیٰ پر پہنچا دیا ہے۔ان سائنٹیفک استدلالات اور سائنسی طرز تفہیم نے یہ ثابت کردیا کہ عقائد اہلسنت نقلی اور سماعی نہیں ہے کہ ہمارے اسلاف نے فرمادیا تو اسے آنکھ بند کر کے بلا چوں وچرا قبول کرلینا ہی چاہئے۔ بلکہ یہ عقائد واحکام صرف دینی واسلامی ہی نہیں بلکہ عقلی اور سائنسی بھی ہیں جو موجودہ ذہن وفکر کو جھنجوڑتے ہیں، اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو سائنس سے منافی ہو۔ایک پڑھا لکھا اور جانب دار دانشور سطح کا انسان اگر ان خطبات کو پڑھ لے گا یا سنے گا تو اس کا ایمان وعقائد اس

قدر پختہ ہوجائے گا کہ بدمذہبیت کو وہ اپنے قریب بھی آنے نہ دیگا۔

حضور شیخ الاسلام حالات کے اعتبار سے اپنے تقاریر کے موضوع کا انتخاب کرتے ہیں۔ حضرت کے پاس خوبصورت الفاظ کا ایک وسیع تر ذخیرہ ہے۔جس سے دوران تقریر محسوس ہوتا ہے کہ واقعی ہر لفظ اس مقام کے لائق ہے۔الفاظ کی مرصع کاری ان کے یہاں عام ہے۔علمی وادبی زبان ان کی خطابت کا نمایاں پہلو ہے اوران کے دائرہ خطابت میں صوتی آہنگ کا بھی ایک منفرد مقام ہے ان کے لہجے کہیں پر زور ہیں، تو کہیں پر دھیمے، کہیں گرجدار، تو کہیں سبک رو، غرض جیسی گفتگو ویسا صوتی آہنگ، جیسا عنوان ویسا لہجہ، جیسا موضوع ویسا انداز، علمی موضوعات کیلئے الگ تکلم، اصلاحی موضوعات کیلئے ایک الگ رنگ اور اصلاحی موضوعات کیلئے الگ آہنگ۔دوران خطابت جہاں کہیں علمی گفتگو ہوا سے آسان زبان میں ڈھالنا جیسے ایک عام شخص بھی سمجھ سکے یہ انہی کا حصہ ہے۔تشبیہات واستعارات کی زبان میں عمدہ مثالیں دے کر سمجھانے میں انہیں کافی مہارت ہے کہ عدم ابلاغ خطابت کا بہت بڑا نقص ہے، کیونکہ جب سننے والے کو یہ معلوم ہی نہیں ہوگا کہ سامنے والا کیا کہہ رہا ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس کا وہ خطاب اس کے لئے بے سود ہوگا اس سلسلے میں حضرت کا ابلاغ عام موثر ترین ہے، جو سامعین کے دلوں میں خود بخود راہ بناتا چلا جاتا ہے۔

آپ کی شخصیت عنصر تخلیقیت کا مظہراتم ہے۔ایک پرانی بات کو نئے انداز میں پیش کرنا اوراس کیلئے نئے نئے انداز وطریقے وضع کرنا وہ اچھی طرح جانتے ہیں تاکہ سامعین اس گفتگو کی تہہ تک پہنچ جائیں، فالتو عنوانات کو موضوع سخن بنانا لفاظی بکنا، ان کی شخصیت وذہن کے منافی ہے۔

ایک اچھے خطیب کی شناخت یہ ہے کہ جو بھی وہ پیش کرے، مستند دلائل سے پیش کرے جس کی صحت پر کوئی کلام نہ ہو، وہ غیر معیاری باتوں کو اپنے تقریر میں نہ لاتا ہو، اس کے علاوہ تحقیقی و تخریجی مزاج اس مقرر کے اندر پایا جاتا ہو، جو خود اُمہات الکتب تک دسترس رکھتا ہو یہ ساری باتیں حضرت میں موجود ہیں۔مزاج تحقیق وتخریج آپ کے پاس دلائل وبراہین کا انبار آپ کے پاس ہے۔مستند واقعات وعلمی نکات کا بحر ناپید کنار آپ کے پاس ہے۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مقرر جذبات کی رو میں ایسی سطح پر آجاتا ہے جہاں وہ اپنی خطابت کی سطح سے گرجاتا ہے، جب جذبات بے قابو ہوں تو اس وقت خطیب کا امتحان ہوتا ہے کہ وہ

شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔حضور شیخ الاسلام کی خطابت میں مبتذل، ناشائستہ اور غیر شستہ جملے ہرگز نہیں ملیں گے۔ رد ابطال ورد وہابیہ میں بھی وہ ذرہ برابر ابتذال ور کاکت کی گہرائی میں نہیں جا پڑتے بلکہ بڑی خوبصورتی کے ساتھ بد مذہبوں کا رد بلیغ فرماتے ہیں، گویا آپ کی خطابت، حکمت وموعظت حسنہ کا گنجینہ گرانمایہ ہے۔

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے۔''کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم''، یعنی لوگوں سے ان کے عقل وفہم کے مطابق بات کرو۔حضور شیخ الاسلام کے سارے خطابات کا مطالعہ کر کے آپ دیکھ لیں کہ جملہ خطبات''کلموا لناس علیٰ قدر عقولھم'' کی بہترین تفسیر ہے، احترام نفسیات آپ کی خطابت کا اہم جز ہے۔

آج کا یہ دور سائنٹیفک دور ہے، اس زمانے میں ایسی کوئی بات بھی قبول کرنے میں تامل ہوتا ہے، جو غیر علمی وغیر معقول اور سائنٹیفک نظریہ کے خلاف ہو۔حضور شیخ الاسلام کے سامعین اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کی خطابت اس طرح کے سائنٹیفک طرز استدلال سے لبالب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خطابات اپنوں اور غیروں میں یکساں مقبول ہیں۔

الغرض یہ وہ خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے حضور شیخ الاسلام اپنی دیگر نمایاں ترین خوبیوں اور بہترین خصوصیات کے ساتھ ایک اہم ترین خطیب کی حیثیت سے بھی سامنے آئے ہیں۔

بڑے خوش نصیب ہیں وہ حضرات جن کی شخصیت میں اللہ جل شانہ نے خطابت کی خوبیاں جمع کردی ہیں، اوران سے بھی زیادہ سعادت مند ہیں وہ حضرات جو علم وفکر کے کوہ ہمالیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم ترین خطیب بھی ہیں۔حضور شیخ الاسلام کا تعلق دوسرے زمرے سے ہے، کوئی ضروری نہیں کہ جو عالم دین ہو، شیخ طریقت ہو، استاد ہو، مصنف ہو، وہ ایک اچھا خطیب ہو، مگر خانقاہ اشرفیہ کے بزرگوں کا یہ بے پناہ فیض وکرم ہے حضور شیخ الاسلام پر، کہ ان کی شخصیت میں یہ ساری صفات موجود ہیں صحیح معنوں میں قیادت وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے اندر خوبیوں کے ساتھ ساتھ خطابت کا ملکہ بھی ہو۔اسی لئے کہا جاتا ہے کہ قیادت خطابت کی کنیز ہے۔عوام الناس کو جتنی جلدی آسان اور بہترین طریقے سے خطابت کے ذریعے کنٹرول کیا جا سکتا ہے اوران کے اذہان وافکار کو موڑا جا سکتا ہے۔وہ صرف خطابت کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ہماری یہ خوش نصیبی ہے کہ ایسا خطیب ہمیں میسر آیا جو ان ساری صفات وخوبیوں کا جامع ہے۔دعا ہے کہ اللہ جل شانہ حضرت کا سایہ جملہ

اہلسنت پر دراز سے دراز تر فرمائے، اوران کی قلمی ،فکری وعملی نقوش کو ہمارے لئے مشعل راہ بنائے اور ہماری اس سعی کوقبول فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم افضل الصلوۃ والتسلیم۔

آخر میں میری ایک التماس یہ ہے کہ حضرت کی زیادہ تقاریر جو کیسٹ اور سی ڈیز (CDS) کی شکل میں جہاں موجود ہوں انہیں اکٹھا کر کے اسے صفحہ قرطاس پہ لایا جائے ،اور ایک اچھی خاصی کتابی شکل دی جائے میں سمجھتا ہوں یہ عموماً عوام الناس اور خصوصاً علماء کرام کیلئے ایک بہترین اور نایاب سرمایہ ہوگا اور آنے والی نسلوں کیلئے بھی ایک یادگار علمی ذخیرہ ہوگا۔

(نوٹ: خطباتِ شیخ الاسلام کتابی شکل میں دستیاب ہیں، خطباتِ حیدرآباد، خطبات برطانیہ، خطباتِ شہادت اور مولانا سید یحیٰ انصاری صاحب نے کافی خطبات کو کتابی شکل میں ڈھالے ہیں۔انشاء اللہ امسال عرسِ محدث اعظم کے موقع پر مولانا اصغر علی اشرفی حضرت کی دس خطبات پر مشتمل مرتب کردہ کتاب ''خطباتِ شیخ الاسلام'' بہت جلد شائع ہونے والا ل ہے۔اور حضرت سید قاسم اشرف بابا صاحب قبلہ کے زیر نگرانی مدنی فاؤنڈیشن بھی یہ کام انجام دے رہا ہے۔یہ خطبات مدنی بک اسٹال ہبلی سے حاصل کی جاسکتی ہیں: ناشر مدنی فاؤنڈیشن ہبلی)

مجموعہ کلام حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی: معروضی مطالعہ

ڈاکٹر عقیل ہاشمی

(سابق پروفیسر و صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد)

ادب اور شاعری کا بنیادی کام ان اعلیٰ لطیف و نازک نیز باریک نکات کا ابلاغ ہے جن سے گذر کر شاعر اپنی ذات اور کائنات کے حسین پہلوؤں سے آشنا ہوتا ہے اور خود شاعری زندگی کے مشکل سے مشکل مفاہیم کی شرح کرتی نظر آتی ہے یہی اس کا حسن ہے۔ اب ہمارے درمیان ایسے شعرا کی کسی قدر کمی محسوس ہوتی ہے جو شاعری کی اعلیٰ اقدار سے کما حقہ آگاہ و باخبر ہوں۔ یہ صحیح ہے کہ بیشتر شعراء شعوری لحاظ سے شاعری کو سنوارنے' نکھارنے' شائستہ' شگفتہ اور اسے بامعنی ثابت کرنے میں لگے رہتے ہیں یہ دراصل ادب و شعر کو انسانی وجود سے ہم آہنگ کرنے' صداقتوں سے ہمکنار کرنے کی کوشش کی ہے لیکن شاعری کی ایک جہت زندگی کے امکانات کی بشارت بھی دیتی ہے اور ایسی شاعری اپنی وسعت و معنویت سے صدا بہار' دل گداز اور باوقار ہو جاتی ہے اس میں زندگی کی سربلندی' عشق' خود آگہی' دردمندی اور انسانیت کا نصب العین دکھائی دیتا ہے یوں بھی شاعری تمام تر انسانی زندگی کا حسی ادراک ہے وہ آدمی کو روشن حقیقتوں' لطافتوں اور رنگینیوں سے قریب کر دیتی ہے۔ گویا شعر و ادب سے آشنائی تفریح و تفنن سے زیادہ زندگی کی قدروں اور اس کی سچائی سے دوچار کرتی ہے۔

اس میں خود شاعر کا کمال اس کی تخلیقی صلاحیت' وسیع مطالعہ' افہام و تفہیم کا ملکہ' سنجیدگی سبھی کچھ شامل ہوگی جس سے یقیناً انسانی مسرتوں تک رسائی' آسودگی بلکہ مقصدیت عیاں ہو جائے گی۔ اسے آپ اتفاق ہی کہیے کہ عرصہ بعد میرے مطالعہ میں ایسا ہی ایک مجموعہ کلام آیا جو محبتوں کا ترجمان' عشق و محبت کا گہرا شعور رکھتا ہے۔ میری مراد ''تجلیات سخن'' سے ہے جس کے شاعر ذی مرتبت ہیں حضرت مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اختر کچھوچھوی۔ جن کی شخصیت برصغیر ہند و پاک ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر قابل احترام' باعث تزک و احتشام ہے۔ حضرت ممدوح ان عظیم روایات کے علم بردار ہیں جو ایمان و ایقان کے لئے تابناک و ضیا بار ہیں۔ ان کا شاعری سے ربط و تعلق وہبی

ہے اس میں صد امتیاز وافتخار مضمر ہے کیوں کہ خانوادۂ اشرفیہ کے افراد کا تبحر علمی خود اس کی پہچان ہے اور اس میں بھی حضرت اختر کچھوچھوی انفرادیت کے حامل' آپ بیک وقت عالم دین' مفسر قرآن' شیخ طریقت' خطیب' فقیہ' صوفی صاحب طرز ادیب اور شاعر ہیں۔

''تجلیات سخن'' کا سنہ اشاعت اگسٹ ۲۰۰۴ء ہے اور پورے سات برسوں بعد یہ مجموعہ میرے دوست جناب مولانا محمد فرحت علی صدیقی اشرفی صاحب کے وساطت سے ہمدست ہوا اور موصوف ہی کی خواہش پر اپنے طالبانہ تاثرات رقم کر رہا ہوں' کہنے دیجئے یہ انتخاب شعری ملے یوں تو دو تین ماہ ہوئے لیکن اپنی مسلسل علالت کے باعث اول مطالعہ' دوم اس پر ''تحریر'' کے لئے یکسوئی حاصل نہ ہو سکی مگر گزشتہ دنوں صدیقی صاحب نے ایسی کچھ اپنائیت سے توجہ دلائی کہ یکبارگی ''تجلیات سخن'' سے استفادہ پر جی للچانے لگا اور بس یہ جو کچھ بھی لکھ رہا ہوں وہ یقیناً حضرت ممدوح کا فیضان ہی ٹھہرا، فالحمد للہ۔

تجلیات سخن دو حصوں پر مشتمل ہے پہلا حصہ ''باران رحمت'' کے زیر عنوان حمد نعت ومنقبت کے علاوہ چند منظومات پر محیط ہے اور دوسرا حصہ ''پارہ دل'' کے تحت غزلیات کے ساتھ ساتھ نظمیں قطعات' سہرا اور ایک منظوم خط ملتا ہے۔ ''باران رحمت'' کے سلسلے میں مولانا کے برادر مولانا حسن مثنی انور کا بصیرت افروز مضمون ذکر وتعارف' جذبہ صداقت کو منور کرتا ہے اور پارۂ دل پر ڈاکٹر سید امین اشرف کی سیر حاصل گفتگو متاثر کرتی ہے جہاں تک نعتیہ کلام کا معاملہ ہے اس بارے میں اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے سرکار کونین کی ذات قدسی صفات سے اظہار محبت وعقیدت' مدح وثنا کی بات ہے وہ مداح وممدوح کے درمیان ربط وتعلق کا عروج ہے ویسے بھی عرفا کا قول ہے کہ محبت ومودت میں تین عوامل کام کرتے ہیں۔ جمال' کمال اور نوال یہ تینوں سے وابستگی ہی عین ایمان وایقان سے جدا نہیں۔ چنانچہ ''باران رحمت'' کے سلسلے میں اظہار خیال کرتے ہوئے حضرت حسن مثنی انور نے کس قدر سچی بات کہی' حسان بن ثابت کا یہ ارشاد گرامی کہ:۔

> ''اپنے حسن کلام سے خدا کے محبوب کو زینت مت دو بلکہ محبوب خدا کے جمال سے اپنے کلام کو سنوارو'' آج بھی نعتیہ شاعری کے ضابطہ فن کی شرط اول ہے علاوہ ازیں نزول قرآن کے تسلسل نے اگر ایک جانب رب ذوالجلال کی الہیت والوہیت کو بے نقاب کیا ہے تو دوسری جانب محبوب کردگار کی سیرت وشخصیت کے ایسے نادر ونایاب پہلو اجاگر کئے جس کی مثال

گذشتہ کسی صحف آسمانی میں نہیں ملتی۔'' (ص ۸)

گویا نعتیہ کلام کا اختصاص عشق رسول سے عبارت ہے اس کے ذریعہ شاعری اپنے جذبات واحساسات کو قابل اعتناء والتفات بنا سکتا ہے۔ کیوں نہ ہو ذات رسالت مآب کے سیرت وکردار کے بارے میں کلام اللہ شہادت دیتا ہے ورفعنا لک ذکرک' یسین وطہ' سراجا منیرا' رحمۃ للعالمین اور کئی ایک القابات اور تو اور خداوند قدوس نے آپ کے ادب واحترام کی لازمی شرطیں بھی مقرر کر دیں' کہا گیا کہ رسول کی آواز پر آواز اونچی مت کرو' آپ کو اس طرح نہ پکارو جس طرح آپس میں پکارتے ہو یہ اور ایسے کئی مقامات سے آگہی نعتیہ کلام کے لئے ضروری ہے۔ بزرگان ملت نے اسی جذبہ محبت ومودت کے لئے ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھا ہے۔ ؎

گر بخواہی معرفت و قرب ذات کردگار ٭ با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

حضرت اختر کچھوچھوی کے کلام کا بالاستیعاب مطالعہ اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ عشق رسول کی منزلیں ربط ونسبت کی مضبوطی' فکری پاکیزگی اور ارتقاع ہی سے روشن ہوتی ہیں۔ اس میں اعتقاد کی پختگی' شریعت کی پابندی' عارفانہ بصیرت' دینی شعور کے ساتھ ساتھ تخلیقی ذہن کی کارفرمائی واضح ہوگی نعتیہ شاعری میں سرکار دوعالم کی بے مثال حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں کی پیش کشی کو قابل عظمت وعزیمت بناتی ہے تو اس طرز شاعری میں خصوصیت سے جدت ادا' نازک خیالی' مضمون آفرینی سے زیادہ حقائق کی روشنی' لطافت' والہانہ جذبہ ایثار وخلوص بلکہ موضوع کی مناسبت سے سرور کونین کی سیرت نگاری کا اظہار ہوگا۔ حضرت اختر کچھوچھوی نے ''باران رحمت'' میں رحمۃ للعالمین کے معجزات وصفات کا مرقع پیش کیا ہے۔ فنی لحاظ سے آپ نے مختلف اصناف شاعری کا بہترین استعمال کیا لیکن زیادہ تر غزل کی ہیئت ہی میں اپنا کلام رقم کیا ہے جب کہ مربع' مخمس' مسدس اور قطعہ کی صورتیں یکجا کی ہیں۔ طرز نگارش نہایت سادہ' قابل فہم متاثر کن نیز اساسی طور پر وارفتگی کو مکمل سپردگی کے ہمراہ ماہرانہ انداز میں ظاہر کیا ہے خیالات کی عکاسی کے ساتھ ساتھ دل کی محویت نگاری کو رفعتوں سے ہم کنار کرتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت ممدوح نے اپنے کلام بلاغت نظام میں عقائد کی درستگی عشق رسول سے وابستگی کے پہلو بہ پہلو دشمنان دین وایمان اور گستاخان رسول کی بھی تنبیہ کرتے ہیں نعتوں میں الفاظ کی دروبست استعارات اور تلمیحات کے ذریعہ اس امر

کی وضاحت کرتے ہیں کہ کائنات کی اصل ہی عشق رسول، نسبت رسول کی استواری، مظبوطی ہے مزید اکثر اشعار میں مناجاتی اسلوب یا استغاثہ کا انداز صاف پڑھا جا سکتا ہے یہی نہیں نعت گوئی کے سلسلے میں قرآن اور احادیث مبارکہ کی وسعتوں سے واقفیت اختر کچھوچھوی صاحب کا خاصہ ہے نعت کے موضوعات میں مضمون آفرینی کے بجائے حضرت نے ہمیشہ سرکار کائنات کی عظمتوں کو حقیقی آگاہی سے پیش کیا ہے اس ضمن میں قرآن کی آیات کا جس حسن سلیقہ سے استعمال کیا ہے وہ دیدنی ہوگا چند اشعار دیکھئے:۔

اس روئے والضحیٰ کی صفا کچھ نہ پوچھئے آئینہ جمال خدا کچھ نہ پوچھئے
آ بتاؤں تجھ کو میں ارشاد اوادنیٰ کا راز ان کے ذکر قرب میں لازم ہے کامل احتیاط
مہر نبوت چرخ پہ چمکا کون ومکاں میں ہوگیا چرچا جاء الحق و زہق الباطل ان الباطل کان زہوقا
چاہتا ہے گر رہے دونوں جہاں میں سرخ رو پی شراب لن تنالوا البرا حتیٰ تنفقوا
لاترفعوا کہیں تو کہیں لا تقدموا قرآن دے رہا ہے اصول احترام کے آ

نعت کے ساتھ مناقب کے سلسلے میں سیدنا علی کرم اللہ وجہ، حضرت امام حسین، حضرت خواجہ خواجگان سید اشرف جہاں گیر سمنانی ودیگر بزرگوں کے علاوہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے شعر کی تضمین، نماز عشق، ماہ رمضان، وانتم الاعلون ان کنتم مومنین، اور سلام بہ بارگاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے جذباتی اور وجدانی کیفیت لازوال عظمت کی حامل ہوجاتی ہے۔ حضرت اختر کچھوچھوی نے اپنے کلام میں بڑے ارفع حکیمانہ تلازمات کا استعمال کیا ہے ان کا سحر طراز آہنگ نغماتی سرور کے ساتھ روحانی قدروں سے واقفیت دلاتا ہے ایسا لگتا ہے کہ حضرت ممدوح نے شواہد کی فطری عقدہ کشائی کی ہے اور سارے جذبات کو عقل ودانش کے دائروں سے نکال کر حق تعالیٰ کے فضل وانعام سے مربوط کر دیا ہے۔ ؎

خدائے برتر و بالا ہمیں پتہ کیا ہے ترے حبیب مکرم کا مرتبہ کیا ہے
سمجھ لو عہد رسالت کے جانثاروں سے کمال صدق و صفا رشتہ وفا کیا ہے

کیوں نہ ہو حضرت نے اپنی نعتوں میں شاعری سے زیادہ عقیدے کی پختگی عشق رسول سے وابستگی کا شعار دکھایا ہے۔ ؎

دھو کے اپنے نطق کو مدحِ نبی کے آب سے　　اپنی ہر ہر بات اے اختؔر حکیمانہ بنا
رحمت والے پیارے نبی پر پڑھتے رہو دن رات درود　　آؤ لوگو ! اپنے اوپر رحمت کی برسات کریں
خرد نے کی لاکھ سعی پیہم نہ مل سکا جادۂ تمنا　　خود آئی منزل پکارتے ہم چلے جو دیوانہ وار ساقی
بدنصیبو! شہنشاہ کونین سے صاحب قربت قاب قوسین سے　　تم نے کی دشمنی ہم نے کی دوستی کیا تمہیں مل گیا کیا ہملا گیا
میں تو بس ان کی نگاہِ لطف کا مشتاق ہوں　　غم نہیں گر ساری دنیا بے وفا ہو جائے گی

اس طرح ''باران رحمت'' فی الواقعی فکری ارتفاع' اسلوب بیان کے ساتھ ساتھ عشق رسول ﷺ کا مرقع ہے۔ بحیثیت ایک فطری شاعر حضرت اختؔر کچھوچھوی نے نعتیہ مضامین کی ایک جگمگاتی کہکشاں سجائی ہے جس کی دلکشی' ایمانی سربلندی' ایقانی سرفرازی سے جدا نہیں یوں ''تجلیات سخن'' کا دوسرا حصہ ''پارۂ دل'' یقیناً بہار یہ شاعری کا حسین وجمیل شہکار نظر آتا ہے۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں پارۂ دل کی کلام پر ڈاکٹر سید امین اشرفؔ نے مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی ہے ایک مقام پر کہتے ہیں۔ ؎

''حضرت اختؔر نے جملہ اساتذۂ سخن کے لب ولہجہ کو اپنی جذباتی اور مفکرانہ شخصیت میں اس طرح جذب کر لیا ہے کہ ان متعدد اور متضاد آوازوں کی آمیزش سے ایک ایسی نئی شعری فضا تیار ہوئی ہے جس میں انفرادی شان پائی جاتی ہے اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ یہ لہجہ حضرت اختؔر کچھوچھوی کا اپنا لہجہ ہے۔'' (ص ۱۴۳)

اس اقتباس میں سید امین اشرفؔ نے شاعرانہ لہجہ کی بات کہی' یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہوگی کہ شاعری میں جس چیز کو لہجہ کہا جاتا ہے وہ ہماری گفتگو کا لہجہ نہیں ہوتا بلکہ جب کوئی شاعر اپنی شخصیت اور انفرادیت کے ساتھ ایک مخصوص طرزِ اظہار کا پابند یا پھر اس کا عادی ہو تو کہا جائے گا اس نے اپنا لہجہ بنا لیا ہے۔ گویا لفظیات کے ہمراہ اس کے خیالات' جذبات واحساسات کی عکاسی' اپنی آواز کا رنگ وآہنگ ہی شاعرانہ لہجہ ہوگا ویسے بھی اصطلاحی معنوں میں اسلوب ولہجہ ایک ہی ہوگا تاہم لہجہ کا استعمال شاعری کے لئے اور اسلوب نثر کے واسطے مختص ہے پھر بھی یہ دونوں لفظ شاعری کے لئے گوارا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ کم وبیش ہر شاعر کا اپنا ایک لہجہ یا اسلوب ہوتا ہے اور وہ اس کی پہچان بھی۔ کہا جاتا ہے کہ شعر کہنا نثر کے مقابل آسان ہے مگر اچھا شعر کہنا دشوار ہے اس لئے ہمارے درمیان شعراء کی کثرت ہوتے ہوئے بھی رجحان ساز عظیم شاعروں کی کمی محسوس کی

جاسکتی ہے۔ یہ اس وجہ سے بھی شعر کا راست تعلق لہجہ سے زیادہ ادراک سے ہوگا اور یہ ادراک شاعر کے توسط سے ہمارے قلب و ذہن کو متاثر کرتا ہے اس میں شاعر کی شخصیت پوری طرح متاثر کن ثابت ہوتی ہے باالفاظ دیگر شاعری میں جہاں بلند آہنگ لہجہ کارگر ہوگیا وہیں شاعر کی شخصیت کا پرتو بھی اپنا کمال دکھلاتا ہے اور یہی بات کسی بھی شاعر کے رویہ میں اس کے شعور کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے' تجلیات سخن میں ''پارۂ دل'' میں حضرت اختؔر کچھوچھوی نے جس رنگ ڈھنگ کی شاعری کی ہے وہ بظاہر روایتی لگتی ہے لیکن اس میں لہجہ کی سلاست' مضامین کی ندرت عمدہ تراکیب نیز زندگی کے ہما ہمی کے ساتھ ساتھ تغزل وتصوف کا مزاج صاف دکھائی دیتا ہے' مزید اخلاقی سماجی' سیاسی قدروں کی نشاندہی نہایت جراءت وسلیقہ سے کرتے ہیں اسی سلسلے میں حضرت کی شاعری کا مطالعہ شاعرانہ وصف وطریق کی بہترین تصویر کشی کرتا ہے چنانچہ ڈاکٹر سید امین اشرف لکھتے ہیں۔

''یہ بات پورے اعتماد سے کہی جاسکتی ہے کہ یہ شاعری خشک ہے نہ محض قافیہ پیمائی' اس کی وجہ صاف ہے صوفی پر وجد اور خوشی کا عالم طاری ہوتا رہتا ہے یا جان کار کسی صوفی شاعر کا کلام سپاٹ اور بے رنگ نہیں ہوسکتا ان غزلوں میں جمالیاتی احساس کی شدت کے ساتھ عصری حسّیت بھی بدرجہ اتم موجود ہے یہ غزلیہ شاعری ہے یا لطافتِ احساس غنایت اور موسقیت کا ایک سیل رواں شعری اظہار میں غیر معمولی سرمستی اور والہانہ پن ہے۔'' (ص ۱۵۲)

اس منزل میں یہ کہتے ہوئے کوئی پس وپیش نہیں ہے کہ حضرت اختؔر کچھوچھوی کی شاعری میں خواہ نظم یا غزل زبان وبیان کا اہتمام ملتا ہے خصوصاً غزل کی تشکیل وتعمیر میں اس کا استعمال بنیادی ہوگا زبان کا صحیح استعمال' شعور ووجدان کے ہمراہ موضوع سے بھی ہم آہنگ کرنے کا احساس سادگی وصفائی رمزی وایمائی کیفیت ہیئت کے اعتبار سے غزل کے حسن کو دوبالا کرنے میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں جمالیاتی تاثر' تخلیق وتشکیل میں نمایاں حصہ ادا کرتا ہے اس میں لطافت' نفاست' جذباتیت' تہذیبی روایت سبھی کچھ شامل ہوجاتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ شاعر ''پارۂ دل'' نے اپنے شعری ذوق مزاج ومرتبہ' مذہبی رجحان نیز اشعار میں صوفیانہ طرز اظہار' لطیف احساسات کا مظاہرہ کیا ہے گویا عصری حسیت کو خوب برتا اس میں تصنع وبناوٹ کا شائبہ تک نہیں۔ چونکہ حضرت اختؔر کچھوچھوی ایک ایسے خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں جہاں مذہبی اقدار کی عظمت مسلمہ ہوگی جب کہ صوفیانہ مسلک کی اہمیت کو مابہ الامتیاز حد تک برتا جاتا ہے

یعنی صلح کل انسان دوستی رواداری، وسیع النظری کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت وغیرہ۔اس سلسلے میں یقیناً حضرت ممدوح کی شاعری اپنے خاص رنگ و آہنگ میں منفرد ہوگی اس میں لطافت ،شگفتگی، شائستگی، غنائی کیفیت، والہانہ سرمستی، مضمون آفرینی قوت اظہار کیا کچھ نہیں شاید حضرت ممدوح کوخود اس بات کا احساس رہا ہے اس لئے کہتے ہیں۔ ؎

اختؔر تری غزل میں تابانی ہنر ہے تم بھی ہو اک ستارے دنیائے اہل فن کے

''پارۂ دل'' میں غزل کے پہلو بہ پہلو نظموں کا اندراج نیز تضمینوں اور سہروں کی شمولیت حضرت اختؔر کچھوچھوی کے قدرت کلام کی کھلی دلیل ہے جب کہ ایک خط کے جواب میں منظوم طرز ساقی نامہ ہندوستان کے مسلمانوں سے خطاب تجزیہ وغیرہ جذبہ صداقت اور احساس عزت و توقیر کی مثال سے جدا نہیں مزید ''پارۂ دل'' کے جذبات متاثر کن ہیں۔

عبارت مختصر! تجلیات سخن کے دونوں حصے باران رحمت اور پارۂ دل اپنی اپنی نوعیت میں غیر معمولی جاذبیت وکشش کے حامل ہیں کلام کی بوقلمونی کیفیات کو بہر صورت محسوس کیا جاسکتا ہے باران رحمت میں حمد ونعت منقبت کا انداز خالصتاً ایمان وایقان کے لاتعداد گہر آبدار سمیٹے ہوئے ہے۔جس محبت ومودت سے شاعر خود کو وابستہ کرتا ہے وہ بجائے خود تصوف کے منازل سلوک سے جدا نہیں یہ دراصل حضرت ممدوح کی خاندانی عظمت ورفعت کا اختصاص ہے۔اس طرح پارۂ دل میں تخیل وتصور سے کہیں زیادہ حقائق کی روشنی نظر آئی' کمال فن یہ کہ غزل ہو کہ نظم، مخمس' مسدس ہو کہ تضمین پر دسترس کا واضح ثبوت ملتا ہے مضامین کی نوعیت عصری بلکہ انسان اور انسانیت کے دکھ درد کا مداوا سمجھ میں آتا ہے فنی لحاظ سے اس میں جولانی اور ندرت دکھائی دیتی ہے۔اپنی یہ گفتگو حضرت اختؔر کچھوچھوی کے اس شعر پر ختم کرنے میں مسرت محسوس کرتا ہوں۔ ؎

سیکھ لے اسے غم دوراں ، غم جاناں ہونا
وہ بھی کیا درد، نہ آئے جسے درماں ہونا

شیخ الاسلام کی نعتیہ شاعری

پروفیسر ڈاکٹر سید عبدالمجید بیدار

صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد

شاعری کو معرفت کے اظہار اور اسی کے ساتھ ہی جذبات اور احساسات کی پیش کشی کے لئے استعمال کرنا ایک مشکل کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر شعراء یا توحسن وعشق کی داستاں بیان کرکے شاعری میں نام کما لیتے ہیں یا پھر حمد ونعت ومنقبت لکھ کر مذہبی شاعری کی حیثیت سے اپنا مقام بنا لیتے ہیں۔ بیک وقت حسن وعشق کی کیفیات کو بیان کرنا اور روحانی فیوضات کی پیش کشی کی طرف توجہ دینا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں بلکہ جس شاعر کو خدا کی ذات کی طرف سے توفیق حاصل ہوتی ہے وہی اس تیز دھاری تلوار پر اپنے قدم جما کر آگے بڑھ سکتا ہے۔ عصر حاضر میں بہ یک وقت روحانیت وجذباتِ دلی کو یک جا کرکے شاعری کے توسط سے بھی شہرت یافتہ ہستیوں میں حضرت سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اختؔر کچھوچھوی کا شمار ہوتا ہے جن کا شعری مجموعہ ''تجلیاتِ سخن'' کے زیر عنوان دو مختلف طرزِ اظہار کی نمائندگی کرتا ہے۔ چنانچہ ''تجلیاتِ سخن'' کا ایک حصہ ''بارانِ رحمت'' کے زیر عنوان آغاز سے ۱۳۵ صفحات کی نشاندہی کرتا ہے جب کہ اسی تجلیات کا دوسرا پارۂ دل ۱۳۶ سے لے کر ۳۵۴ صفحات تک غزلوں، نظموں اور حسن وعشق کی باتوں سے مالا مال ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اختؔر کچھوچھوی کی شعر گوئی نے اردو کے غزل گو شعراء کی طرح معاملہ بندی کا عکس بھی دکھائی دیتا ہے اور اس کے ساتھ عشق رسول کی گرمی شاعر کی شاعری سے دسترس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ''تجلیاتِ سخن'' کے ذریعہ دلی کیفیات کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ مدح رسول کا بھی حق ادا کیا ہے۔ ''بارانِ رحمت'' کا آغاز ذکر وتعارف سے ہوتا ہے جسے حضرت سید محمد حسن مثنیٰ انورؔ نے تحریر کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ شریعت، شعریت کلاسکی ادب کی جگمگاہٹ کا باہمی امتزاج علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اختؔر کچھوچھوی کا ورثہ ہے۔ اسی طرح پارۂ دل کی شاعری پر ڈاکٹر سید امین اشرف نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے ان حقیقتوں کی نمائندگی کی ہے جو علامہ محترم اختؔر کچھوچھوی کی غزل گوئی کی خصوصیت ہے۔ انہوں نے بجا طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت اختؔر کچھوچھوی نے شعری

پل صراط سے صحیح وسلامتی سے گزرنے کا اہتمام کرلیا ہے جس کی وجہ سے ان کی غزلوں میں حسن وعشق کی چاشنی موجود ہونے کے باوجود عارفانہ نظر درحقیقت شاعر کی کیفیاتی خصوصیت کو اجاگر کرنے میں کامیاب ہے۔ یہ بھی اہم خوبی ہے کہ اختؔر کچھوچھوی نے فلسفیانہ افکار کو بھی غزل کی شاعری کے ذریعہ پیش کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اختؔر نہ صرف زبان وبیان پر قدرت رکھتے ہیں بلکہ علم عروض پر ان کی کامل دسترس کا اندازہ ہوتا اس کے علاوہ زندگی کی حقیقت کو سمجھانے کے لئے وہ خالص قرآنی و اسلامی نظریہ کی نمائندگی پر توجہ دیتے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے شاعری کو محتاط رویے کے ساتھ پیش کیا اور شاعرانہ بوقلمی کو غیر ضروری تصور کرتے ہوئے حقیقت کے انکشاف پر خصوصی توجہ دی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تمام تر شاعری میں ایک ہی روح کارفرما نظر آتی ہے جسے قرآن واسلام کی روح سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور جس ذات کی فطرت میں ایسی خوشامل ہوجائے اس کی زبان سے خدا تعالیٰ اس قسم کے شعر کو پیش کرنے کی صلاحیت بخشتا ہے۔ چنانچہ حضرت اختؔر کچھوچھوی فرماتے ہیں۔

زندگی ہے بے نیاز زندگی ہونے کا نام موت کہتے ہیں جسے وہ زندگی کا ہوش ہے

اس شعر میں جس انداز سے زندگی اور موت کے فلسفہ کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اس سے خود شاعر کے فکری سطح کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ قیاس کرنے میں کوئی تعامل نہیں ہوتا کہ حضرت علامہ اختؔر کچھوچھوی کی شاعری چاہے حسن وعشق کا بیان ہو یا عرفانیات کا دفتر بہرحال اس کلام کو حقیقت میں ''تجلیاتِ سخن'' ہی قرار دیا جائے گا۔ شعری مجموعہ کے نام کی حیثیت سے ''تجلیاتِ سخن'' کا انتخاب کرکے شاعر نے اپنی حسی اور فکری سطح کو نمایاں کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے اسی لئے اس شعری مجموعہ کو صرف دل ودماغ روشن کرنے والی ہی شاعری نہیں بلکہ جذبات واحساسات سے بھرپور فکری خصوصیت کی علم بردار شعر گوئی سے تعبیر کیا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ اور یہ بھی خصوصیت شاعر کی علم بردار ہے کہ ''تجلیاتِ سخن'' کے توسط سے شاعر نے غزلیہ اور نظمیہ انداز کو روا رکھنے کے ساتھ ساتھ حمد ونعت و منقبت کے علاوہ غزل کے لب ولہجہ کا سہارا بھی لیا ہے۔ لیکن آپ کی شاعری کی یہ خوبی ہے کہ کہیں بھی سطحی وعامیانہ خیالات کی پیش کشی اور رنگینی ورعنائی کی نمائندگی کی طرف توجہ نہیں دی گئی بلکہ غزل کی شاعری میں بھی حکیمانہ بصیرت کو شامل کرکے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بندۂ مومن کا دل جب خدا سے لو لگالیتا ہے تو پھر ہر موجود میں اسے جلوۂ خداوندی محسوس ہوتی ہے اور اسی نمائندگی کا اظہار ''تجلیاتِ سخن'' کی شاعری کا

موثر انداز ہے جس میں شاعر محترم نے علامہ اقبالؔ کے رنگ سے بھی استفادہ کرکے فکر کی بالیدگی کا ایسا سامان فراہم کیا ہے کہ جس کے توسط سے شاعر کی الہامی فکر کی نشاندہی ہوتی ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر باکمال نے مشقت اور کڑی محنت کے توسط سے جس قسم کے کلام کو عوام کے روبرو پیش کیا ہے وہ عارفانہ مزاج اور حکیمانہ خیالات کی بھی بھرپور نمائندگی کرتا ہے جس کا ثبوت ''تجلیاتِ سخن'' کی شاعری میں اپنے وجود کو منواتا ہے۔

حضرت اخترؔ کچھوچھوی نے ذریعہ اظہار کے لئے خاص طور پر غزل کے مزاج کی طرف توجہ دی ہے۔ البتہ مسدس، مخمس کی ہیئت کو بھی کام میں لایا ہے حکیمانہ شاعری ہو یا رندانہ طرز انداز حضرت اخترؔ کچھوچھوی کے کلام کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے جس روانی کے ساتھ تخئیل کو شعری وسیلہ سے استعمال میں لایا ہے اس رویے میں ہر شعر رواں اور آمد ہی آمد کی نمائندگی کرتا ہے۔ ''تجلیاتِ سخن'' میں کہیں آورد کی کیفیت دکھائی نہیں دیتی حمد و نعت و منقبت لکھنے کے دوران بھی الفاظ کے در و بست اور اظہار کی کیفیت کو روانی کے ساتھ بیان کرنے کا حسن حضرت اخترؔ کچھوچھوی کی شاعری کے امتیازی خصوصیت ہے۔ شاعری میں روانی اور اظہار کو تاثیر سے وابستہ کرنے کا عمل اُن شاعروں کا حصہ ہوتا ہے جو قدرتی طور پر شعر گوئی کو اپنی فطرت کا حصہ بناتے ہیں ورنہ لاکھ کوشش کے بعد بھی اس انداز کے شعر لکھنا مشکل ہے جو حضرت علامہ اخترؔ کچھوچھوی کی شاعری میں اپنے جملہ اوصاف کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اگرچہ ''تجلیاتِ سخن'' کا ابتدائی حصہ حمد و نعت و منقبت پر مشتمل ہے لیکن اس میدان میں بھی حضرت اخترؔ کچھوچھوی نے جس قسم کے دل کو چھو لینے والے اشعار لکھے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعری انہیں نہ صرف ورثے میں ملی ہے بلکہ خود اس خداداد صلاحیت کا وہ پوری ذمہ داری کے ساتھ اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ بارگاہِ نبوت میں اپنی انکساری کو ظاہر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں۔

آج کچھ حد سے فزوں سوزِ نہانی ہے حضور | مضمحل میری طبیعت کی روانی ہے حضور
در پہ لایا ہوں خدارا گرفتار کرلو | نفس بد مرا بڑا دشمن جانی ہے حضور
کھو جاؤں میں خیالات کی تاریکی میں | نور کی شمع مرے دل میں جلانی ہے حضور

شاعر نے حضور کی ردیف کو نبھانے کے لئے جس قسم کے عمدہ خیالات کو اظہار کا ذریعہ بنا کر اشعار میں کیفیاتی فضاء پیدا کی ہے ان کے دلی جذبات کی نمائندگی کرنے والی نعتیہ کیفیات کی شاعری کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

نہ رکھا ذہن میں اندیشہ سود و زیاں ہم نے | یہی باعث ہے پایا خود کو ہر جا کامراں ہم نے
کیا ہے یہ بھی اک احسان باغباں ہم نے | چنا ہے ترے گلشن کو برائے آشیاں ہم نے
ہمارے جان و دل میں روح عالم رقص کرتی ہے | خود اپنی ہست کو پایا ہے رازِ کن فکاں ہم نے
فلک والوں سے پوچھو ننھے ننھے تارے شاہد ہیں | زمیں پر بھی بنائے ہیں ستاروں کے جہاں ہم نے

کہاں تک داستاں اپنی سنائیں مختصر یہ ہے دیا سارے زمانے کو پیامِ جاوداں ہم نے

غزل کی پہنچ میں نظمیہ اندازِ خیال اور روانی کے ساتھ بیان کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے اپنی انا سے بے نیازی کے ساتھ مومن کی شان کو شاعر نے کلام میں بیان کیا ہے اس سے خود ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر کی ذہنی وسعت اور خیال کی باریکی کے حسین امتزاج سے ''تجلیاتِ سخن'' کا وجود عمل میں آیا ہے جس میں شاعرانہ حسن کاری کے ساتھ ساتھ علم عروض کی شاندار روایات کا ایسا وصف موجود ہے کہ جس کی وجہ سے اس شاعری کو والہانہ کلام کے نام سے معنون کیا جاسکتا ہے۔ جس دل میں خوف خدا اور حبِ رسول موجود ہوتا ہے اس دل کی کیفیت کا اظہار ''تجلیاتِ سخن'' کی شاعری ہے۔ اس خوبی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت اخترؔ کچھوچھوی نے غزل کی ہیئت کو برقرار رکھتے ہوئے نعتیہ کیفیات، منقبتی انداز اور حمدیہ اشارات کو تخئیل کے توسط سے اس طرح سجایا اور سنوارا ہے کہ ایک ایک شعر محبت میں غرق اور خدا کی وحدانیت کی بشارت پیش کرنے کا وسیلہ بن جاتا ہے۔ غرض ''تجلیاتِ سخن'' کی شاعری دل کی دنیا کو سنوارنے اور روحانی درجوں کو بلند کرنے کا بہترین وسیلہ قرار دی جاسکتی ہے۔ جس میں تاثیر کی خصوصیات کے ساتھ ساتھ قلبِ ماہیت کا اثر دکھانے کی خوبی بھی موجود ہے۔ جس طرح حمد ونعت ومنقبت کے ساتھ شاعر نے روحانی مدارج کی نشاندہی کی ہے اسی طرح غزل کی شاعری میں پاک اور مطہر جذبات کے ذریعہ خیال کا ایسا ایوان سجایا جس میں تہذیب واخلاق کی خوبو بسی نظر آتی ہے۔ حضرت اخترؔ کچھوچھوی نے غزل کی شاعری کو ناصحانہ اور مربیانہ خیالات سے پاک کرکے روایتی حسن وعشق سے بے نیازی اختیار کی ہے اور مظاہر کائنات کے علاوہ خدا کے حسن کو جلوؤں کی تعریف کو غزلیہ شاعری کا وسیلہ بنا کر ایسی خوب صورت شاعری کی بنیاد رکھی ہے جس میں نہ تو سطحی خیالات کا اثر دکھائی دیتا ہے اور نہ اوچھے خیالات دکھائی دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس قسم کی شاعری کو کسی پیر طریقت کی نگاہ نوازی سے تعبیر کیا جائے گا۔ جس طرح ''تجلیاتِ سخن کا ابتدائی حصہ ''بارانِ رحمت کی نشاندہی کرتا ہے اسی طرح آخری حصہ ''پارۂ دل'' کے توسط سے شاعر کے دلی جذبات کی نشاندہی سے وابستہ ہے اور شاعر جن خیالات کا اظہار کرتا ہے اسے سمجھنے کے لئے ایک شعر کا اشارہ کافی ہے۔

جب سے غم کی ترے چاشنی مل گئی با خدا لذتِ زندگی مل گئی
مسکرائی کلی دل کے غنچہ کھلے ترا غم کیا ملا زندگی مل گئی
غالباً کوئی جانِ بہار آگیا ہر کلی کے لبوں کو ہنسی آگئی
ان کے در پہ جبیں کو جھکانا ہی تھا گلشنِ قلب کو تازگی مل گئی

شاعرانہ افکار غزل کے توسط سے جس اونچی فکر کی نمائندگی کر رہے ہیں اور اس میں شاعر کے مزاج کی وابستگی کو بھی دخل ہے اس سے خود اندازہ ہوتا ہے کہ اخترؔ کچھوچھوی کو مذہبی شاعری کے

روح رواں ہیں لیکن غزل کی زمین میں بلند خیالی اورحسن آفرینی کو جگہ دیتے ہوئے کیفیتوں کو نمایاں کرنے کا ایسا سلیقہ رکھتے ہیں جن کی وجہ سے شاعری عشقِ مجازی سے نکل کرعشق حقیقی کے سرحدوں کو چھولیتی ہے۔اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر نےحسن آفرینی کے لئے غزلیں نہیں لکھیں بلکہ دل کی دنیا سجانے کے لئے افکار کی دل بستگی کا سہارا لیا ہے۔ان کی شاعری میں حسن آفرین سے زیادہ وابستگی کا جذبہ نظر آتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت اخترؔ کچھوچھوی نے جتنی بھی غزلیں لکھیں ان میں دلی کیفیت کو بھرپور نمائندگی دی گئی ہے۔ ہر غزل اپنے اندر اظہار کے تمام وسعتوں کو پیوستہ کر کے سماں باندھنے کی صلاحیت سے معمور ہے۔بحروں کے انتخاب اور لفظوں کے دروبست سے سماں باندھنے کا کام انجام دیتے ہیں جس کی وجہ سے شعر میں معنویت کے ساتھ ساتھ تاثیر کا حسن بھی نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔اس کیفیت کو محسوس کرنے کے لئے ایک غزل کے چند شعر ملاحظہ ہوں جو مختصر بحر کی نمائندگی کرتے ہوئے کیفیتوں کو لفظوں میں سمونے کا ہنر پیش کرتے ہیں۔

چھوڑ دوں گا میں آستانے کو سن تو لیجئے مرے فسانے کو
عشق کی اصطلاح میں ہمدم موت کہتے ہیں مسکرانے کو
آنکھ سے اشکباریوں کے لئے دل ہے چوٹوں پہ چوٹ کھانے کو
ہو مبارک مری خودی مجھ کو حسن آیا ہے خود منانے کو

روانی اور تسلسل کے ساتھ ساتھ جس حسن کاری کو حضرت اخترؔ کچھوچھوی نے غزل کی دنیا میں شامل کیا ہے وہ درحقیقت اظہار کا ایسا پیرایہ ہے جسے بلاشبہ ریاضت کی دین قرار دیا جائے گا۔علامہ اخترؔ نے مردف غزلوں کے ساتھ غیر مردف غزلیں بھی لکھیں ہیں۔مختصر بحروں میں وہ جس حسن کاری کے ساتھ غزل گوئی کے حسن کو نمایاں کرتے ہیں اسی خوبی کے ساتھ طویل بحروں سے وابستہ ان کی غزلوں میں فنکارانہ حسن کی مثالیں بھی محسوس کی جاسکتی ہیں۔چنانچہ طویل بحر میں لکھی ہوئی ان کی ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

قیس وفرہاد نے کھول کر رکھ دیا عشق آساں نہیں ہر کسی کے لئے
دل لگی کو نہ سمجھے کوئی دل لگی دل بڑا چاہئے دل لگی کے لئے
کوئی ہے عقل والا جو سمجھا سکے اس میں آ کیا درس ہے آدمی کے لئے
شمع اپنا کلیجہ جلاتی رہی کیوں کسی اور کی روشنی کے لئے
جو ہو آفاق میں وجہ نور سحر اس کی آمد کو سمجھو نہ آسان تر
سارے تاروں نے خود کو فنا کر دیا ایک خورشید کی زندگی کے لئے

کون کہتا ہے ناداں ہیں اہل وفا، سیکھ لو ان سے رازِ فنا و بقا
ہوگئے با خوشی نذرِ تیغ جفا کس لئے دائمی زندگی کے لئے
اے مری جان کہتے ہیں اہلِ کرم دل کا رکھ لینا ہے گویا حج حرم
خواب ہی میں بس اک بار آجایئے اپنے اخترؔ کی خوش اختری کے لئے

غزل گوئی کے ساتھ ساتھ حضرت سید محمد مدنی اشرفی جیلانی نے ''تجلیاتِ سخن'' میں قطعات اور بند نظموں کی دنیا بھی سجائی ہے۔ مسدس کے ہیئت میں نظموں کا رنگ بھی اپنی جگہ نمایاں ہے اس کے ساتھ ہی قطعہ نویسی میں بھی ان کا انداز منفرد نظر آتا ہے جس کی مثال ذیل کے مصرعوں سے دی جاسکتی ہے:۔

رات والے حامی انوار ہوسکتے نہیں جو ہوں بد طینت وہ خوش اطوار ہو سکتے نہیں
ان خدایانِ چمن کو کیسے سمجھائے کوئی عصمتِ گل کے محافظ خار ہوسکتے نہیں
عصمتِ گل کے محافظ خار ہوسکتے نہیں

شاعری کا وہ انداز جس کے ذریعہ شاعر روحانی مدارج طے کرتا ہے اور اپنی ذات میں حب نبوی کو شامل کر کے اس کیفیت پر نہ صرف فخر کرتا ہے بلکہ یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ جلوۂ خداوندی صرف اس وجہ سے اس کی ذات کا حصہ بن سکتا ہے کیوں کہ وہ حبِّ نبوی سے سرشار ہے۔ حبِّ نبوی ہی کو سب کچھ سمجھنا اور اس کے توسط سے قربِ خداوندی کے حصول کو لازمی قرار دیتے ہوئے جس منظر نگاری کو کام میں لا کر حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اخترؔ کچھوچھوی نے شاعری کی ہے اس کے ہر شعر سے روحانی کسب کی شان نمایاں ہوتی ہے اور اندازہ ہوتا ہے شاعر نے جذبات کی زباں نہیں بلکہ محبت کی کیفیت کو اپنے قابو میں کرلیا ہے تب کہیں نعت گوئی کے لئے ایسے الفاظ شاعری کی فکر کا وسیلہ بنتے ہیں۔ اس قسم کی کیفیت کو محسوس کرنے کے لئے علامہ مولانا اخترؔ کچھوچھوی کے یہ شعر دیکھئے:۔

تیری چوکھٹ تک رسائی گرشہا ہوجائے گی بے وفا تقدیر بھی پیک وفا ہو جائے گی
ان کے در پر گر فورِ شوق میں سر رکھ دیا ایک سجدے میں ادا ساری قضا ہو جائے گی
میں تو بس ان کی نگاہِ لطف کا مشتاق ہوں غم نہیں گر ساری دنیا بے وفا ہو جائے گی
خیرامت کی سند سرکار سے جب مل گئی میری قسمت مجھ سے پھر کیسے خفا ہوجائے گی

شاعری میں دل بستگی کا سامان اور اظہار کے منفرد رویہ کے ذریعہ ''تجلیاتِ سخن'' کی غزل میں اخترؔ کچھوچھوی نے کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے جو شاعر فن کا رازداں ہوتا ہے اس کی شاعری میں فنی خوبیاں تو رچ بس جاتی ہیں لیکن تاثیر اور برجستگی نمایاں نہیں ہوتیں جب کہ اخترؔ کچھوچھوی کا کلام فن کی باریکی اور اظہار کی تازگی سے معمور ہے اس لئے اس قسم کی شاعری کا استقبال کیا جانا چاہئے۔

حضور شیخ الاسلام کی نعتیہ شاعری

ناوک حمزہ پوری دارالادب حمزہ پور

حضرت شیخ الاسلام علامہ ومولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی اخترؔ کچھوچھوی حضرت سید شاہ ابو المحامد محمد محدث اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے کچھوچھے کے بارے میں فرمایا ہے۔

''ایں کچھو چھہ چہ عجب کو چہ جیلاں شدنی است''

عجیب اتفاق ہے کہ بچپن ہی سے اس فقیر کے دل میں بھی کچھوچھے کی دینی اور روحانی عظمتوں کی وجہ سے اس کی بڑی قدر وعظمت قائم ہے بچپن ہی کے زمانے میں غالباً ۱۹۴۰ء سے ۱۹۵۰ء تک کچھوچھے کے جو بزرگ ہمارے علاقے (شیر گھاٹی) میں تشریف لاتے تھے تو والد محترم حضرت قوسؔ حمزہ پوری سے ملنے ضرور آتے تھے۔اس کے بعد یہ فقیر تلاش معاش کے سلسلے میں باہر نکل گیا۔تاہم خط وکتابت کے ذریعہ پروفیسر وحید اشرف صاحب سے بڑے مخلصانہ مراسم قائم ہوئے۔حسن اتفاق سے ایک بار حمزہ پور میں تھا تو حضرت جیلانی میاں صاحب نے مجھے بھی شرف ملاقات بخشا تھا۔

المختصر یہ کہ کچھوچھے کی دل میں بیٹھی ہوئی یہ عزت عظمت ہی تھی جس نے صحت کی اس خرابی و معذوری کے باوجود ''باران رحمت'' کے تعلق سے چند سطور لکھنے پر میں راضی ہو گیا۔

یہ کتابچہ دراصل نعتیہ مجموعہ ہے اوراس کے مصنف عالی جناب حضرت مولانا سید محمد مدنی المتخلص اخترؔ کچھوچھوی اپنی نگارشات کے آئینے میں خاصی پر عظمت، علمی و ادبی شخصیت معلوم ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ وہ حضرت مولانا شاہ سید ابوالمحامد محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی محدث اعظم ہند قدس سرہ العزیز کے وارث وجانشین ہیں۔یوں علوم دینی کے شانہ بشانہ علوم شعروادب پر دسترس کامل بھی انہیں ورثے میں حاصل ہوئی ہے۔

اس خاکسار کو حضرت محدث اعظم قدس سرہ کے اردو وفارسی کلام کے دیکھنے کا شرف حاصل ہے اور سچ پوچھئے تو یہ انہیں کے نام نامی کا اثر تھا کہ میں ان کی رباعیات پر کچھ لکھنے کو تیار تھا لیکن میرے پاس جو مسودات بھیجے گئے ان میں پانچ، سات رباعیوں کے سوا رباعیاں تھی ہی نہیں۔چنانچہ میں اپنی معذوری کے سبب لکھنے سے دست کش ہو گیا تھا لیکن بعد میں جناب فرحت علی صدیقی نے حضرتِ اخترؔ کچھوچھوی کے ''باران رحمت'' پر چند سطور لکھنے کا حکم فرمایا اور چوں کہ یہ مجموعہ نعت شریف کا تھا اسی لئے حصول برکت کی امید پر اس

کے لئے رضامند ہو گیا۔

نعت ایک ایسا وسیع المعنی لفظ ہے کہ اس ناچیز کے خیال میں ہر وہ ادب پارہ جس میں حضور کا ذکر ہو مدح ہو ثنا ہو تعریف ہو سراپا کا بیان ہو شبیہ وشمائل کی تصویر کشی ہو عبادات واخلاق کا بیان ہو فضائل ومحاسن کا بیان ہو حضور سے خطاب ہو عقیدت ومحبت کا اظہار ہو الغرض ہر وہ ادبی کاوش جو اپنے قاری یا سامع کو آں حضرت کی طرف متوجہ کرے قریب لائے وہ بلاشبہ ''نعت'' ہے۔

روایتاً ہوتا یہ چلا آرہا ہے کہ اب ہمارے ذہنوں میں نعت کا بصورت نظم ہونا ایک لازمی روایت بن گئی ہے۔ چنانچہ اردو میں اب نعت شریف اس کلامِ منظوم کو کہتے ہیں جو حضور پرنور محمد رسول اللہ کی شان میں ہو اور جس کا تاثر ہمیں نبی کریم کی ذات سے قریب لائے۔

الحمد للہ کہ حضرتِ اخترؔ کچھوچھوی کی نعتیہ نظموں کا جائزہ لیتا ہوں تو انہیں محبتِ رسول کے جذبہ سے سرشار پاتا ہوں یہ مقام یہ مرتبہ ہر کس وناکس کا نصیبہ کہاں۔

آداب اس قدر ملحوظ خاطر رکھا کہ بعد از خدا بزرگ توئی کا نکتہ ذہن میں محفوظ رکھا اور اس تہذیب وتطہیر کی محافظت کے لئے شروعات حمدِ الٰہی میں اس قطعے سے کی ہے اور اس شان سے کی ہے کہ نظم کا ربط آیتِ قرآنی سے ہم رشتہ ہے۔

میرے معبود! تیری پردہ نشینی ہے عجیب ذرے ذرے سے نمایاں ہے مگر پنہاں ہے
اور قربت کا یہ عالم کہ رگِ جاں سے قریب دور اتنا کہ تخئیل کی رسائی ہے محال

حضرتِ اخترؔ کی اکثر نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ اس خاکسار نے آپ کی غزلیں بھی دیکھیں ہیں اور اب نعتوں کا مطالعہ بھی کر رہا ہوں مجھے لگتا ہے کہ حضرتِ اخترؔ غزل کے بہترین شاعر ہیں ان کے کلام کی متغزلانہ کیفیات اشارہ کرتی ہیں کہ اگر وہ صرف غزل کے شاعر ہوتے تو بہترین غزل گو شاعر شمار ہوتے۔ چنانچہ آپ کی نعتوں میں بھی یہ متغزلانہ کیفیت اپنا حسن وجمال بکھیرنے لگتی ہے۔ حالاں کہ بنیادی نکتہ دونوں جگہ محبت کا ہے لیکن ظاہر ہے کہ غزل کے تقاضے اور ہوتے ہیں اور نعت محبت کے جذبہ سے سرشار ہونے کے باوجود پل صراط پر چلنے کی سی ہوشیاری اور تہذیب وتطہیر کی متقاضی ہوتی ہے اور یہ تہذیب وتطہیر برقرار رکھنے کی بہرحال قابل تعریف کوشش جنابِ اخترؔ نے کی ہے۔ اولین نعت کا مطلع ملاحظہ فرمائیے جو متغزلانہ کیفیات سے معمور ہے۔

چاند، سورج خم بنے ہر نجم پیمانہ بنا ساقئ کوثر مرا جب میر میخانہ بنا

مطلع نمبر دو دیکھئے۔ ؎

حسن فطرت کے ہر اک جلوے سے بیگانہ بنا   دل بڑا ہوشیار تھا اس در کا دیوانہ بنا

اور پھر اشعار پر اشعار پڑھتے جائیے آپ شاعر کے متغزلانہ بیان کی سرشاری میں ڈوبتے چلے جائیں گے

اس بہانے ہی سے جا پہنچوں لب اعجاز تک   یا الٰہی خاک کر کے مجھ کو پیمانہ بنا

یا پھر یہ اشعار ؎

اپنے عقل و ہوش کھونے کا صلہ مل ہی گیا   میرا افسانہ سراپا ان کا افسانہ بنا

اللہ اللہ رفعت اشک غم ہجر نبی   جوں ہی ٹپکا آنکھ سے تسبیح کا دانہ بنا

کہاں تک نقل کروں پوری نعتیہ نظم بڑی مرصع اور شاعر کے کمال کا نمونہ ہے۔ چاہتا تھا کہ دوسری نعت کی طرف رجوع کروں لیکن وہ جو کسی نے کہا ہے کہ ؎

زفرق یاش ہر کجا کہ می بینم   کرشمہ دامنی ولی می کشو کہ جا ایں جائے

''ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب'' کی مماثلت نے دامن دل مطلع کی طرف کھینچ لیا۔

دھو کے اپنے نطق کو مدح نبی کے آب سے   اپنی ہر ہر بات کو اخترؔ حکیمانہ بنا

شاعر نے مشک وگلاب پر مدح نبی کے آبِ کوثر کو ترجیح دے کر اپنے ایمان کے کمال کا اظہار کس نفاست اور خوب صورتی سے کیا ہے۔ دوسری نعت کا بھی ہر شعر مرصع ہے ؎

خدائے برتر و بالا ہمیں پتا کیا ہے   ترے حبیب مکرم کا مرتبا کیا ہے

ورفعنالك ذكرك کی طرف رجوع کرنے کو کہتا ہے تو بعد کے ہر ہر شعر اپنی تاریخی، تمثیلی، خوبیوں کی وجہ سے دامن کش دل ہوتے ہیں۔ یہ تلمیحی انداز دیکھئے ؎

کوئی بلال سے پوچھے خبیب سے سمجھے   خمار الفت محبوبِ کبریا کیا ہے

اب جب تک کوئی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے عشق نبی کی کیفیت سے آگاہ نہ ہو یا پھر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کا علم نہ رکھتا ہو اس شعر سے کیا لطف اٹھائے گا۔! الغرض یہ کہ ہر ہر نعت شریف بلکہ ہر نعت شریف کا ہر ہر شعر شاعر کے وقوف، بصیرت، علمی لیاقت، تاریخی واقفیت اور تمثیلی نیز تلمیحی ہنرمندی کا خزانہ ہے۔

یہ خاکسار مجموعہ کی تفسیر بیان کرنے نہیں بیٹھا ہے تعارف کرا رہا ہے اور مثل مشہور ہے کہ

ہانڈی کا صرف ایک چاول ٹٹول کر پوری ہانڈی کی کیفیت معلوم ہو جاتی ہے۔ یوں ہی میں نے اشارات کر دیئے ہیں۔ امید ہے عاشقان رسول اور صاحبانِ دل اس مجموعے کے مطالعے سے لطف اندوز ہوں۔ ایمان تازہ کریں گے اور شاعر کے کمال فن کے معترف و مداح ہوں گے۔

اپنی بات یہیں ختم کر دیتا لیکن جی چاہتا ہے کہ دو ایک اشارے اور کر دوں۔ کسی تجربے کار ناقد کا یہ قول مجھے بہت پسند ہے کہ کسی مجموعہ شعری کے مرتب کو یا تو شاعر سے زیادہ صاحب نظر ہونا چاہئے اور یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم اسی مرتبے کا ضرور ہونا چاہیے۔ اس مجموعے کے ساتھ یہ نہیں ہو سکا ہے۔ حضرتِ اختؔر ماشاء اللہ معقولات و منقولات پر کامل دست رس رکھنے والے عالم دین بھی ہیں۔ ہر چند شاعری ورثے میں ہاتھ آئی لیکن جس طرح رمل، مجتث، مضارع، تعدارک، متقارب، ہزج، حفیف وغیرہ کے سالم و مزاحف اوزان شاعر نے استعمال کئے ہیں ان سے ان کے فنی دسترس کے کمال کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح زبان تو آپ کے گھر کی باندی ہے۔ لیکن بیشتر مقامات پر مرتب نے احتیاط سے کام نہیں لیا ہے۔ لازم ہے کہ حضرتِ اختؔر اس مجموعے کو اپنی دیکھ ریکھ میں مرتب کرا کے شائع فرمائیں اور لسانی و فنی ہر دو قسم کے اسقام سے اسے پاک کریں۔ بینائی میری معذوری کی حد تک کم زور ہے پھر بھی جہاں سمجھ گیا میں نے اشارے کر دیئے ہیں حالاں کہ حضرت کے مرتبے کے سامنے یہ بھی سوء ادب ہے تاہم یہ میرا فریضہ بھی تھا۔ میں اس مجموعہ کی اشاعت پر حضرتِ اختؔر کو دلی مبارکباد دیتا ہوں۔ وباللہ التوفیق

ترانۂ مدنی

چہرہ ہے یوں سہانا میرے مدنی اشرفی کا
محبوب حق ہے نانا میرے مدنی اشرفی کا
اللہ پاک جس کو پاکیزہ کہہ رہا ہے
وہ پاک ہے گھرانہ میرے مدنی اشرفی کا
جو ہے مرید صادق ہر وقت اس کے دل میں
رہتا ہے آنا جانا میرے مدنی اشرفی کا
یہ فاتح جہاں کے بیٹے ہیں پھر نہ کیوں ہو
انداز فاتحانہ میرے مدنی اشرفی کا
ہے التجائے امت رہے تا ابد سلامت
یارب یہ آستانہ میرے مدنی اشرفی کا
ہر ایک بگڑی قسمت رحمت میں ڈھل رہی ہے
مدنی ہے کارخانہ میرے مدنی اشرفی کا
دستاریں اور خرقے یہ بیچتے نہیں ہیں
یہ ہے چلن پرانا میرے مدنی اشرفی کا
جو روتے آئیں گھر سے وہ ہنستے جائیں در سے
تیور ہے دلربانہ میرے مدنی اشرفی کا
اے کاش غوث و خواجہ سننے شکیلؔ آئیں
جب میں پڑھوں ترانہ میرے مدنی اشرفی کا

حافظ وقاری شکیلؔ احمد صابری، سنبھلی، یوپی